
قرینے

ہدیۂ خصوصی
بجناب کرشن موہن صاحب
آئی۔ پی۔ او لوٹہ
بجانب ابر احسنی گنوری گنور

3-5-56

دیوان دوم

ابر احسنی گنوری
(ضلع بدایوں۔ یوپی)

ملنے کا پتہ:-
ابر احسنی گنوری۔ گنور۔ ضلع بدایوں (یوپی)

پبلشر

ابرا حسنی گنوری

گنور : ضلع بدایوں ۔ (یوپی)

۲۷۸۷۷

پہلی بار

قیمت تین روپے پچیس نئے پیسے

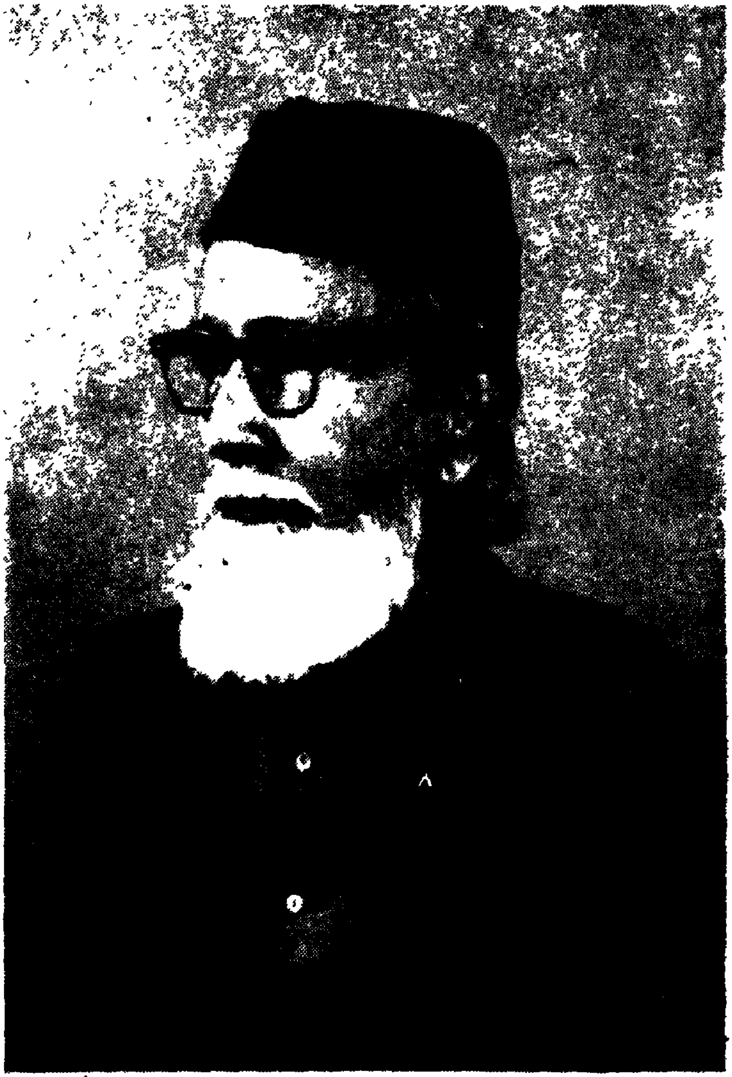
تاریخ اشاعت :-

فروری ۱۹۶۳ء

پرنٹر :-

ہند سماچار پرنٹنگ پریس

پکا باغ ۔ جالندھر شہر



اکبر احسنی گنوری سنہ ۱۹۶۳ء میں

معنون

اپنے ملک کے نام جس میں ادیب و شاعر کی زندگی موت سے بدتر گذرتی ہے ـــــ

اور

اپنی جمہوری حکومت کے نام جو منہ دیکھ دیکھ کر شعراء کو وظیفے دیتی ہے۔

اور

باغ وطن کے اُن باغبانوں کے نام جنہوں نے نخلِ اردو کو جڑ سے اکھاڑنے کی قسم کھائی ہے۔

کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

[illegible]

دیباچہ

——— حضرت جوش ملسیانی

ابر احسنی صاحب میرے برادرِ محترم سید احسن مارہروی مرحوم کے چیدہ و برگزیدہ شاگرد ہیں۔ اس لحاظ سے وہ میرے بھی عزیز ہیں۔ عزیز ہی نہیں دانشور بھی ہیں — خاندانِ داغ سے ان کا ادبی تعلق بہت پرانا ہے۔ برسوں کی مشقِ سخن بھی ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اکابرِ سخن کا احترام بھی ان کا ادبی ایمان بنا ہوا ہے۔ ان کے شاگرد ملک کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ اور ان سے فیضِ سخن حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی غزلیات اور نظمیات کے دو مجموعے "سفینہ" اور "نگینے" کے نام سے منظرِ عام پر آ چکے اور حسنِ قبول کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ اپنے شاگردوں کے کلام پر جو اصلاحات انہوں نے دی ہیں۔ وہ بھی نمونے کے طور پر کتابی صورت میں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔ یہ کتاب مبتدی اصحاب کے لئے استنادی حیثیت رکھتی ہے۔ اُن کے لئے علمِ بیان کی اور بہت سی باتیں بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ گویا یہ تینوں کتابیں مصنف کی ادبی خدمات کے لحاظ سے قابلِ قدر ہیں۔ متروکات زبان کے بھی پابند رہتے ہیں۔ عریاں قسم کے مضمون۔ رکیک اور سوقیانہ باتیں ان کی بزمِ خیال میں قطعی طور پر ناپید ہیں۔ دورِ حاضر کے اندازِ تغزل اور تہذیبِ حاضر کے میلانِ طبع نیز وقتی تقاضوں سے بھی غافل نہیں ہیں۔ کلام ہر لحاظ سے پختہ بھی

ہے۔ اور پاکیزہ بھی۔ مقامِ مسرت ہے کہ اب وہ اپنی غزلیات کا ایک اور مجموعہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس وقت اسی زیرِ تجویز مجموعہ کے بہت سے اشعار میرے سامنے ہیں۔ انہیں دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تشنگانِ شعر و ادب میں بہت پسند کی جائے گی۔ اور مصنف کا ذوقِ صحیح پہلے کی طرح اب بھی اہلِ نظر کی داد کا مستحق ہوگا۔ ابر صاحب اپنے تخلص کی رعایت سے اس مجموعہ کا نام اگر سحابِ سخن پسند کریں تو میں اس نام کی بھی داد دوں گا۔ اور اس اطلاع پر مسرور ہوں گا کہ میرا یہ شاعرانہ مشورہ انہوں نے قبول کر لیا۔

ذوقِ صحیح کا ذکر چلا ہے تو چند مثالوں پر بحث کرنے کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے تاکہ اہلِ ذوق اس دیباچہ ہی سے مصنف کے حسنِ طبیعت اور خوش بیانی و تر زبانی کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکیں۔ ؎

سرِ شوق کا اور اُن کے پائے ناز پہ جانا
ٹھہر جانا ہمیں اے گردشِ دوراں ٹھہر جانا

یہ مطلع میں نے دلی کے ایک طرحی مشاعرہ میں اِن کی زبان سے سنا تھا دوسرا مصرعہ اس شان کا ہے کہ مجھے ہمیشہ کے لئے یاد رہ گیا۔ لیکن مشکل یہ ہوئی کہ پہلا مصرعہ یاد نہ رہا۔ دوسرے مصرع ہی کو مختلف موقعوں پر یاد کر کے لطفِ سخن حاصل کرتا رہا۔ اور اس کے زورِ بیان کی داد دیتا رہا۔ آخر نہ رہا گیا۔ اپنی طرف سے پہلا مصرع لگا کر شعر کو مکمل کر لیا۔ اب اس شعر کا لطف مجھے پہلے سے بھی زیادہ محسوس ہوا۔ آپ بھی یہ نیا شعر سن لیں ؎

اُٹھی ہے یک بیک میری طرف چشمِ کرم اُن کی
ٹھہر جانا ذرا اے گردشِ دوراں ٹھہر جانا

جس نے بھی یہ نیا پیوند دیکھا اور جس نے بھی یہ شعر سنا۔ جی کھول کر داد دی۔ اور لفظ یک بیک کو تو مستغنی عن التوصیف قرار دیا۔ میں نے اس شعر کی شانِ نزول سے ابر صاحب کو بھی اطلاع دی۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ

آپ کا مصرع اتنا لاجواب ہے کہ میرا شعر اگر مطلع نہ ہوتا۔ تو میں ضرور یہ نیا مصرع آپ سے مانگ لینے کی جرأت کرتا۔ مگر انصاف یہ ہے کہ اب بھی یہ شعر میری رائے میں ابرؔ صاحب ہی کی فکرِ بلیغ کا مرہونِ منت ہے۔ میں نے تو صرف اتنا کام کیا ہے کہ اپنی آسانی کے لئے گرہ لگا دی ہے۔ تماشے کی بات یہ ہے کہ ابرؔ صاحب تو اپنے مطلع کے بہانے سے اس شعر کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور میں صرف گرہ لگا دینے کے عذر پر اس شعر کو اپنی ملکیت قرار نہیں دے سکتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ شعر مذکور لاوارث مال بن کر رہ گیا ہے۔

اسی زمین میں ان کا ایک اور شعر بھی سنئے ؎

تمہاری بزم پر ہی ختم ہوتا ہے سفر سب کا
کسی رستے تمہارے روبرو جانا مگر جانا

'مگر جانا' میں جو لطفِ زبان ہے اس کی داد کہاں تک دی جائے۔ قافیہ اور ردیف کو یہ صورت ذوقِ صحیح اور بہت زیادہ مشقِ سخن کا ایک واضح ثبوت ہے۔ ابرؔ صاحب نے مختلف مذاہب کا منتہائے مقصود اس انداز میں بیان کرکے بڑی فراخدلی اور انصاف سے کام لیا ہے۔ اس شعر کو مدرجِ صدا قتعا کہنا چاہیئے۔ لفظ رستے بھی میری نظر میں قابلِ داد ہے۔ بعض اصحاب اس کی جگہ راستے لکھ دیتے ہیں۔ مجھے یہاں تو بحث اس بات سے ہے کہ راستے اور راستوں میں الف زائد ہے اور میں نے یہ الف زائد ترک کر رکھا ہے۔ راستے کا الف ان اصحاب کے لئے خاص طور پر قابلِ ترک ہے جو زبانِ دہلی کے پیرو ہیں۔

جی چاہتا ہے کہ اس قسم کے لسانی مخدوفات پر ایک واقعہ بھی سپردِ قلم کروں۔ ایک گورکھپوری صاحب نے حضرت داغؔ کا یہ مصرعہ بطورِ مضحکہ مجھے سنایا۔ اور اس پر معترض ہوئے ؎ اس سوچ میں بیٹھا ہوں آخر مجھے کیا کرنا

میں نے عرض کیا کہ یہ اعتراض سنانے کے لئے آپ نے مجھے کیوں منتخب کر لیا میں تو اس شوق کو دل آناری ہی کہوں گا۔ خیر۔ اب اس کا جواب بھی سن لیں

ملہ بہلانے کو بھی خوب کہی۔ ابرؔ احسنی۔

جہاں تک میں سمجھا ہوں۔ آپ کا اعتراض مصرع کے آخری حصہ کی زبان پر ہے کوئی فنی نکتہ ہو۔ بندش میں کوئی خرابی ہو۔ قافیہ معیوب ہو۔ تعقید لفظی و معنوی ہو تنافر ہو۔ ضعف تالیف ہو۔ تو آپ اس پر اعتراض کریں۔ جو شخص قلعہ معلّیٰ میں رہ کر پروان چڑھا ہو۔ دن رات شہزادوں کی صحبت میں رہا ہو جس نے بیگمات کی گود میں پرورش پائی ہو۔ اس کی زبان پر اعتراض کرنے کا حق نہ کسی گورکھپوری کو حاصل ہے۔ نہ کسی میرٹھی یا مرادآبادی کو۔ اس مصرع میں جو حذف ہے۔ یعنی آخر مجھے کیا کرنا ہے یہی مراد ہے کہ کیا کرنا لازم ہے یا کیا کرنا چاہیئے۔ یہ تو بے تکلفانہ زبان کا ایک نمونہ ہے۔ اہل زبان ایسا بیشتر بولتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ اک نہ اک دن ہمیں پامالِ جفا ہو جانا ٭ زندگی ہے تو دکھا دیں گے فنا ہو جانا

۲۔ وہ اپنے ہاتھ سے ہم کو سزا جو دیتے ہیں ٭ ہمیں بھی کوئی نہ کوئی گناہ کر لینا

۳۔ کوئی حسیں ہو مجھے اک نگاہ کر لینا ٭ جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا

دراصل ان میں یہ عادت ہے کہ صحیح ہو یا غلط۔ کوئی نہ کوئی موقع ادبی بحث کے لئے ڈھونڈ لیتے اور ہر کسی سے بھڑ جانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ یہاں ان کی یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ رسوائیاں اور رعنائیاں کے ساتھ آئیاں اور کھائیاں کے قوافی بھی لکھ دیتے ہیں۔ خیر انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر اصل موضوع پر آتا ہوں ؎

پرائے گلستاں کے گل بھی ہیں کانٹے ٭ اگر مل بھی جائیں تو ہم کیا کریں گے
جو اپنے چمن کی مزاج آشنا ہوں ٭ انہیں بجلیوں میں گزارا کریں گے

دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ اس قسم کا قومی رنگ ان کی ہر غزل میں کم و بیش پایا جاتا ہے دوسرے شعر میں لفظ مزاج آشنا بہت ہی بلند و ارفع ہوا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ مصیبت میں بھی اپنا چمن آخر اپنا چمن ہے۔ اور صبر و شکر کے ساتھ اس میں گزارا کرتے رہنے کی ایسی معقول وجہ موجود ہے۔ جو پرائے چمن میں نہیں پائی جاتی۔ ثابت قدمی ہو تو ایسی ہی ہو۔ ——

آپ تو خیر دوست ہیں دل سے بھی دشمنی نہ تھی
اب یہ خدا کو علم ہے کس نے مجھے مٹا دیا

شکستِ ناروا سے بچ کر شعر کہنے کی کوشش نہ قابلِ داد ہے۔ بہت سے اصحاب اس کی پروا نہیں کرتے۔ اور شعر کو عجزِ طبیعت کی مثال بنا دیتے ہیں۔ تجاہلِ عارفانہ کا انداز اور بیان کا یہ نادر اسلوب دیکھئے۔ مٹانے والا یا تو دوست ہو سکتا ہے۔ یا دل۔ مگر تخاطب ہیں دونوں کو شک و شبہ سے دور رکھا ہے اور خدائے خبیر کے علم پر اس طنز کو بالکل بے سر رہنا دیا جائے۔ اس قسم کے اسلوبِ بیان کہ بات کسی اور پر ڈھال کر کہہ دی جائے ہمیشہ دلکش ہوتے ہیں۔ سہلِ ممتنع کا رنگ ہیں دونوں مصرعوں پر خوب چھا یا ہوا ہے۔

جگر میں تیر آنسو آنکھ میں بے تابیاں دل میں
مسافر آ گئے الفت کے اپنی اپنی منزل میں
کنارے پر جو آ کر مطمئن ہیں اُن سے کہتا ہوں
اگر طوفان پوشیدہ ہوئے آغوشِ ساحل میں

رنگ بے یہ جیسے بالغ نظر شعرا گمراہ شاعری کہا کرتے ہیں۔ صرف اس بات کو دیکھنا کافی سمجھتا ہے کہ شاعر نے کیا کہا۔ مگر یہ نہیں دیکھتا کہ کیسا کہا۔ جب تک 'کیسا کہا' پر پوری توجہ نہ دی جائے۔ شعر نثر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے حسنِ بیان میں تھوڑی سی فروگذاشت بھی باقی رہ جائے تو اچھے سے اچھا مضمون مٹ کر رہ جاتا ہے۔ اوپر کے دونوں شعر دیکھئے۔ حسنِ ظاہر اور حسنِ باطن کی دولت سے مالا مال ہیں۔ مضمون کی خوبی۔ بیان کی خوش اسلوبی اور زبان کی اتنی صفائی کے لحاظ سے یہ اثرؔ صاحب کا حصہ کہے جا سکتے ہیں۔ پہلے شعر میں یہ اخفا نہایت دلکش ہے کہ مسافر چونکہ اپنی منزل پر پہنچ کر سفر کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ بس لئے اب یہ مہمان جگر، آنکھ اور دل میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے یہاں سے جائیں گے نہیں۔ دوسرے شعر کے مصرعِ ثانی میں جو الفاظ حذف

کردیتے ہیں۔ وہ جانِ بلاغت ہیں۔ خود بول رہے ہیں کہ پھر کیا ہوگا۔

؎ دم سا گھٹنے لگا سنانے میں ✦ کیا مقام آ گیا فسانے میں
ظلمتیں جتنی تھیں زمانے میں ✦ سمٹ آئیں غریب خانے میں
سجدوں سے تشنگی نہیں بجھتی ✦ جذب ہو جاؤں آستانے میں
سخت جانی کی داد دے اے دوست ✦ جی رہا ہوں ترے زمانے میں

چاروں شعر استادانہ رنگ کے ہیں۔ حسنِ بیان کی کون سی خوبی ہے۔ جو ان میں نہ پائی جاتی ہے۔ کیا مقام آ گیا۔ اس مقام کی نوعیت کیا ہوگی۔ یہ فی الواقع ناگفتنی ہے۔ دوسرے مطلع میں غریب خانے کی تنگ دامانی میں ایک خاص نکتہ ہے۔ اور لفظ سمٹ نے اس نکتہ کو حل کر دیا ہے تیسرے شعر میں معنی آفرینی کتنی بلند پایہ اور گراں قدر ہے ؎ جذب ہو جاؤں آستانے میں، بالکل نئی بات کہی ہے۔ اور بیان کی انتہا تک پہنچا دی ہے۔ مصرعِ ثانی میں قوتِ بیانیہ کا جو زور پایا جاتا ہے۔ وہ اعجاز سے کم نہیں۔ ہر شخص بیان کی اس حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہر دماغ تشنگی بجھانے کے لئے ایسی تجویز نہیں سوچ سکتا۔ چوتھا شعر تو سحرِ حلال ہے۔ پہلے مصرع میں بھی اگرچہ لفظ دوست ایک طنز ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ ایک بھرپور طنز ہے۔ جفا و جور۔ ظلم و ستم اور شقاوت وغیرہ کا کہیں مذکور نہیں۔ مگر اس بھرپور طنز نے کنایوں کنایوں میں ان سب کو صف بہ صف سامنے لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ لفظ سخت جانی اور دوست کی بے داد کا اتنا مختصر مگر اتنا جامع بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔

؎ خیالِ قربِ منزل گم نہ کر دے ✦ یہی منزل ہے بھاری کارواں پر

مشکلیں پڑتی ہیں سالک پہ حجابِ نور میں۔ یہی مضمون اس شعر میں پایا جاتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سالک منزل کے قریب پہنچ کر بھی منزل سے دور ہو جاتا ہے۔ گم نہ کر دے۔ ان الفاظ سے بے خودی مراد نہیں ہے، بلکہ

گُم نامی مُراد ہے۔ اندیشہ نے اِس مضمون کو اور بھی چمکا دیا ہے۔

؎ مٹائیں گے پھر مجھ کو زندہ کریں گے
فسانے سے پیدا فسانہ کریں گے

فنا و بقا دو فسانے ہی تو ہیں۔ سامنے کے مضمون میں کیا بات پیدا کی ہے اِس معنی آفرینی سے یہ مطلع مطلعِ آفتاب ہو گیا ہے۔ پہلے مصرع کے مضمون سے جو نتیجہ استخراج کیا ہے۔ ہر شخص کو نہیں سُوجھ سکتا۔ یہ دقتِ نظر خدا کی دین ہے۔ ؎

تھا دائرے کی شکل میں رستہ حیات کا
یعنی گئے اُدھر ہی چلے تھے جدھر سے ہم

زندگی کے چکر کو دائرے سے نسبت دینا سامنے کی بات ہونے کے باوجود نئی بات ہے۔ دوسرے مصرع میں جو حقیقت بطور ثبوت یا بطور شرح پیش کی گئی ہے۔ وہ ناقابلِ انکار ہے۔ چکر کے وجود کا واضح ثبوت اِس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ ؎

کس یقین کے ساتھ ہے محوِ مداوائے جنوں
چارہ گر بھی ساتھ میرے ہو گیا دیوانہ آج

اِس شعر میں یقین اور محو اِس قدر ضروری الفاظ ہیں کہ اِن کے بغیر یہ قافیہ مربوط نہ ہو سکتا تھا۔ ایسے ہی برمحل الفاظ کی تلاش شعر کو شعر بنا دیتی ہے۔ پختگی کلام کی جانچ بھی ایسی ہی باتوں سے ہوتی ہے کہ کوئی لفظ بیکار نہ ہو۔ اور جو الفاظ استعمال کئے جائیں۔ اِن کا بدل بھی نہ مل سکے۔ کس یقین کے ساتھ یہ الفاظ وسعتِ معنوی کے لحاظ سے قابلِ دید ہیں۔ !

اسی قسم کے اور بہت سے اشعار حسنِ بیان اور ذوقِ صحیح کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر طوالت کا خیال بھی دامنگیر ہے۔ میرے لئے یہ مسرت بھی کچھ کم نہیں کہ ہادیہ مکرم جناب احسن مارہروی نے دُنیائے شعر و ادب کو ایک ایسا پختہ کلام اور خوش گو شاگرد دے دیا ہے۔ جو اُن کے بعد

اُن کے ادبی خاندان کے لئے باعثِ افتخار ہے۔ آپ صاحب کے انسانی فضائل اور اخلاقی محاسن پر بھی جو میرے علم میں ہیں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر میں اِن کی شاعرانہ قابلیت اور نکتہ رس طبیعت ہی تک اِس مضمون کو محدود رکھتا ہوں۔ البتہ اِن کا یہ وصف ضرور بیان قابلِ ذکر اور خاندانِ داغؔ کے ہر رکن کے لئے قابلِ تقلید ہے کہ وہ اِس بلند پایہ اور ممتاز خاندان کے نہایت وفادار۔ نہایت خیر اندیش اور نہایت قدر شناس ہیں۔ اِس کی توقیر اور اِس کی آبرو کی حفاظت میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ بہت سے واقعات اِس کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اپنے ادبی وقار کے علاوہ بھی بہت سے اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں۔ معاشی پریشانیوں کے باوجود خدمتِ ادب سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ خدا کرے وہ اِس مقصد کے لئے دیر تک زندہ رہیں اور اپنے فیضِ سخن کو مدتوں تک جاری رکھ سکیں ٭

جوشؔ ملسیانی

حالاتِ مصنّف

احمد بخش نام، آیتؔ تخلص۔ حضرت مولٰنا احسن مارہروی خلفِ آتشیؔ کی نسبتِ تلمذ سے ابراحسنی لکھتا ہوں۔ والد ماجد کا نام نبی بخش صاحب تھا۔ ولادت ۱۸۹۵ء۔ وطنِ آبائی اوّل گنّور ضلع بدایوں، جہاں پیدا ہوکر جوانی تک پہنچا اور اب بڑھاپے کے دن گذار رہا ہوں۔ وطنِ ثانی بدایوں جہاں جوانی سے بڑھاپے تک کا زمانہ بہ سلسلۂ ملازمت گذرا۔ اور جہاں سے میری شاعری اور شہرت کو عروج ملا۔ تعلیم کے بارے میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ملازمت کی ضرورت کے لائق کئی سارٹیفکیٹ حاصل کئے اس کے علاوہ اُردو فارسی کے اعلیٰ سارٹیفکیٹ بھی حاصل کئے۔ ان کے حصول کے وقت میرے کچھ خیالات ہوں آج یہ خیال ہے کہ اسناد قابلیت کی ذمہ دار نہیں ہوتیں اور قابلیت کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں۔

آغازِ شاعری ۱۹۱۵ء سے ہوا۔ انجام کب ہو یہ خدا کے علم میں ہے۔ زبانِ دہلی کا معتقد ہوں اور داغؔ کے گھرانے کی زبان کو مستند جانتا ہوں۔ اس لئے کہ اسی گھرانے کا شاعری کے لحاظ سے ایک ادنیٰ فرد ہوں۔

۱۹۴۷ء میں بدایوں سے ترکِ ملازمت کرکے رام پور پہنچا۔ وہاں اورینٹل کالج میں ایک ٹیچر کی حیثیت سے جگہ مل گئی۔ ۱۹۵۲ء میں بغیر پنشن ریٹائر ہوکر گنور چلا آیا۔ تھوڑی سی زمین باقی بچی تھی اسی میں کاشت کراتا ہوں اور روزی رساں کسی نہ کسی طرح روزی پہنچاتا ہے

منزل قریب آ چکی ہے، کب پہنچوں گا، یہ خدا کے علم میں ہے۔ شعر کیسے ہوتے ہیں اس کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ سفینے دیوان غزلیات سفینے دیوان نظمیات ۱۹۵۲ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ اصلاح الاصلاح اور میری اصلاحیں دو کتابیں فن اصلاح پر شائع ہو چکی ہیں

ابر احسنی گنوری
۲۸۔ ۱۰۔ ۵۹

میری متروکات

۱۔ عریاں مضامین۔ رقیب۔ سُرمہ بستی۔ وصل۔ بوسہ۔ جوبن۔

۲۔ یاں۔ واں۔ پہ بمعنی لیکن۔ اگر بمعنی شاید۔ پر بمعنی مگر۔ دلے بمعنی لیکن و لیکن۔ تلک۔ مت۔ (حرفِ نفی) گر بجائے اگر۔ وگرنہ بجائے ورنہ ——

۳۔ آئے ہے۔ جائے ہے۔ آوے۔ جاوے۔

۴۔ بتلا۔ سکھلا۔ بٹھلا۔ دکھلا۔ بجائے بتا۔ سکھا۔ بٹھا۔ دکھا۔

۵۔ عربی۔ فارسی۔ ترکی کے الفاظ میں حروفِ علت ا۔ و۔ ی کا سقوط

۶۔ ایک مصرع میں تین عطف اور تین اضافت سے زاید اور خواہ مخواہ کی فارسیت جیسے درشوالہ۔ تاب شنیدن۔ بس کہ۔ اے کہ۔ سے نے بمعنی نہیں۔

۷۔ لیجو۔ دیجو۔ لیجے۔ کیجے۔ دیجے۔ بجائے لیجئے۔ دیجئے وغیرہ

۸۔ رکھّا۔ چکھّا (بہ تشدید)

۹۔ اسم کے آخر ندا۔ جیسے حافظا۔ سعدیا وغیرہ خدایا اور ساقیا مستثنیٰ ہیں

۱۰۔ فعل کے الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور ان میں فاصلہ مثلاً آتا ہے کی جگہ ہے آتا۔ گئے چھوڑ۔

۱۱۔ چاہت۔ ارنگت وغیرہ کیونکہ چاہ ہندی اور رنگ فارسی کے ساتھ ت عربی مصدری کا جوڑ غلط ہے۔ یہ عربی الفاظ ہی کے ساتھ صحیح ہے۔

۱۲۔ پاؤں۔ بھاؤں۔ چھاؤں، فعلن کے وزن پر یہ فاع کے وزن پر فصیح ہیں۔

۱۳۔ کر کے بروزن کرکر یا فعلن کرکے بروزن فعلُ بسقوط یا لکھتا ہوں۔

۱۴۔ مصرع کے شروع میں۔ میں بروزن م۔ ہے۔ ہیں۔ ہوں۔ بروزن کا۔ تھا

تے۔ تحتیں۔ بروزن تتہ۔ اگر تخفیف کے بعد الف وصل آجائے
تو جائز ہے۔

۱۵۔ ترکیبی صورت میں ہائے مختفی کو قافیہ میں الف بنا دینا۔ مثلاً
شمع تیرا آبِ گریہ پھر یہ کس کام آئے گا؟ جب پڑی بے غسل یونہی لاش پروانا رہے
ایسے قافیوں کو مجرد ہی لکھتا ہوں ترکیب کے ساتھ نہیں۔

ترکیبی صورت میں ہائے مختفی آئے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جزوِ اول کے ساتھ ہو جیسے شعلہ تند۔ جلوہ گر وغیرہ۔ دوسری صورت یہ کہ وہ جزوِ دوم کے ساتھ ہو۔ مثلاً درِ میخانہ۔ دمِ نظارا وغیرہ۔ پہلی صورت میں الف کا استعمال جیسے خستا جگر۔ جلوا فگن۔ خندا جبیں وغیرہ تو ہر جگہ قابلِ ترک سمجھا گیا ہے۔ دوسری صورت یعنی جزوِ دوم کے ہائے مختفی کو الف بنانا صرف قافیہ میں قابلِ ترک قرار دیا گیا ہے۔ ہر جگہ نہیں —

۱۶۔ یوں ہی یا یونہی۔ یا یوں ہیں۔ بروزن فعلن اس کی جگہ یونہیں بروزنِ فعَل قابلِ استعمال قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہمیں لکھتا ہوں۔ ہم ہی نہیں۔

۱۷۔ ترکیبی صورت میں آخری نون کا اعلان مثلاً جھوٹ ہی جانو کلام اس بدزنِ ایمان کا۔ اس میں نون غنہ چاہیئے۔ البتہ چند عربی الفاظ کے نون کو ترکیبی صورت میں بالاعلان ہی درست جانتا ہوں۔ جیسے بدر و حنین وقارِ حسین۔ دولتِ کونین۔ یا اسی قبیل کے الفاظ۔

۱۸۔ جن الفاظ کا حرفِ آخر نون ہو اور نون سے پہلے اَ۔ یا واؤ یا ی ہو۔ جیسے جان۔ خون۔ چین وغیرہ انفرادی صورت میں نون کا اعلان نہ کرنا۔ مثلاً اب جان بھی نہیں ہے میرے تن میں۔ یا۔ مری آنکھ بھی خوں ہو رہی ہے۔ یا۔ جبیں پر اس کی چیں کیوں آگئی ہے۔

۱۹۔ دمِ بسمل بمعنی دمِ ذبح۔ کیونکہ بسمل کے معنی ذبح کے نہیں۔

۲۰۔ سدا بمعنی ہمیشہ۔

۲۱۔ یار۔ نگار بغیر ترکیب فارسی

۲۲۔ کیونکہ کا استعمال اس صورت میں کہ اس کی جگہ کیوں استعمال کیا جا سکے۔

۲۳۔ کہاں۔ وہاں۔ یہاں۔ جہاں۔ بمعنی جس جگہ۔ اور کہیں۔ وہیں۔ یہیں کے بعد پر یا کو حشو صریح ہیں۔ جیسے کہاں پر۔ وہیں کو وغیرہ۔

۲۴۔ طرح کے بعد "سے" جو حشو صریح ہے مثلاً میری طرح سے۔

۲۵۔ گھائل جو دراصل گھایل ہے یا کونل جو دراصل کویل ہے اس کو سنبھل ذِل وغیرہ کا قافیہ بنانا۔

۲۶۔ میّت بفتح یا دولت وغیرہ کا قافیہ بنانا اس میں یائے مکسور ہے، اسی طرح موسم بفتح س غم کا قافیہ بنانا۔

۲۷۔ ایطائے خفی اور جلی۔

۲۸۔ طرح بسکون را جس کے معنی بنیاد کے ہیں جیسے۔ جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا۔ علاوہ ازیں بول چال میں طَرَح ہی بولا جاتا ہے طرْح نہیں۔

۲۹۔ طَرف بسکون را بمعنی سمت جس کے معنی گوشہ کے ہیں جیسے طرفِ کلاہ بسمت کے نہیں بول چال میں بھی سب طَرَف بفتح را ہی بولتے ہیں۔

۳۰۔ اور بروزن آر۔ کیونکہ اس وزن کے دوسرے الفاظ غور طور وغیرہ کو جیسے غَز اور طَرُ نہیں بولتے تو اور کو بھی اُر کیوں بولیں۔

۳۱۔ اس دم۔ اُس دم۔ جس دم وغیرہ۔ یہ بول چال میں بھی شامل نہیں۔

۳۲۔ رہ بمعنی راہ بغیر ترکیب بصورت مجرد جیسے ؎

نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا یارب

۳۳ خوباں۔ جاناں بغیر ترکیب فارسی۔

۳۴۔ نشہ بروزن فعلن بغیر ترکیب فارسی مثلاً۔ ہوگیا دلبر مرے نشہ کا عالم طاری۔ بول چال میں بصورت مجرد نشہ بروزن فعل ہی بولتے ہیں۔

۳۵۔ رہائش۔ کہ یہ ہندی فارسی کا ملغوبہ ہے اور سراسر غلط۔

۳۶۔ انکساری۔ انتظاری۔ (ی زائد ہے)

۳۷۔ وصلت بمعنی وصل (ت زائد ہے)

۳۸۔ مشکور بمعنی شاکر۔

۳۹۔ عاقبت بمعنی آخرکار۔

۴۰۔ نبھانا۔ نپھانا۔ کھلانا۔ بجائے نباہنا۔ پہنانا۔ نہلانا۔

۴۱۔ شکست ناروا۔

۴۲۔ تقابل دو لفظین کلی یا جزوی۔

۴۳۔ جا بمعنی جگہ بغیر ترکیب فارسی۔

۴۴۔ اس کے تئیں۔ اس کے تئیں۔ اپنے تئیں۔

۴۵۔ غش طاری ہونا۔ بجائے غشی طاری ہونا۔

۴۶۔ غشی آنا۔ غش آنے کی جگہ۔

۴۷۔ فارسی عربی الفاظ کی جمع الجمع مثلاً وجوہات عرائضات۔

۴۸۔ اہل ہنود۔ اہل حشو سے ہنود کافی ہے۔

۴۹۔ بن بمعنی بغیر جیسے بن کہے۔

۵۰۔ بچارہ ۔ بےچارہ کی جگہ۔

۵۱۔ دوانہ۔ دیوانہ کی جگہ۔

۵۲۔ ہائے وائے بروزن فعلن۔

۵۳۔ تلے بمعنی نیچے لیکن محاورہ میں ہو تو درست ہے مثلاً پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔

۵۴۔ دو کو میں بہ تخفیف واؤ اور بلاتخفیف واؤ حسب موقع دونوں طرح لکھتا

ہوں مثلاً دو عالم۔ دوگونہ تخفیف واؤ سے لکھوں گا لیکن دوجہان میں یہ تخفیف بارِسماعت ہے اور بلا ترکیب جہاں مجرد لکھوں گا بغیر تخفیف واؤ لکھوں گا۔

۵۵۔ تُو (واحد حاضر) کو اردو میں ہر جگہ بغیر تخفیف واؤ فع کے وزن پہ لکھتا ہوں فارسی میں حسب موقع با تخفیف واؤ اور بے تخفیف واؤ دونوں طرح جائز جانتا ہوں۔ جیسے۔ تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد اور — تو دانی حساب کم وبیش را —

۵۶۔ چوں بمعنی مانند۔

۵۷۔ یا کہ۔ جوکہ (اس میں کاف زائد ہے)

۵۸۔ یہ استثنائے چند عربی مونث الفاظ کی جمع مونث ہی لکھتا ہوں' یہ افسوس میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ چند مونثیں مل کر مذکر کیسے ہو سکتی تھیں

۵۹۔ جہاں "پر" آسکے وہاں "پہ" نہیں لکھتا۔ اور جہاں "کر" آسکے۔ وہاں "کے" بروزن "کہ" نہیں لکھتا۔

۶۰۔ لوٹ۔ لوٹنا۔ بمعنی پلٹ۔ پلٹنا۔

۶۱۔ جگہ کے بعد پہ۔ جیسے اس جگہ پہ کتاب رکھی ہے۔

۶۲۔ محبوب کو حضور۔ کیونکہ یہ حکام یا پیروں کو ہی زیب دیتا ہے۔

مندرجہ بالا متروکات میں نے اپنے لئے روا رکھے ہیں۔ تلامذۂ جیتنی باقوں کو بھی ترک کرنا مناسب سمجھیں حسب ہمت کریں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں عائد کی جاتی —

میرے دیوان اول میں اتنے متروکات نہیں ہیں —

ابرا حسنی گنوری

فہرست

نمبر شمار		صفحہ	نمبر شمار		صفحہ
۱	دیباچہ حضرت جوش ملسیانی	۲	۹	ہر اک گھر عشق میں تاریک ہے دُنیائے ہجراں کا ۔	۳۸
۲	متروکات	۱۴	۱۰	میری کشتی اُٹھاتی لطف کیا ساحل کے داماں کا ۔	۳۹
۳	تصویر		۱۱۔	واقف درد محبت جو نہ انساں ہوتا ۔	۳۹
۴	مصارع اوّلی غزلیات		۱۲	مضمون ہر عذاب کا عنوان بنا دیا	۴۰
۱۔	دم بخود کوئی کسی کا والب فریاد تھا	۳۳	۱۳	اگر دامن نہ چھوٹا تنگ آکر مجھ سے ہمت کا ۔	۴۰
۲۔	عشق شعلہ تھا کہیں حق میں کسی کے داغ تھا	۳۳	۱۴	ہر اک دھڑکن سے دل کی دوست کا مجھ کو پیام آیا ۔	۴۱
۳۔	عشق میں یارب یہ کیا تاریکیاں	۳۴	۱۵	میری جبیں کو عشق نے سر بازار میں کیا دیا ۔	۴۲
۴	گلوں سے بھی نقاب حسن کا ساماں نہیں ہوتا	۳۵	۱۶	عنایت اُن کی پرسش نے یہ فرمائی تو کیا ہوگا	۴۳
۵	مختصر اس شکل میں فطرت کا افسانہ ہُوا ۔	۳۶	۱۷	یہ اُن سے کیا دل وحشت	
۶۔	ترا درد رُوحِ ہستی ترا درد دل سے پیارا ۔	۳۶			
۷۔	جھکا ہے صرف اپنے آستانہ ہی پہ سر اپنا ۔				
۸۔	سرمایۂ نگاہ لٹایا نہ جائے گا	۳۷			

نمبر شمار		صفحہ
	آب سے آیا ۔	۴۴
۱۸	نہ ملی کی موت سے بھی زیست کی مشکل تو کیا ہوگا ۔	۴۵
۱۹	وہ خود ہی کہہ اٹھے تجھ کو ذرا کیا ہم	۴۵
۲۰	فقط ہوگا دو قیمت بہ تسمہ کا سرا ۔ پا	۴۶
۲۱	کسی تو ان کی نظر نے لوٹ لیا	۴۷
۲۲	زمانے میں پھر کون ہوتا ہمارا	۴۸
۲۳	بہت مشکل ہے میرے نقش سجدہ ضبط کرجانا ۔	۴۸
۲۴	غالباً یہ بھی جنوں کے تہ فرماں نکلا	۵۰
۲۵	کبھی ایسا تو درد عشق کا عالم نہیں ہوتا ۔	۵۰
۲۶	بدل جائے رت لیکن اہل چمن کی ادائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا	۵۰
۲۷	وہ جو رزباں پر کبھی لایا نہ گیا	۵۲
۲۸	دل میں اب جوش مسرت کا گذر کیا ہوگا ۔	۵۳
۲۹	بہت کر حال پر میرے پیار آ گیا	۵۳
۳۰	صدود موت کی حد میں لاتا ہے	۵۴
۳۱	نہیں تک آئے تا سے روکنا آئے	

نمبر شمار		صفحہ
	نہیں ہوتا ۔	۵۵
۳۲	حشر برکف سامنے حسن تمام آ ہی گیا ۔	۵۶
	(ب)	
۳۳	حد سے گذرا جا رہا ہے اضطراب	۵۷
۳۴	میرے ساقی نہیں میں ہی ایک تشنہ لب ۔	۵۸
۳۵	ہو نہیں سکتی رسائی دو جہاں کے قریب	۵۹
	(پ)	
۳۶	چھائے ہوئے جہاں پہ نظر آ رہے ہیں آپ	۵۹
	(ت)	
۳۷	دل نہیں سکتی غم سے نجات ۔	۶۰
۳۸	لائی پیام موت حیات	۶۰
۳۹	ہے یہی زیر بحث ابھی تک بات	۶۱
	(ج)	
۴۰	ایک جام مرگ مجھ کو ساقی میخانہ آج	۶۲
	(ح)	
۴۱	عیاں ہو روز قیامت بھی	

نمبر شمار		صفحہ
	غم کی رات کے بعد۔	٦٢
	(س)	
٤٢	عیاں ہوا داغِ جبیں بالآخر فراق میں قلبِ ناتواں پر	٦٣
٤٣	تمہیں حیرت ہے کیوں میری فغاں پر —	٦٤
٤٤	نظر کے حسن کو محدود و بے وقار نہ کر	٦٥
٤٥	اُن کے علاوہ حدود تصور	٦٥
٤٦	جہانِ خود نمائی سے گذر کر	٦٦
	(ک)	
٤٧	ہر اک نظر میں ہے نقصان وہ موجِ خوں اب تک	٦٧
٤٨	لبِ باطل پہ ہے منصور کا خونی سبق اب تک	٦٨
٤٩	روش پر اپنی قائم ہے نظامِ گلستاں اب تک	٦٨
٥٠	اسی کے تذکرے ہیں لامکاں تک	٦٩
	(ل)	
٥١	زندگی ایک پیکرِ آہ و فغاں ہے آجکل۔	٧٠
٥٢	کن منزلوں میں فصلِ بہاراں ہے آجکل۔	
	(م)	
٥٣	ڈھونڈتے ہیں دوست کو نکل کے اپنے دل سے ہم	٧١
٥٤	دیکھیں گے رُخ بدل کے تمہیں ہر نظر سے ہم	٧٢
٥٥	رُوح و تن میں کشمکش پاتے ہیں ہم۔	٧٣
٥٦	آلودۂ نگاہ انہیں کیا کریں گے ہم	٧٤
٥٧	ایک سا بھی نہیں سرِ درِ حق پہ خم	٧٥
٥٨	رہِ نفس کو ذریعہ بنا رہے ہیں ہم۔	٧٥
	(ن)	
٥٩	طور پر تم آؤ عشق اب مجھ کو آ سکتا نہیں	٧٦
٦٠	افراطِ تمنا سے اب ضبط کے لالے ہیں۔	٧٧
٦١	سانس کو حدِ آہ میں کھینچ کے	

نمبر شمار		صفحہ
	لا رہا ہوں میں	۷۷
۶۲	میرے اشک نہیرہ تماز میں نہ کہہ کو غنچۂ نہاں نہیں	۷۸
۶۳	فلک منزل کہیں جب کوئی ایواں دیکھ لیتا ہوں	۸۰
۶۴	خون رو لیتا ہوں میں فریاد کر لیتا ہوں میں	۸۱
۶۵	حُسن سے شکوۂ نقاب حُسن کہیں نہاں نہیں -	۸۱
۶۶	تاج پر داغ غم عشق ہیں کھا سکتے ہیں -	۸۲
۶۷	لب پہ سکوت حسرت تمنا نگاہ میں	۸۲
۶۸	وفا میں جو ہم دے کے سر دیکھتے ہیں -	۸۳
۶۹	لب پہ فغاں نظر میں برق داغ ہیں قلب زار میں	۸۴
۷۰	یہ غلط ان کو طلب کا کچھ خیال آتا نہیں -	۸۵
۷۱	آنکھ میں نیرنگی عالم نہیں -	۸۶
۷۲	جو مصلحت جاناں سمجھے	

نمبر شمار		صفحہ
	شاید اس قابل کوئی نہیں	۸۶
۷۳	یہ کیا دیوانگان کوچہ قاتل سمجھتے ہیں -	۸۷
۷۴	دوائے درد دل کو لوگ درد دل سمجھتے ہیں -	۸۸
۷۵	دل کی شگفتگی کے بعد کوئی شگفتگی نہیں -	۸۹
۷۶	لن ترانی کو ادائے دلستاں سمجھا تھا میں -	۸۹
۷۷	قابل سجدہ ہے شوق خود نمائی مری جبیں نہیں -	۹۰
۷۸	تمہیں منظور ہر صورت میں آتا جا رہا ہوں میں -	۹۱
۷۹	دل میں نہاں ہیں کعبہ میں جلوہ کناں نہیں -	۹۲
۸۰	بے ملتفت ہی سر سے ترا آستاں کہاں	۹۳
۸۱	وہی دیر و حرم بن بن کے ابھرے ہیں زمانے میں	۹۴
۸۲	عداوت کو بدلو ذرا آشتی میں	۹۵
۸۳	ہوسکے برہم نہ جوش وفا سرد کو	

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
	جائیں آخر عقیدت کے مارے کہاں	۹۵
۸۴	نہ موج و طوفاں کی جستجو ہے نہ تیز دھارا۔ دل کو ڈھونڈتا ہوں	۹۷
۸۵	دم اُلجھنے لگا سنانے میں	۹۸
۸۶	محبت کو بھی لوگ آلام کا عنواں سمجھتے ہیں۔	۹۸
۸۷	نصیبے وہاں عشق کے پھوٹتے ہیں	۹۹
۸۸	تجسس بن کے آنکھوں میں بشکلِ آرزو دل میں۔	۱۰۰
۸۹	یہ کاہکشاں کا خوشہ چین کیا ہے کیا نہیں۔	۱۰۱
۹۰	آہ کس شے کی طلب تھی اور کیا پاتا نہیں ہیں۔	۱۰۱
۹۱	ضبط کی کون سی وادی میں خراماں ہوں میں۔	۱۰۳
۹۲	درد سہنے کا بھی تو یارا نہیں	۱۰۴
۹۳	نگاہ و بخت کے کوتاہ پیمانے کہاں جائیں۔	۱۰۴
۹۴	داغِ الفت سے ضیا بار کروں یا نہ کروں۔	۱۰۵
۹۵	نظر دستِ جنوں کی جذب ہے	

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
	تا بہ رنگ حباب میں	۱۰۶
۹۶	دور کھڑی ہے گردش دوراں	۱۰۷
۹۷	سینے داغوں سے جگمگائے ہیں	۱۰۸
۹۸	ستم اُن سے کہ زباں تھکتے گئے ہیں	۱۰۹
۹۹	پھر وہ اک راس آئے کسی کو مر کر	۱۱۰
	(و)	
۱۰۰	تم پہ تحمل دیکھ کر بے وفا کو	۱۱۰
۱۰۱	جمالِ غیر کا حائل اگر حجاب نہ ہو	۱۱۱
۱۰۲	اجازت اُس نے در پر سر جھکانے کی نہ دی مجھ کو	۱۱۲
۱۰۳	ستم زدوں پہ نہ ہنس، پا کے تو سہاروں کو۔	۱۱۳
۱۰۴	مٹ کر آرزوئے دل وہ آئے ہیں منانے کو	۱۱۴
۱۰۵	بشانِ عزم سہاروں کا قصر ڈھا کے چلو۔	۱۱۴
	(ی)	
۱۰۶	کرے موت کا ختم وعظ فنا	۱۱۵
۱۰۷	بنتے ہیں بڑھ کے طائر خود تیر کا نشانہ	۱۱۶
۱۰۸	اُن کی طلب عالم دیوانہ	۱۱۷

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱۰۹	تنہا رہا ہے دم دیوانہ	۱۱۷
	ی	
۱۱۰	ملاتا ہوں سر اُن کے آستاں سے	۱۱۸
۱۱۱	اِک مرکز پہ ہر اِک رنگ سے اس کا کھنچ آنا مشکل ہے۔	۱۱۹
۱۱۲	کہاں وہ اہلِ محبت سے بے نیاز ہے۔	۱۲۰
۱۱۳	اُلفت میں دردِ غم ہے جُدائی ہے یاس ہے۔	۱۲۱
۱۱۴	چراغاں خیرہ کن ہے ذرّہ ذرّہ طورِ منزل ہے۔	۱۲۱
۱۱۵	تمہارے در میں یہ تاثیر پائی جاتی ہے۔	۱۲۲
۱۱۶	محبت کے آثار ہیں دل نشیں سے	۱۲۲
۱۱۷	یہ اشک کیوں نہ کسی دل سے چارہ جو آئے۔	۱۲۳
۱۱۸	کیا شے کسی کی نیچی نظر ہے	۱۲۴
۱۱۹	ہجر میں آ ہی گئی شامت کہاں آئی میری	۱۲۴
۱۲۰	گریباں چاک گل ہیں اشک افشاں اثرِ شبنم ہے۔	۱۲۵
۱۲۱	ذہنِ فطرت میں جنوں کا نہیں درماں کوئی۔	۱۲۶
۱۲۲	آجاؤ شمعِ نورِ منور لئے ہوئے	۱۲۶
۱۲۳	طبیعت سے جنوں کی کارفرمائی نہیں جاتی۔	۱۲۷
۱۲۴	ہم ترے عہد میں یوں اے ستم ایجاد رہے۔	۱۲۷
۱۲۵	جی میں آگیا تنگ دوران سر سے۔	۱۲۸
۱۲۶	ہونا پڑا خمشی سے ہلاکِ وفا مجھے۔	۱۲۸
۱۲۷	اب اس کے سوا زیست کی صورت ہی نہیں ہے۔	۱۲۹
۱۲۸	آہ بھرنے دیجئے آنسو بہانے دیجئے	۱۳۰
۱۲۹	وفا مشرب جل تبلیغ دیا مجھ سے نہیں ہوگی۔	۱۳۱
۱۳۰	جو نظر سے مجھے روپوش نظر آتا ہے۔	۱۳۲
۱۳۱	چھڑانا ہی پڑے گا اب	

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
	چھیڑنا فرض انساں ہے	۱۳۲
۱۳۲	کر رہا ہوں جو میرے امکان میں تدبیر ہے۔	۱۳۳
۱۳۳	آج سیرِ منظرِ گورِ غریباں چاہیئے	۱۳۳
۱۳۴	ملا کر دیکھ رضواں داغِ دل گل ہائے جنت سے	۱۳۴
۱۳۵	جلا صیاد کا گھر یا قفس کی تیلیاں پہلے	۱۳۵
۱۳۶	طلب کی حد پہ مجھے داغ کیا دیا تو نے	۱۳۶
۱۳۷	مری نظر میں وفا کا ابھی وقار تو ہے۔	۱۳۷
۱۳۸	ان حدوں تک تو غمِ الفت کو پنہاں کیجئے۔	۱۳۷
۱۳۹	مجھے وفا کی انہیں دھن ہوئی ستانے کی۔	۱۳۸
۱۴۰	طلب کی جتنی بھی راہیں تھیں چھان لیں میں نے	۱۳۹
۱۴۱	یہ کیا حقیقت کی بدولت نہیں ہے	۱۴۰
۱۴۲	یہ اب کسی جانباز کی جویا نہ رہے گی۔	۱۴۰

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱۴۳	آ سنے ہی دل حیات کچھ بھی نہ تھی	۱۴۱
۱۴۴	دل کو تڑپ کے مقام لیا ہے کبھی کبھی	۱۴۱
۱۴۵	وہ اضطراب متصلِ غم ہو گئی۔	۱۴۲
۱۴۶	زلفِ یارِ دوست کے رخ پہ بکھر گئی	۱۴۳
۱۴۷	ہنسی ہر وقت کی اچھی نہیں ہے روکو ہنسی اپنی	۱۴۳
۱۴۸	محشر میں بھی کرنی ہے اُن کو مری رسوائی	۱۴۳
۱۴۹	تو نہ عزِ درد گوشِ ستم تک کہاں گئی	۱۴۴
	تنہا میاں ہیں یہی منفعلی اگر ہے یہی	۱۴۴
۱۵۰	لاتی رہے گی رنگ یہ نفرت کبھی کبھی	۱۴۵
۱۵۱	یاد دل میں بجلی لہرائی	۱۴۶
۱۵۲	کبھی فکرِ راحت و رنج ہے مری زندگی نہ بری رہی	۱۴۶
۱۵۳	تمہارے مرنے والوں کو ضرورت کیا مزاروں کی	۱۴۷

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱۵۴	میرے جذبے پہ آرہی ہے جانی	۱۴۸
۱۵۵	آج یوں اُن کی یاد آئی ہے	۱۴۹
۱۵۶	حاصل وہ عیشِ زیست کا عرفاں نہ کر سکے۔	۱۴۹
۱۵۷	سجدۂ شوق میں پروانے سر نہ کی میں سے	۱۵۰
۱۵۸	یہ منظرِ عشق میں ہوتے تو پھر کتنے حسیں ہوتے	۱۵۱
۱۵۹	مزاجِ شمع کی ترکیب بزم کیا جانے۔	۱۵۲
۱۶۰	خزاں اب کے آئی ہے تو ڈرا سے	۱۵۲
۱۶۱	منزل کا گام گام پہ دھوکا ہوا مجھے۔	۱۵۳
۱۶۲	ترا کمال تو اے چارہ گر مسلّم ہے۔	۱۵۴
۱۶۳	غم سے گھبرا کر آہ کون کرے۔	۱۵۴
۱۶۴	جلا کر خانۂ دل اشک برسانے بھی آئیں گے۔	۱۵۵
۱۶۵	جہانِ اہلِ دل زیر و زبر ہے	۱۵۶
۱۶۶	جام آئے ٹیں رند با دل چھپا گئے۔	۱۵۶
۱۶۷	ہجومِ کرب و بلا نہیں ہے کہ قلب پاس آشنا نہیں ہے	۱۵۷
۱۶۸	طلب کسی غالباً الفت کو خوب ہے۔	۱۵۸
۱۶۹	نزع کی مشکل میں ہوں یہ آخری پیغام ہے۔	۱۵۹
۱۷۰	کھینچ تو لایا ہے اُن تک جذبۂ کامل مجھے۔	۱۵۹
۱۷۱	تری روح میں تو ہے جلوہ گر وہ نظر سے دور ہوا کرے	۱۶۰
۱۷۲	اِس کی وسعت کو سمجھنا بھی ہے جیانا کبھی ہے۔	۱۶۰
۱۷۳	زماں کچھ روشِ عمر کے پا سکے نہ گئے۔	۱۶۲
۱۷۴	تمہاری راہ میں ہم زندگی گزار آئے۔	۱۶۳
۱۷۵	چمن میں ابھی خونِ گل ہو رہا ہے شگفتہ بہت جلد لالے بھی ہوں گے	۱۶۴
۱۷۶	کسے اپنا سمجھیں کوئی بھی نہیں ہے	۱۶۵

نمبر شمار	غزل	نمبر صفحہ
۱۷۷	اک عالم حیرت زفلک تا بہ زمیں ہے	۱۶۵
۱۷۸	یاد اُن کی آ کے خواب میں چونکا گئی مجھے	۱۶۶
۱۷۹	اپنے مرکز کی طرف کھینچ کر چلے	۱۶۷
۱۸۰	بجا بجا کہ مسرت ہے آدمی کے لئے	۱۶۷
۱۸۱	راہ میں گُم ہر قدم پہ اک نئی مشکل بھی ہے۔	۱۶۸
۱۸۲	چند سے ناصح کو نہ سوز غم کو رسوا کیجئے۔	۱۶۹
۱۸۳	میرے آنسو کہاں دامانِ قاتل دیکھنے والے	۱۷۰
۱۸۴	بیٹھا ہوں مطمئن آ ہنیں دل میں اُتار کے	۱۷۱
۱۸۵	ابھی امید زندہ ہے ابھی ارمان باقی ہے۔	۱۷۲
۱۸۶	یہ واہمہ ہے یا مل رہے ہیں واماندگی میں غیبی سہارے	۱۷۲
۱۸۷	مٹتے ہی امید چارہ گری مجبور قضا ہو جاتی ہے	۱۷۳

نمبر شمار	غزل	نمبر صفحہ
۱۸۸	دوست تحریک عشق کی تلقین فرمانے چلے	۱۷۴
۱۸۹	کہیں ہے یہ نغمہ کہیں یہ فغاں ہے۔	۱۷۵
۱۹۰	جسے جو بھی چیز پسند ہو اُسے بس اسی کی تلاش ہے	۱۷۶
۱۹۱	لاکھ نشتر رگ جاں پہ برسے	۱۷۷
۱۹۲	مزاج اہل جہاں یہ شاید مری ابھی تک نظر نہیں ہے	۱۷۷
۱۹۳	جناں بر کف ہوائے گلستاں کچھ اور کہتی ہے۔	۱۷۹
۱۹۴	دل اپنی دھن میں نادان اور نادان ہوتا جاتا ہے۔	۱۸۰
۱۹۵	کبھی کرم پہ محبت کے ہم بھلا نہ سکے۔	۱۸۱
۱۹۶	آج جو داغ ہے دل نشیں سا ہے۔	۱۸۱
۱۹۷	سبب میری نامرادیوں کا عیاں ہے سب پہ نہاں نہیں ہے۔	۱۸۲

نمبر شمار	غزل	صفحہ	نمبر شمار	غزل	صفحہ
۱۹۸	بجلیاں ہی نشوونما ملتی ہیں سکے ہی بہانے سے	۱۸۳	۲۰۹	اندھیروں میں ہوں کب سے رات ڈھلنے کی ضرورت ہے	۱۹۲
۱۹۹	رحمت خاص کی پناہ میں ہے۔	۱۸۴	۲۱۰	غرورِ حسن نے تو سونپ دی ان کو پریشانی	۱۹۲
۲۰۰	خستہ، مضطر و بسمل نظر آتا ہے مجھے۔	۱۸۵	۲۱۱	رسن و دار ابھی انعام وفا ہے تو سہی	۱۹۴
۲۰۱	ملک حشر تک جس کا چرچا کریں گے۔	۱۸۶	۲۱۲	کرم ہے عام جبینوں پر آستانے کے	۱۹۴
۲۰۲	عشق اگر اپنی تجلی کو نمایاں کر دے۔	۱۸۷	۲۱۳	مرے چمن میں وہ پہلی سی بات ہی نہ رہی	۱۹۵
۲۰۳	غم کو بھی حدِ خوشی میں کھینچ لانا چاہیئے۔	۱۸۷	۲۱۴	تجھ دل کو سوز بخش کے دامن کشاں چلے	۱۹۶
۲۰۴	اُن کا غم دے دیا ہے خدا نے	۱۸۸	۲۱۵	تیری ہنسی کی بات ہوئی	۱۹۶
			۲۱۶	آنکھ اُن کی میرے غم میں تر ہو گئی	۱۹۷
۲۰۵	سوزِ الفت نے ہر ایک دل میں جگہ پائی ہے۔	۱۸۹	۲۱۷	محبت ہے تو ربط جسم و جاں باقی نہ رہ جائے	۱۹۸
۲۰۶	بیدار قوم ہے وہ آمادہ ہے عطا کے لئے۔	۱۸۹	۲۱۸	مشاقی جدیہ لیل اُن سے زندگی میں نے	۱۹۹
۲۰۷	وہ رند ہوں نظر ساقی جنہ آجائے	۱۹۰	۲۱۹	دی ستم پہ دعاؤں پہ داد دی میں نے	۲۰۰
۲۰۸	اسی سے رُخ بدل لیتا ہے جس کو ساز بہار آسے	۱۹۱			

نمبر شمار	غزل	صفحہ
۲۲۰	فغاں کے ضبط سے تر آنکھ ہی نہیں ہوتی	۲۰۱
۲۲۱	لاکھ طوفان شبِ غم تھے جو سر تک پہنچے	۲۰۱
۲۲۲	شدّتِ غم سے دل مستقل چور ہے	۲۰۳
۲۲۳	بھلائی کی اُمیدیں ۔ اللہ پھر دُنیائے پُرفن سے	۲۰۴
۲۲۴	بہتے ہُوئے وہ بادہ کے دھارے کہاں گئے۔	۲۰۵
۲۲۵	ہم تری دید کے قابل نہیں ہونے پاتے۔	۲۰۶
	ضروری باتیں	۲۰۷

چینیات

آواز

ہمیں چونکنا خواب سے لازمی ہے + شجاعت بھی انسان کی زندگی ہے
دغاشت شرافت سے ٹکرا چکی ہے + جلد جلد بابت آن کی آ پڑی ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

ہمالہ کا گلشن بُلاتا ہے ہم کو + ستمگار و پُرفن بُلاتا ہے ہم کو
دغاباز دشمن بُلاتا ہے ہم کو + جسے امن و تہذیب سے دشمنی ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

شرافت کی کچھ قدر قیمت نہ سمجھی + ستم نے اہنسا کی طاقت نہ سمجھی
بیماروں نے شیروں کی طاقت نہ سمجھی + خِرد جیسے افیون میں گھل گئی ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

مصائب کو ہنس ہنس کے جھیلا ہے ہم نے + جو آیا ہے ریلا ڈھکیلا ہے ہم نے
یہی عمر بھر کھیل کھیلا ہے ہم نے + ہماری رگوں میں شجاعت بھری ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

ہمیں چین سے بڑھ کے لینی ہے ٹکر + دکھانے ہیں اس کو دلیری کے جوہر
گریں گے ہر اک کھیت پر برق بن کر + اگر ظلم سے اس کی کھیتی ہری ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

دلیرو یہ دوا تحفہ بڑھنے نہ پائے + سبق جیت کا کوئی پڑھنے نہ پائے
نگاہِ زمانہ پہ چڑھنے نہ پائے + مٹا دو کہ اس کی سزا ہی یہی ہے
اٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

غلط، بل نہیں ہیں ہماری جبیں پر ٭ وجود اس کا ہے ضرب "ایمان و دیں" پر
یہ بے دین پھر اہلِ دیں کی زمیں پر ٭ خبر ہے خدا سے اِسے دشمنی ہے
اُٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

رہِ راست پر اب تو لانا ہے اس کو ٭ مزا سرکشی کا چکھانا ہے اس کو
بھگانا نہیں ہے، مٹانا ہے اس کو ٭ ہمالہ پہ خطرے کی گھنٹی بجی ہے
اُٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

ضیا بن کے ظلمت پہ چھا جائیں گے ہم ٭ کوئی ہم کو روکے نہ باز آئیں گے ہم
ترنگے کو پیکن پہ لہرائیں گے ہم ٭ یہی آگ دل میں ہمارے مچی ہے
اُٹھو چین نے ہم کو آواز دی ہے

چین اور چینیوں سے

قطعات

(۱)

چین تو نے اس قدر کمزور کیوں سمجھا ہمیں ٭ وقت جب آیا تو ایک اک انچ پہ مر جائیں گے
ہم ہیں سب اہلِ مذاہب ہم ہیں سب اربابِ دیں ٭ کیا خدا والے کسی بے دین سے ڈر جائیں گے

(۲)

اُف یہ ذلت کوئی تجھ کو منہ لگاتا ہی نہیں ٭ یہ بتا کچھ ساکھ بھی ہے تیری دنیا میں کہیں
تیری ہستی منحصر ہے بس ہماری رائے پر ٭ جانتے تھے چین تجھ کو ہم تو اک چیں بر جبیں

(۳)

ہم یہ اب سمجھے سمجھتے ہیں تجھے سب کیوں ذلیل ٭ اور کیوں عزت کے ہر شعبہ میں ہے ناکامیاب
یہ ہوا ظاہر کہ تو محسن کشی میں طاق ہے ٭ کچھ دغا و بے حیائی میں نہیں ہے تیرا جواب

(۴)

ہند ہے اُستاد تیرا مانتا ہے سب جہاں ٭ تجھ میں بدھا سے بھی ہے استادی کی کوئی بات کیا؟
ایسے اُستاد سے دغا کی اور تو نے ہند سے ٭ سچ بتا اے چین تو بھی رہبر الماسی ہے کیا[1]

---

[1] میرا شاگرد عظمت علی خاں رہبر الماسی رامپوری کاتب جس نے یہ دیوان چھپنے کے سلسلہ میں ۵۱۰/ روپیہ لے کر ہضم کر لئے ٭ اثر احسنی۔

(۵)

خیریت چاہے تو سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ جا ÷ تجھ کو پا کر ہم تو چینی! اصل میں جی جائیں گے
اسنوا کے پاس گھر ہے، جو رہے اپنا مزاج ÷ ہم بہت پیاسے ہیں تجھ کو گھول کر پی جائیں گے

(۶)

ہیں لپٹے ہندی یہ ہندی ہائے چینی ان سے پناہ ÷ سب نشہ تیرا اتر جائیگا جادو کی طرح
تو تو دشمن ہے انہیں اپنوں کا بھی پروا نہیں ÷ گھونٹ ڈالیں گے گلا تیرا یہ اردو کی طرح

(۷)

نیچ وہ جو عہد توڑے دوستی میں دے دغا ÷ جو بنا ہو ایسی مٹی سے وہ گندی کیچ ہے
جب الٹ کر چین کو دیکھا تو یہ ظاہر ہوا ÷ کی دغا اس نے تو کیا شکوہ کہ یہ بھی نیچ ہے

جنوری ۱۹۶۳ء میں چھپ کر شائع ہوا۔

بنام خدائے عزّ و جلّ

بمشاعرہ مارہرہ شریف ۲۱ ۱۱/۴۲

دم سجود کوئی کسی کا والبِ فریاد تھا
قصۂ غم مختلف شکلوں سے سب کو یاد تھا

التجا تھا، درد کی تصویر تھا، ناشاد تھا
عشق سر سے پاؤں تک سر تا پا ہی فریاد تھا

جل بجھا پروانہ نے کا والبِ فریاد تھا
کہہ گیا جتنا جسے میرا فسانہ یاد تھا

دار و گیرِ حشر سے میرے اکھڑ جاتے قدم
وہ تو یہ کہیے ترا عہدِ محبت یاد تھا

فصلِ گل میں یا تخیّل سے یہ سب وا ہمے
یا جہاں میرا تخیل تھا وہیں صیاد تھا

میری نظریں ان کے قدموں پر جھکی وہ دیکھیے
[illegible] برباد تھا

آبرو کچھ آدابِ فن ملحوظ رکھنے چاہئیں
ناز تھا خود فن کو جس پر وہ ترا استاد تھا

بمشاعرہ نگریا شکر پل ۱۴ ۱۱/۴۲

عشق شعلہ تھا کہیں تھی میں کسی کے دار تھا
ایک پیمانہ کا ہر لب پر جدا معیار تھا

ہر ملا نا عشق مرگ انجام میں بیکار تھا!
کیا سنبھلتا میں کہ اک گرتی ہوئی دیوار تھا!

عشق نے منصب وہ بخشا جس کا جو حقدار تھا
درد کی زینت ہوں میں منصور زیبِ دار تھا

طاقتِ نالہ مسلم لیکن اس کا کیا علاج
جو حریمِ ناز تک پہنچا وہی بیکار تھا

خود مٹایا مجھ کو پھر سب مدتوں رویا کئے
آہ ایک اِک فردِ دُنیا کتنا دُنیا دار تھا

کیا سمجھ میں آپ کی آتا مقامِ دردِ ہجر
آپ اس منزل میں کب پہنچے جہاں بیمار تھا

تم گریزاں چارہ گر بیزار قسمت منحرف
اپنی دُنیا میں فقط بیمار ہی بیمار تھا

عشق میں اس تیرہ بختی کا بھی منظر یاد ہے
گھر کے باہر دھوپ تھی گھر میرا ظلمت بار تھا

کیا نگاہِ لُطف کرتی زخمِ دل کا اندمال
اب میرا ہر نفس چلتی ہوئی تلوار تھا

* بمشاعرہ رامپور ۲۳/۱ ۵ *

عشق میں یارب یہ کیا تاریک ہنگام آگیا
شام اگر گذری تو دن ہم بھر صد شام آگیا

ہاں کروں گا ضبطِ غم جو حوصلہ کام آگیا
اور اگر لب پر کسی کے آپ کا نام آگیا

جانتا تھا ان کا غم پیغمبرِ اُلفت مجھے
غیب سے دل میں مرے ہم شکلِ الہام آگیا

رہ گئی جم کر شبِ غم رُک گئی تاروں کی چال
آج کس مرکز پہ یارب دورِ ایام آگیا

ہنستے ہیں مجھ کو بھنور میں دیکھ کر ساحل پہ دوست
اپنی کشتی خود ڈبو دینے کا ہنگام آگیا!

جا رہے تھے ابترِ یاجوج دھرسے ہم اِن کے پاس
چلتے چلتے زندگی کا سر پہ الزام آ گیا!

ہندو ہائی اسکول بدایوں ۱۹۲۴ء

گھٹن سے بھی نقابِ حُسن کا ساماں نہیں ہوتا
چھپایا جا رہا ہے رُخ مگر پنہاں نہیں ہوتا

روا الفت میں اظہارِ غمِ پنہاں نہیں ہوتا
ارے ناداں اِس افسانے کا یہ عنواں نہیں ہوتا

سمجھ اسے چارہ گر تُو کس لئے انساں نہیں ہوتا
دواؤں سے نظر کی چوٹ کا درماں نہیں ہوتا

محبت کا یہ فرقِ ظاہر و باطن ارے توبہ!
لبوں پہ تو ہنسی ہوتی ہے دل خنداں نہیں ہوتا

تغافل پہ نکاتِ عشق سے بھی ہم نہیں واقف
شکایت پہ رموزِ حُسن کا عرفاں نہیں ہوتا

نہاں ہوتا ہے لطفِ زیست ذوقِ سرفروشی میں
مبارک موت انہیں جینا جنہیں آساں نہیں ہوتا

حوادث کا ہے ڈر تو ڈوب جا بحرِ محبت میں
پہنچ جائے جو تہہ میں پھر غمِ طوفاں نہیں ہوتا

وُہی میں ہوں وُہی غم کی گھٹاؤں کے دُھندلکے ہیں
مرے گھر میں نزولِ گردشِ دوراں نہیں ہوتا

جلالِ حسن سے تادیب کی جاتی ہے نظروں کو
نہ حیراں کر دیا جاتا ہے جو حیراں نہیں ہوتا

ہمیں ہنستے رہے برباد ہو کر عشق میں ورد
تماشا دیکھنا گھر پھونک کر آساں نہیں ہوتا

گری ہیں بجلیاں وہ ابر ارمانوں کے گلشن پر
کوئی موسم کوئی منظر ہو دل شاداں نہیں ہوتا

مشاعرہ پارس لاہور ۲۲ ۱/۴۴

مختصر اس شکل میں فطرت کا افسانہ تھا ۔ لاکھ گھر جو ڈسے تو ایک آباد ویرانہ ہوا

عشق کی بربادیوں نے حسن کی تبلیغ کی ۔ میرے افسانے سے پیدا تیرا افسانہ ہوا

اس نے یوں مست انکھڑیوں سے مجھ پہ ساقی تیرا ۔ میں یہ سمجھا عمر کا لبریز پیمانہ ہوا

لُٹے جاتے ہیں دماغ و دل ہر اک جنبش کے ساتھ ۔ دیکھ ظالم روک یہ نظریں میں دیوانہ ہوا

زندگی نے عشق بخشا عشق نے جام فنا
دور سے اے ابر پیمانہ بہ پیمانہ ہوا

مشاعرہ خورجہ ۱۳ ۵/۴۴

ترا درد روحِ ہستی، ترا درد دل سے پیارا
یہی زندگی کا تکیہ یہی موت کا سہارا

مری ہمتوں کی عظمت ہوئی اب تو آشکارا
کیا درد زندگی بھی ترے واسطے گوارا

ترے در سے سر اٹھانا نہ ہوا مجھے گوارا
کبھی کعبہ نے صدا دی کبھی دیر نے پکارا

جسے کہتے ہیں محبت وہ جنوں نہیں تو کیا ہے
بسے کر رہے ہیں سجدے جو خدا نہیں ہمارا

میرے دل کا سوزِ پیہم نہ گیا کبھی نہ جائے!
جو بھڑک اٹھا تو شعلہ جو بجھا کہ تو اک شرارا

شبِ غم بلائے جاں ہے مرے اشکِ آخری تک
ابھی ہو سحر نمایاں جو یہ ڈوب جائے تارا

مری آرزو کی دنیا سرِ راہ لٹ رہی ہے
اسی دن کو تم بنے تھے مری زیست کا سہارا

حدِ وہم تک بھی اِن کا کہیں اب پتہ نہیں ہے
یہ ہے علم کی رسائی، یہ خرد نے تیر مارا

وہ خطائیں کر رہا ہے نہیں چاہتا جو کرنا
مرا اختیار پاکر ترے جبر کا اشارا [۱]

سرِ بزم میری صورت کوئی آبرو یوں لٹا ہے
ابھی مل رہی تھیں نظریں ابھی شور تھا وہ مارا

مشاعرہ ۳۱ ہہ

سرمایۂ نگاہ لٹایا نہ جائے گا — ہم سے تمہارے سامنے آیا نہ جائیگا
جھگڑا نشاط و غم کا چکایا نہ جائے گا — جب تک قضا کو بیچ میں لایا نہ جائیگا
داغِ وفا ہے چارہ گروں کو دکھاؤں کیا — جلتا ہوا چراغ بجھایا نہ جائیگا
یہ حسن تابناک یہ ارزانیٔ جمال — ایسے تو ہم سے ہوش میں آیا نہ جائیگا

۱؎ یہ جبریہ فرقہ کا عقیدہ ہے میرا نہیں ــــ شاعر چونکہ سب کے خیال کا ترجمان ہوتا ہے۔ اس لئے یہ شعر بھی رہنے دیا۔ بر ان کا عقیدہ ظاہر ہو جائے۔
ابن الحسنی

آزارِ عشق دیکھے مداوا کریں گے آپ؟ — پرسش کے واسطے بھی تو آیا نہ جائے گا
چھپ کر مری نظر سے گذر جائیے مگر — بچ کر مرے خیال سے جایا نہ جائے گا
ہم سے تو اپنا قصۂ غم غیر کی طرح — عنواں بدل بدل کے سنایا نہ جائے گا
وہ زندگی کہ مرگِ مسلسل کہیں جسے — بار ایسی زندگی کا اٹھایا نہ جائے گا
برسوں یہیں لٹائی ہے سجدوں کی کائنات — اب در تمہارا چھوڑ کے جایا نہ جائے گا
سجدہ یہ آبرو کا ہے ترے سنگِ در کی خیر
جس دن ابھر گیا تو دبایا نہ جائے گا

بمشاعرہ جبل پور (متعیہ ٹریٹی) ۲۵ ۱/۵۴

ہر اک گھر عشق میں تاریک ہے دنیائے ہجراں کا
اجالا آپ کر جائیں رخِ ایمن بداماں کا
نگاہیں بے تکلف لطف اٹھائیں روئے جاناں کا
مگر کمبخت پردہ رہ گیا حائل رگِ جاں کا
اب ایسے میں جسے ہمت ہو کشتی پار لے جائے
رہے گا کھیل تو جاری ہمیشہ موج و طوفاں کا
لباسِ زیست کے ٹکڑے اڑا کر جوشِ وحشت میں
بدل ڈالیں نہ کیوں قانون ہم چاکِ گریباں کا
نگاہیں نیچی نیچی جیسے لوٹا ہی نہ تھا مجھ کو
کوئی دیکھے یہ عالم حشر میں حسنِ پشیماں کا
سمجھنے کی مجھے اب آخر کیوں کوشش کرے کوئی
میں اک الجھا ہوا مضمون ہوں ہستی کے عنواں کا

بمشاعرہ کھمریا ۲۸/۱/۴۵

میری کشتی اٹھاتی لطف کیا ساحل کے داماں کا
کڑے تیور تھے موجوں کے چڑھا پانی تھا طوفاں کا

ہزاروں کوس مجھ کو ضعف میں معلوم ہوتا ہے
بھلا کچھ فاصلہ ہے دستِ وحشت سے گریباں کا

غمِ درماں جنوں ہے درد کی کر پرورش دل میں
گر یہ ہے تو خود پہلو نکل آئے گا درماں کا

جلے سو بار لیکن آشیاں اپنا یہیں ہوگا
کہیں چھٹتا ہے خوفِ برق سے دامن گلستاں کا

ہر اک رگ سے لہو اب کھینچ لا تلوؤں میں اے وحشت
بیاباں کی زمیں میں بیج بونا ہے گلستاں کا

ابھی تک عشق کی آنکھوں سے آنسو ہی نہیں رکتے
یہ کس نے امتحاں پہلے دیا تھا چشمِ گریاں کا

کوئی برباد کن دھوکا یقیناً آج کھاؤں گا
گماں ہر آدمی پر ہو رہا ہے مجھ کو انساں کا

بمشاعرہ سکندرہ راؤ ۵/۵/۴۵

واقفِ دردِ محبت جو نہ انساں ہوتا — ہر نفس زیست کا اک خوابِ پریشاں ہوتا
شدتِ غم سے اگر دل نہ پریشاں ہوتا — درد ہی اپنی جگہ درد کا درماں ہوتا
اپنی عظمت کا اگر عشق کو عرفاں ہوتا — حسن تا حدِ نظر خود ہی نمایاں ہوتا

یہ بھی اک منزلِ عرفاں ہے ترے عالم سے دور ؛ مجھ کو عرفاں نہ ہونے ہی کا عرفاں ہوتا
لوحِ تکمیل تھی تیرے جبر کی بس کو دستہ ؛ کبھی مجبورِ محبت میں نہ انساں ہوتا
اے تقدس میں فرشتوں سے بھی بڑھنے والے ؛ تو ملک خواہ نہ ہوتا مگر انساں ہوتا
داغ دل بھی تھی کبھی سوز نہاں بھی کی ؛ انہیں شعلوں سے نمودارِ گلستاں ہوتا
دامنِ ضبط نہ چھوڑا دلِ بیکس نے کبھی ؛ یہ نہ ہوتا تو کہاں عالمِ امکاں ہوتا
دل کو راحت تھی کہاں دردِ محبت کے بغیر ؛ میں پریشاں بھی نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

تمہیں تسکین بھی دیتے جو محبت دی تھی
اب کے سر پہ جنوں کا تو نہ احساں ہوتا

بمشاعرہ سہسواں ۳۰ ۳/۴۶

مضمونِ ہر عذاب کا عنواں بنادیا ؛ انساں اسی میں خوش ہے کہ انساں بنا دیا
بنتا پڑا جو اسے غمِ جاناں بنادیا ؛ دیوانہ کردیا کہ پریشاں بنا دیا
بنتا جنوں نواز ۔۔۔ ؛ ہر اک گل کو میرا اگر بیاباں بنادیا
دیکھی نہ کوئی عشق نے جب شکلِ ارتباط ؛ ان کی نظر کو تارِ رگِ جاں بنادیا
دل وسعتِ طلب کی طرف جب ہوا رجوع ؛ کونین کو سمیٹ کے ارماں بنا دیا

قسمت کو آ کے میرے سفینہ سے لاگ تھی
ہر موجِ سست خیز کو طوفاں بنادیا

بمشاعرہ ۱۱ ۴/۴۶

اگر دامن نہ چھوٹا تنگ آ کر مجھ سے ہمت کا
مصیبت میں کوئی پہلو نکل آئے گا راحت کا

بڑا دلکش مرقع ہے جہاں میں حسن صورت کا
مگر کچھ رنگ ان پھولوں میں بھر جاتا محبت کا

الم ہے، درد ہے، داغ محبت ہے مصیبت ہے،
کسی کے در سے سب کچھ مل رہا ہے میری قسمت کا

زمانہ میں اسی سے آدمی انسان بنتا ہے
نصیب اس کے جسے آزار ہو جائے محبت کا

حقیقت کی نظر سے آپ دیکھو سب حقیقت ہے
جہان امتیازی میں تماشا رنج و راحت کا

بمشاعرہ طارق بمبئی ۴۸ ۶۹

ہر اک دھڑکن سے دل کی دوست کا مجھ کو پیام آیا
محبت میں فدائے آرزو یہ کیا مقام آیا

جہاں خود ٹھوکریں کھائے قیامت وہ مقام آیا
زمیں گردوں سے ٹکرائے کہ لب پر ان کا نام آیا

ہمارے بعد گویا ختم تھی ایام کی گردش
نہ پھر وقت سحر آیا نہ پھر ہنگام شام آیا

مجھے کیا علم یہ صیاد جانے یا خدا جب نے
کہ زیر دام میں لایا گیا یا زیر دام آیا

شب غم کی سحر کرنا بقید زیست مشکل تھی
ہمارا نالۂ جاں سوز اچھے وقت کام آیا

پڑا ہوں سر جھکائے ایک عالم میں تیرے در پر

نہ آدابِ سجود آئے نہ اندازِ قیام آیا
بہت سے مرحلے کرنے پڑے طے کوئے جاناں تک
کبھی بیت الصنم آیا کبھی بیت الحرام آیا
گلی ہے دوست کی چکر میں پائے شوق ہے پیہم
یہ کس گردش میں میری زندگی کا آخر جام آیا

بمشاعرہ بدایوں ۲۰/۱/۵۶

میری جبین کو عشق نے روزِ ازل نہ کیا دیا
عزم کا آستاں دیا دوست کا نقشِ پا دیا
برقِ نظر کو آپ نے خوب یہ مشغلا دیا
کر دیئے خاک دل کہیں طور کہیں جلا دیا
آپ تو خیر دوست ہیں دل سے کبھی دشمنی نہ تھی
اب یہ خدا کو علم ہے کس نے مجھے مٹا دیا
اُٹھتی نہیں اب ان کی آنکھ محفل اشکبار میں
میں نے کہاں سے ہم نشیں قصۂ غم سنا دیا
برق کو دیکھ کر اداس میں نے بنایا آشیاں
برق نے آشیاں کے ساتھ سارا چمن جلا دیا
آپ کی ان اداؤں پر عشق کے حوصلے نثار
حکم تلاش تو دیا اپنا نہ کچھ پتا دیا
تیرے ہی آسرے پہ اب کاٹ رہا ہوں زندگی
موت نہ بھولنا اسے اس نے مجھے بھلا دیا

آہ نے سوزِ داغ دل سرد کیا تو کیا قصور
رُخ پہ ہوا کے یہ چراغ عشق نے کیوں جلا دیا

پاسِ خودی بھی تھا مجھے ابرِ نمازِ عشق میں
سب نے جہاں جھکائے سر میں نے بھی دل جھکا دیا

۴
۴۹ ۱۷

عنایت ان کی پرسش نے یہ فرمائی تو کیا ہوگا
دلِ مجروح کی ہر چوٹ اُبھر آئی تو کیا ہوگا

نظر کی ضد یہ تابِ حسن اتر آئی تو کیا ہوگا
تجلی خود ہی نظارہ سے ٹکرائی تو کیا ہوگا

جُدائی کے الم سے ربط ہے پھر ربطِ محکم ہے
طبیعت بزمِ جاناں میں بھی گھبرائی تو کیا ہوگا

جنوں کو مرحمت لیکن فراوانی سے کیا حاصل
نہ سنبھلے تجھ سے بھی پھر تیرے سودائی تو کیا ہوگا

یقین تو وعدۂ پیماں شکن کا آ نہیں سکتا
مگر بات احترامِ حسن تک آئی تو کیا ہوگا

بہاروں کی دُعا کے ساتھ یہ بھی تھی خلش دل میں
بہار آئی مگر ہم کو نہ راس آئی تو کیا ہوگا

مزاجِ زندگی بنتی ہے بیتابی سے لیکن
کوئی تسکین کی صورت نکل آئی تو کیا ہوگا

یہ عزمِ ترکِ مے. یہ تلخئ ماحولِ میخانہ

ہوا بدلی۔ چمن جاگا۔ گھٹا چھائی تو کیا ہوگا

ضیا بارہی کے قربان کچھ خیال ظرف انساں بھی
تماشا بن گیا ایک اک تماشائی تو کیا ہوگا

صدائے لن ترانی کی کشش کا علم کیا تم کو
اِسی آواز پر دنیا سمٹ آئی تو کیا ہوگا

دیئے جاتے ہیں ٹانکے زخم دل پر کتنی محنت سے
اگر آنے لگی ان کو بھی انگڑائی تو کیا ہوگا

مسرت کو لبھانا چاہتے ہو ابرؔ تم دل میں
محبت نے اگر غم کی کمی پائی تو کیا ہوگا

مشاعرہ رامپور ۲۹/۴/۴۹

یہ ان سے کیا دلِ وحشت مآب نے آیا ÷ گیا تھا بہر سکوں۔ اضطراب لے آیا
ملے ہیں داغ بہت دل کو ان کی محفل سے ÷ میں اِس جہان کو کئی آفتاب لے آیا
کچھ اور ہوں ستم تازہ باغباں ایجاد ÷ جگر جفائے بہاراں کی تاب لے آیا
گلوں کی آڑ میں ذوقِ نمائشِ جلوہ ÷ خود ان کو کھینچ کے زیرِ نقاب لے آیا
یہ اضطراب ترے میکشوں کا اے ساقی ÷ جو اور کوئی نیا انقلاب لے آیا
وہاں پہنچ نہیں سکتا خیال زاہد بھی ÷ جہاں مجھے کرم بے حساب لے آیا
گذر کر ترے لطف و عتاب کے عالم ÷ دل اعتبارِ عذاب و ثواب لے آیا
مرا ہی حسنِ نظر تھا ترے جمال کی خیر ÷ یہی جو تجھ پہ مکمل شباب لے آیا

قضا وہ آئی۔ بلایا ہے تم کو دوست نے ابرؔ
تمہارے خط کا وہ قاصد جواب لے آیا

بمشاعرہ امطرس ۲ ۶/۹ ۴

نہ حل کی موت نے بھی زیست کی مشکل تو کیا ہوگا
وہ آکر ہوگئے خود بیچ میں حائل تو کیا ہوگا

نہ آئی راس سعیٔ ضبطِ دردِ دل تو کیا ہوگا
نکل آیا کوئی آنسو سرِ محفل تو کیا ہوگا

مآلِ آہ و شیون چارہ گر خود بھی سمجھتا ہوں
طبیعت کو سکوں مل جائیگا. حاصل تو کیا ہوگا

نہ خوش ہو تم محبت کو غمِ پیہم میں اُلجھا کر
محبت نے جو کرلی یہ بھی طے منزل تو کیا ہوگا

تلاطم سے گذر کر ناخدا خوش ہے بہت خوش ہے
ڈبو دے اتصالِ کشتی و ساحل تو کیا ہوگا

سفینے دیکھ کر طوفاں میں ساحل سے جو ہنستے ہیں
اسی طوفاں نے بڑھ کر جا لیا ساحل تو کیا ہوگا

مسافر بحرِ غم کا، تو کنارہ جس کو سمجھا ہے
کسی کی لاش ہوگی غالباً۔ ساحل تو کیا ہوگا

طبیعت کو بدقت جبر کے سانچے میں ڈھالا ہے
اب اُس نے ابر سمجھا رحم کے قابل تو کیا ہوگا

بمشاعرہ مرادآباد ۹/۹ ۴

وہ خود ہی کہہ گئے تجھ کو قرار کیا ہوگا • بتاؤ اب جو سرے پردہ دگار کیا ہوگا

جو آپ اپنی بہار حسن پہ فخر کر نہ سکے ÷ بھلا وہ داغ حریف بہار کیا ہوگا
لحد میں ساتھ گئی ہے سیاہیٔ اعمال ÷ ضیا فروز چراغ مزار کیا ہوگا
ہر ایک رنگ چمن داغ دل نے کھینچ لیا ÷ اب اس کے بعد فروغ بہار کیا ہوگا
مزاج بحر کا عرفاں ہی نا خدا کو نہیں ÷ سفینہ موج و تلاطم سے پار کیا ہوگا
نئی ادا سے نظر آئے جب نظر آئے
نظر کو آپ پہ بھلا اعتبار کیا ہوگا

مشاعرہ مدراس ۲۱ ۴/۵

فقط ہوگا در ہمت پہ مقصد کا مراں اپنا
کئے جاؤ یونہیں سجدے سر اپنا آستاں اپنا
چلو کچھ کام تو آیا چمن میں آشیاں اپنا
پتا ہوں کو ٹھکانا ڈھونڈتی تھیں بجلیاں اپنا
کوئی رخ اور بدلے انقلاب گلستاں اپنا
یہ اپنا آشیاں بھی اب نہیں ہے آشیاں اپنا
گریباں ان کے ہاتھوں سے ہوا ہے دھجیاں اپنا
جو اب اہل جنوں اب ساری دنیا میں کہاں اپنا
قیادت رہزنوں کی پھر یہ اطمینان کا عالم
پہنچ ہی جائے گا منزل پہ جیسے کارواں اپنا
بڑے پردے سے ہوتی ہے جفائے نو بہ نو ہم پر
ضرورت ہے بدل دیں ہم بھی انداز فغاں اپنا

بہاروں کی ہوا ابھی کیا جنوں انگیز ہوتی ہے
ہُوا جاتا ہے دامانِ سکوں خود دھجیاں اپنا
کیا ہے سرنگوں اہلِ زمیں کی بربریت نے
ہوئی مدت کہ اب دشمن نہیں ہے آسماں اپنا

بند قطعہ

حکومت احترام اس کا نہیں کرتی تو کیا غم ہے
کرے گی خیر مقدم آپ ہی اُردو زباں اپنا
خدا حسن خمد بخشے خدا منزل پہ پہنچا دے
جنوں کی وادیوں میں گھر گیا ہے کارواں اپنا
نگاہیں جھک گئیں لے اثر ان کی قصۂ غم پر
ضرورت ہے بدل لے رُخ یہیں سے داستاں اپنا

۵ — ۶
۵۰

دل کو اُن کی نظر نے لُوٹ لیا ÷ اک مسافر خضر نے لُوٹ لیا
مجھ کو میرے ہنر نے لُوٹ لیا ÷ مبتدا کو خبر نے لُوٹ لیا
خیر عالم کو شر نے لُوٹ لیا ÷ اس جہاں کو سقر نے لُوٹ لیا
آہ میرے وطن کی لُوٹ نہ پُوچھ ÷ خود بشر کو بشر نے لُوٹ لیا
ان کو دیکھا کہ ہو گیا برباد ÷ مجھ کو میری نظر نے لُوٹ لیا
مشکلِ زیست موت نے حل کی ÷ درد کو چارہ گر نے لُوٹ لیا
کششِ حسن کی خبر ہی نہ تھی ÷ اعتبارِ نظر نے لُوٹ لیا
خود ہی چھینا وطن نے عیشِ وطن ÷ گھر کا سرمایہ گھر نے لُوٹ لیا

اِن کی رحمت کا قافلہ سرِ حشر ؛ اک مری چشمِ تر نے لُوٹ لیا
لُوٹ لی اس نے دولتِ کونین ؛ جس کو تیری نظر نے لُوٹ لیا
ابر جس کی امانت اُس کے سپرد
سجدوں کو سنگِ در نے لُوٹ لیا

۲۷ ۷/۵۰

زمانے میں پھر کون ہوتا ہمارا ؛ اگر تیرا غم بھی نہ دیتا سہارا
نہ دل نے کیا ترکِ الفت گوارا ؛ خرد نے بہت سرکشی پر اُبھارا
ترے غم کا دیدے کے پیہم سہارا ؛ بدقت مجھے زندگی نے گزارا
یہ صحرا وہ منزل کا دلکش نظارا ؛ کہاں لاکے پائے شکستہ نے مارا
چھپائے گا رازِ اشک رُک کر کہاں تک ؛ وہ ٹوٹے گا آخر کہاں تک یہ تارا
غم و درد پر بڑھ کے قبضہ جما لے ؛ کہ ان پر نہیں منعموں کا اجارا
چلا میں جو محفل سے ان کی نکل کر ؛ بہت دور تک بیکسی نے پکارا
تلاطم میں ہے بخت کشتی بھی شامل ؛ کنارے سے ٹکرا نہ جائے کنارا
اگر اب بھی ذلت میں گذرے تو قسمت ؛ خودی بھی ہماری خدا بھی ہمارا
غم جا وداں دے کے وہ مطمئن ہیں
اگر ہو گیا ابر یہ بھی گوارا

بمشاعرہ یوم چکبست دہلی ۸ ۳/۵۰

بہت مشکل ہے میرے نقشِ سجدہ ضبط کر جانا
کبھی اُبھریں انہیں اک دن ترے در پر اُبھر جانا

یہاں تک حُسن تجھ کو اہلِ دل نے معتبر جانا
کہ ہستی کو بھی اپنی تیرا اندازِ نظر جانا

میرِ پُرشوق کا اور اُن کے پاس تے ناز پر جانا
ٹھہر جانا یہیں اے گردشِ دوراں ٹھہر جانا

حرم میں دیر میں کیا فرق ہے یہ کم نظر دیکھیں
ہمیں تو جستجو سے واسطہ رکھنا جدھر جانا

اسے اس کی ہر تجلی سے محبت کی نمو ہو گی
مہلک دل کا تپ کر آتشِ غم میں نکھر جانا

یہ میرے وہم کا عالم نکل کر اُن کی محفل سے
کوئی آواز دے کر جیسے کہتا ہو ٹھہر جانا

خدا نا کردہ کیوں تکلیف ہوتی راہِ ہستی میں
غموں کو میں نے پایۂ زیست پر گردِ سفر جانا

تمہاری بزم پر ہی ختم ہوتا ہے سفر سب کا
کسی رستے تمہارے روبرو جانا مگر جانا

نہ ہوتے یہ تو کیوں صیاد ہوتا کیوں قفس ہوتا
بڑی دشواریوں کے بعد رازِ بال و پر جانا

بہت دلچسپ ہے یہ سانحہ تاریخِ گلشن میں
چمن میں ان کے آتے ہی گلوں کا رنگ اتر جانا

یہیں سے پڑ گئی بنیاد بس اپنی تباہی کی
کہ ہم نے ان کے وعدہ کو حدیثِ معتبر جانا

اُٹھی ہے یک بیک میری طرف چشمِ کرم اُن کی
ٹھہر جانا ذرا اے گردشِ دوراں ٹھہر جانا

بلا سے برق کوندے آگ برسے آندھیاں آئیں
ہمیں اے آبرؔ گلشن چھوڑ کر اپنا کدھر جانا

مشاعرہ مظفر نگر ۳۰ ۶/۵۱

غالباً یہ بھی جنوں کے تہِ فرماں نکلا ✦ خیر سے دامنِ ہستی بھی گریباں نکلا
موت مہماں ہوئی۔ دل سے غمِ جاناں نکلا ✦ شمع جل کر یہی ایک تو ارماں نکلا
اس کے ہوتے نہ چلا بوالہوسی کا جادو ✦ عشق دنیا میں ہر اک دل کا نگہباں نکلا
قیدِ ہستی میں ہوئی قیدِ وفا بھی عاید ✦ یہ تو اک اور بھی زنداں تہِ زنداں نکلا
اُف وہ کشتی جو کبھی غرق کنارے پہ ہوئی ✦ آہ وہ منظرِ ساحل کہ جو طوفاں نکلا
اس نے کیا کیا نہ دیئے اہلِ طلب کو دھوکے ✦ طور پر چمکا تو نزدیکِ رگِ جاں نکلا

سر فروشانِ چمن آبرؔ چمن میں نہ رہیں
خوب ہے لطف یہ قانونِ گلستاں نکلا

مشاعرہ بزمِ مشیر شکوہ آباد ۱۳ ۱۲/۵۲

کبھی ایسا تو دردِ عشق کا عالم نہیں ہوتا
کہ وہ خود چاہتے ہیں کم ہو لیکن کم نہیں ہوتا

لہ مطلع۔۔۔ قبلہ حضرت جوش ملسیانی۔ جسے وہ دیباچہ میں لاوارث مال قرار دیتے ہیں۔ عقلمند اتنا اچھا مال لاوارث بنا کر نہیں چھوڑ سکتے ✦ آبرؔ احسنی

چٹک غنچوں کی دیتی ہے پیامِ چاک دامانی
لبِ فطرت کا کوئی لفظ بھی مبہم نہیں ہوتا

خوشی کی پھر خوشی کیا ہو کرے کیوں غم کا غم کوئی
خوشی پیہم نہیں ہوتی مسلسل غم نہیں ہوتا

یہاں تک ظلم سہہ اٹھیں نگاہیں تجھ پہ دنیا کی
پھر اس کے بعد بازوئے ستم میں دم نہیں ہوتا

ستارے نور برساتے ہیں جگنو جگمگاتے ہیں
نہیں ہوتا مرے گھر کا اندھیرا کم نہیں ہوتا

نہ کر ضد بے نقابی کی یہ کیا وحشت ہے دیوانے
جہاں نظارہ ہوتا ہے نظر میں دم نہیں ہوتا

ہر اک عالم کی حد شاید تری محفل سے ملتی ہے
یہاں آ کر نظر میں پھر کوئی عالم نہیں ہوتا

یہ سرکش تجھ سے سجدوں کی عبث امید رکھتے ہیں
ہر اک سر آخر ہر ایک آستاں پر خم نہیں ہوتا

۲۶ جنوری ۱۹۵۴ء

بدل جائے رت، لیکن اہلِ چمن کی ادائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا
ہر اک سانس سے بوئے زہر آ رہی ہے ہوائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

خلا میں درخشاں سہی مہرِ تاباں زمیں تک شعاعیں نہ پہنچیں تو حاصل
وہی چار جانب گھٹا سا اندھیرا فضائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

بدلنے سے نقشوں کے کیا فائدہ ہے مجمل یوں تو جیسے بھی شئے کا گریگا
سکوں کی عمارت میں خم لانے والی بنائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

وفادار میہم جفاؤں کی ندمیں جفا کا بہ مجرم خلوتیں اماں کی
مسلسل شرارت کو شہ دینے والی عطائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

ترا رعب کل میکدے پہ ہے ساقی بہت خوب ہے تیری خوش انتظامی
مگر تنگدل کم نظر میکشوں کی خطائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

نکلتی ہیں جو بے سہاروں کے دل سے جیسے امن و راحت بیتے زندگانی
وہی اوج گردوں سے ٹکرانے والی دعائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

ترا جذبۂ برتری دوست برحق نمائش مگر اس کی ہے وجہ ذلت
جو رکھتے ہیں اہل نظر تیری بابت وہ رائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

نئے ظلم ڈھا کر نئے رہبروں نے کفن سے بنائے ہیں جو بیکسوں کے
وہی اونچی نیچی وہی اجلی اجلی قبائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

جو اپنے پرایوں کے حق میں روا ہیں سوائے خطا بے خطا سے مبرا
وہ منہ دیکھ کر اب دی جانے والی سزائیں نہ بدلیں تو کچھ بھی نہ بدلا

مشاعرہ چندوسی ۱۲/۵۴ ۲۵

شکوۂ جور یاں پر کبھی لایا نہ گیا ✤ ان کا افسانہ انہیں بھی تو سنایا نہ گیا
کوئی بھی بزم ہو خوش عشق کو پایا نہ گیا ✤ یہ ترانہ تو کسی ساز پہ گایا نہ گیا
میں تمہیں تا حد جاں ڈھونڈنے آ پہنچا ہوں ✤ اور تم سے مری بالیں پہ بھی آیا نہ گیا
زندگی کے لئے ہم ترک وفا کیا کرتے ✤ موت کو زیست کا عنوان بنایا نہ گیا

حشر آیا ہے تو اُگلا ہے زمیں نے مجھ کو ÷ مجرمِ عشق کسی سے بھی چھپایا نہ گیا
تھی غرض آپ کو مجھ سے مجھے کھو دینے تک ÷ میں کہاں ہوں کبھی پھر یہ بھی بتایا نہ گیا
کفر پر کوششِ تبلیغ تو کی واعظ نے ÷ دلِ کافر کو مسلمان بنایا نہ گیا

آبر اب کعبہ و کاشی پہ نہیں مجھ کو یقین
جس جگہ ہوتا تھا اس کو نہیں پایا نہ گیا

بمشاعرہ پونا ۶ ۴/۵۵

دل میں اب جوشِ مسرت کا گذر کیا ہوگا ÷ تم اُجاڑو جسے آباد وہ گھر کیا ہوگا
ان کو تو جلوہ نمائی سے حذر کیا ہوگا ÷ سوچنا یہ ہے کہ انجامِ نظر کیا ہوگا
چارہ گر اس کا کر اندازہ نظر سے اُن کی ÷ تیر ایسا ہے تو پھر زخمِ جگر کیا ہوگا
آنکھ میں رہ کے بڑھا کرتا ہے مول آنسو کا ÷ قطرہ بیرونِ صدف ہو تو گہر کیا ہوگا
آگ ہر شاخِ نشیمن میں لگانے والو ÷ یہ تو سوچو کہ گلستاں پہ اثر کیا ہوگا
شرحِ غم تیرا ہر اک اشکِ تمنا جانکہ ÷ اب بتا جلد بتا دیدۂ تر کیا ہوگا
غم امانت ہے محبت کی محبت ہی سہی ÷ غم کی دنیا میں پیدا کوئی ڈر کیا ہوگا
جب ہو خود جلنے کو تیار بنامِ گلزار ÷ اس نشیمن کو بھلا برق کا ڈر کیا ہوگا
اس کی پرواز ہے تا منزلِ جبریل بھی گرد ÷ جس کو کہتے ہیں فرشتے یہ بشر کیا ہوگا

روزِ فردا کا نہ غم کھائیے ہرگز اے آبر
کل کی معلوم ہے کس کو خبر کیا ہوگا

بمشاعرہ جشنِ ولادت حضرت جوش ملسیانی۔ جالندھر ۲۶ ۴ ۵۸

موت کو حال پر میرے پیار آگیا
جائیے آپ مجھ کو قرار آگیا

دوست کی بزم میں جانا آنا ہی کیا
دل شکستہ گیا سوگوار آگیا

رخ بدل کر نمایاں ہوئی تھی خزاں
لوگ سمجھے کہ دورِ بہار آگیا

گردشیں ٹھہری ٹھہری الم مستقل
میں کہاں گردشِ روزگار آگیا

عشق کا کتنا محکم ہے حسنِ یقین
اُس نے جو کچھ کہا اعتبار آگیا

میں شرابی ہوں ساقی نئے دور کا
پی لئے اشکِ حسرت خمار آگیا

سارے منصور وقت آج چپ چپ ہیں
کیا لبِ دوست پر ذکرِ دار آگیا

حادثاتِ محبت کی بنیاد کیا
دل کے نظریں جھکیں مجھ کو پیار آگیا

ہم تھے اور ان کے جلووں میں گم گشتگی
بیچ میں کیوں غمِ روزگار آگیا

دردِ دل کو ہنسی میں اڑاتا ہوں میں
یہ نہ سمجھو کہ دل کو قرار آگیا

حسن انجام جبر و ستم سوچ لے
عشق اگر برسرِ اقتدار آگیا

انقلاب اب آیا تو صدیاں لگیں
دل جب آیا تو بے اختیار آگیا

بمشاعرہ انبالہ کینٹ ۶ ۵۹

درد کو موت کی حد میں لانا پڑا
وہ نہ آئے تو ہم کو ہی جانا پڑا

ان کو بھی آج ذکر ز لانا پڑا
ایک مرکز پہ دونوں کو آنا پڑا

آبرو فرقِ من و تو مٹانا پڑا
لیکے نام اپنا ان کو بلانا پڑا

جانِ تازہ بھی حاصل ہوئی عشق سے
جان پر بھی کبھی کھیل جانا پڑا

جبرِ فطرت سے مجبور تھی ہر کلی — سینہ شق تھا مگر مسکرانا پڑا
اُن کے بالیں پہ آتے ہی موت آ گئی — دم نہ تھے تو ہمیں رُو ٹھ جانا پڑا
مر کے پہنچا محل میں منزلِ عشق پہ — راہ پُر خار تھی بچ کے جانا پڑا
تھی بڑی چیز خود داریِ عشق بھی — ہٹ کے در سے الگ سر جھکانا پڑا
جب بڑھا سوزِ فرقت تو نالے کئے — آگ کو آگ ہی سے بجھانا پڑا
ابن میں مجھ میں یہی باعثِ فصل تھی — بیچ سے آرزو کو ہٹانا پڑا
شہرتِ تابشِ حسن منظور تھی — غش سرِ طورِ موسیٰ کو کھانا پڑا
چھا چکی تھی زمانہ پہ باطل کی رو — دار پر نعرۂ حق لگانا پڑا
شرک ہے سجدہ غیرِ خدا کو مگر — آستاں دیکھ کر سر جھکانا پڑا
وہ ستم چھوڑ کر لطف پر آ گئے — عشق پر اک تازیانا پڑا

آبر تھا کون تنہائیوں کے سوا
حال دیوار و در کو سنانا پڑا

مشاعرہ نمائش اتروسی — ۲۵/۱/۵۸

لبوں تک آئے نالے روکنا آساں نہیں ہوتا
نہ نکلے جو کنارے سے توڑ کر ـ طوفاں نہیں ہوتا

عبادت خانۂ رسمی درِ جاناں نہیں ہوتا
یہاں سر جھک کر اٹھنے کا کوئی امکاں نہیں ہوتا

نہیں ہے قیس لیکن داستانِ عشق باقی ہے
یہ افسانہ تو ہوتا ہے مگر عنواں نہیں ہوتا

جو خود کو پا لیا میں نے تو پھر وہ بل ہی جائیں گے
نہ ہوا اپنا تو ان کا بھی کبھی عرفاں نہیں ہوتا

بسعیٔ ضبط پلکوں سے نکل ہی جاتے ہیں آنسو
کناروں میں کبھی محدود یہ طوفاں نہیں ہوتا

انہیں کیا علم کتنی مستیاں ہیں ان کے جلووں میں
مئے گلگوں کو اپنے کیف کا عرفاں نہیں ہوتا

رہائی کی تمنا ہے تو اٹھ کر توڑ دیوا سے
کیا جاتا ہے وا۔ خود وا درِ زنداں نہیں ہوتا

ذرا سمجھائیے کھل کر مریضانِ محبت کو
نہ ہوگا آپ سے۔ یا عشق کا درماں نہیں ہوتا

محبت کر محبت آدمیت کے تمنائی
عداوت کی فضا میں آدمی۔ انساں نہیں ہوتا

بڑی سادہ ادائیں آدمی کو لوٹ لیتی ہیں
جہاں دل ڈوب جاتے ہیں وہاں طوفاں نہیں ہوتا

حقیقت مہرِ تاباں کی بیاں وہ لوگ کرتے ہیں
جنہیں اے ابر اک ذرہ کا بھی عرفاں نہیں ہوتا

مشاعرہ مارہرہ شریف ۱۰ ۱/۶۰

حشر بر کف سامنے حسن تمام آ ہی گیا — اب یہ مجبوری محبت کا مقام آ ہی گیا
بجلیوں کا تیرے گھر کو بھی سلام آ ہی گیا — غالباً صیاد وقت انتقام آ ہی گیا
میرا اندازِ بغاوت آج کام آ ہی گیا — لے لیے جب چھینا مرے قبضہ میں جام آ ہی گیا

ان کی رسوائی کا مجھ پر اتہام آ ہی گیا
کہہ رہا تھا کچھ کہ لب پر ان کا نام آ ہی گیا

لب پہ اک موجِ تبسم ان کے آخر آ ہی گئی
مسکرانے کا شگوفوں کو پیام آ ہی گیا

اس زباں بندی کا آخر اور کیا ہوتا مآل
میری چشمِ نم کو اندازِ کلام آ ہی گیا

بس یہ چل کر پائی سب نے منزلِ دیوانگی
میرا ہر نقشِ قدم دنیا کے کام آ ہی گیا

الوداع اے ذوقِ توبہ واعظِ مشفق سلام
اب تو لب تک دستِ نازک سے چھلکتا جام آ ہی گیا

گلستاں کے حادثوں کا اس سے اندازہ کرو
میں سکوں پانے کی خاطر زیرِ دام آ ہی گیا

سر خمیدہ آئیں سب پیرِ مغاں کے سامنے
ہو نمازِ بادہ رندوں کا امام آ ہی گیا

غیر تھا میں اپنے اپنوں میں یہاں چلتے تھے جام
بزمِ ساقی سے میں آخر تشنہ کام آ ہی گیا

میری بیتابی پہ رکتی ہی نہیں ان کی ہنسی
اب تبسم آہ بننے کا مقام آ ہی گیا

حشر بردوش و قیامت در بغل آفت بکف
صبح سے تھا جس کا دھڑکا وہ وقتِ شام آ ہی گیا

تبصرہ تھا نکتہ بر گستاخئ تنقید کر
ہونے والی بات تو ہو کر رہے بجام آ ہی گیا

شیخ اٹھا گھبرا کے پھر فرعون "یہ مفرد ہے"
میرا مصنوعی تکبر آج بھی کام آ ہی گیا

بمشاعرہ سہارنپور ۵۸

ردیف (ب)

حد سے گذرا جا رہا ہے اضطراب
انقلاب اے نالۂ دل انقلاب

اور وہ آہیں دلِ پر اضطراب
اٹھ چلی وہ روئے روشن سے نقاب

ہوتے ہی پردے سے جلوے بے نقاب
مل رہا ہے لن ترانی کا جواب

عشق کی نظریں یکایک پھر گئیں
ذرۂ دل بن رہا تھا آفتاب

لکھ رہا ہوں نامۂ شوق ان کو یوں
جیسے آ ہی جائے گا اس کا جواب

کیوں محبت میں وفا کی آرزو　　　خود محبت ہے محبت کا جواب
اے مکانِ عیش و غفلت کے مکیں　　　اور اگر آ جائے کوئی انقلاب
ظلم سے کیا اکبرؔ ہمت ہارنا
زندگی یوں بن رہی ہے کامیاب

مشاعرہ دہلی - ۲۳ ؁۵۷

میرے ساقی نہیں ہیں ہی اک تشنہ لب　　　شائقِ نظمِ میخانہ ہیں سب کے سب
وہ نگاہِ کرم وہ ادائے غضب　　　آپ بنیادِ غم آپ وجہِ طرب
مجھ کو جلووں کی اُن کو نظر کی طلب　　　عشق بھی تشنہ لب حسن بھی تشنہ لب
وہ فلک جگمگایا وہ سورج اُٹھا　　　ظلمتوں میں آجا لا مگر اب نہ تب
آہیں پر ہم جیئے نام پر مر مٹے　　　ڈھنگ جینے کا آیا نہ مرنے کا ڈھب
زیرِ خنجر یہ کیا کہہ رہے ہیں حسین　　　جان دے اور باطل سے ہرگز نہ دب
آپ آئیں اگر بال کھولے ہوئے　　　بل نکل جائیں زلفِ زمانہ کے سب
دوست کے جور پر عزمِ ترکِ وفا　　　ہیں خیالات تیرے کہاں بے ادب؟
آپ امن و سکوں سے نہ وعدے کریں　　　یہ مرا حق ہے۔ اب چاہیئے مجھ کو اب
اُن سے آنکھیں ملائیں سرور آ گیا　　　مختلف بادہ نوشی کے ہوتے ہیں ڈھب
ملتی ہیں اس کلہ کی گرد میں تمکنتیں　　　اقتدار اصل میں ہے تکبر کا اب
ہاں مجھے بحرِ غم میں ڈبو دیجئے　　　آپ سے میں نے کی تھی امیدِ طرب
دیکھ کر اکبرؔ اسعدِ غزل کی ادا
آج حیرت میں ہیں کیا عجم کیا عرب

بمشاعرہ جلیسر ۳/۵۹ ۴

ہو نہیں سکتی رسائی در جاناں کے قریب
ہیں ابھی وہ درد نہ پہنچے گا جو درماں کے قریب

یورشِ جلوہ بھی ہے دیدۂ گریاں کے قریب
دیکھئے کیا ہو کہ طوفان ہے طوفاں کے قریب

غالباً آ گئے دن فصلِ بہاراں کے قریب
ہاتھ رک جاتے ہیں جا جا کے گریباں کے قریب

دوست ہستی ہے مری تجھ سے جدا ہونے تک
پھر کہاں وہ جو پہنچ جائے جو درماں کے قریب

ان سے طوفان بھی کترا کے نکل جاتے ہیں
جو سفینے کہ رہا کرتے ہیں طوفاں کے قریب

تو نشیمن مرا صیاد جلا دے جا کر
بجلیاں پھر تو نہ کوندیں گی گلستاں کے قریب

کتنی کوتاہ ہے گلزار پرستوں کی نگاہ
اشکِ شبنم کو نہ دیکھا گلِ خنداں کے قریب

غمِ دوراں کی شکایت ہے انہیں لوگوں کو
جو پہنچ ہی نہیں سکتے غمِ جاناں کے قریب

سازش آتی ہے دغا آتی ہے مکر آتے ہیں
آہ انسانیت آتی نہیں۔ انساں کے قریب

ردیف پ ۱/۴۶ ۱

چھپتے ہوئے جہاں پہ نظر آ رہے ہیں آپ
شاید ہمارا نالہ بنے جا رہے ہیں آپ

کیوں دل کے آئینے میں بسے جا رہے ہیں آپ
منہ اپنا دیکھتا ہوں نظر آ رہے ہیں آپ

ایسے بھی خواب مجھ کو دکھائے ہیں شوق نے
میں غم سے بیقرار ہوں سمجھا رہے ہیں آپ

تھا جو ایک کرم دلِ ناپسند پہ
کیوں مجھ سے اب حشر میں شرما رہے ہیں آپ

سوزِ الم سے دل میں لگا دی ہے آگ بھی
تلقینِ ضبط بھی ہے فرما رہے ہیں آپ

اس دل پہ سیخ و پاس کا نرغہ ہے آج تک
جس دل کی چاہتوں کی تمنا رہے ہیں آپ

اب تک یہ راز میری سمجھ میں نہ آ سکا
دل خود تڑپ رہا ہے کہ تڑپا رہے ہیں آپ

ردیف ت) ۵ ۱۲/۵۵

ٹل نہیں سکتی غم سے نجات — عمر محبت تا بہ حیات
ٹوٹ رہا ہوں سازِ حیات — لے غمِ جاناں تجھ کو نجات
ذکرِ چمن پر چپ چپ ہوں — ہیں کچھ ایسے ہی حالات
چڑھتے نالے بڑھتے اشک — جیسی رُت ویسی برسات
حسن کی سادہ چالوں پر — کھا جاتے ہیں شاطر مات
لطفِ جفائے دوست نہ پوچھ — اور ہے کب مددگارِ حیات
چارہ گری کر اے غمِ دوست — مار نہ ڈالے دردِ حیات
کھو دیتے خود داریِ عشق؟ — ہم کیوں کرتے اِن سے بات

ان سے بچھڑنے کا کیا غم
آخر جہاں میں کس کو ثبات

بمشاعرہ گنّور ۶ ۷/۵۵

آئی پیامِ موت۔ حیات — اور یہ نکلی بات سے بات
ان کی طلب کر وقفِ حیات — دہر سے فرصت غم سے نجات
بدلیں اب حالات مجھے — میرے بدلے تھے حالات
سب سے الگ الفت کی زباں — کون سمجھتا دل کی بات
اے مضرابِ جور ٹھہر — ٹوٹ نہ جائے سازِ حیات
یاد نہ آ اے زلفِ دراز — بڑھ جائے گی غم کی رات
ان کی دنیا ان کی بزم — سنتا کون تمہاری بات

ہے غم دوراں بھی اک چیز   تیری غم جاناں کیا بات
اثرؔ مناؤ ضبط کی خیر
لب تک آئی دل کی بات

بمشاعرہ رامپور ۲۵ ۵۰

ہے یہی زیر بحث ابھی تک بات   گھٹ رہی ہے کہ بڑھ رہی ہے رات
دینے آئی ہے موت غم سے نجات   کس کو ملتا ہے اب مزاج حیات
آدمیت نے یہ ترقی کی !!   آدمی میں ہیں بھیڑیوں کی صفات
وہ ہنسے میرے اشک بھر آئے   نکل آئی یہ اور بات سے بات
روز ہوتے ہیں راہبر پیدا   روز لٹتے ہیں کاروانِ حیات
تیرے احساس کمتری کی قسم   نہ ملے گی تجھے غموں سے نجات
خود ہی یہ شاطران تنگ نگاہ   اپنی چالوں پہ کھا رہے ہیں مات
نہ سنبھالے جنونِ عشق اگر   عقل برباد کر چکی تھی حیات
پٹیاں صاف - زخم دامن دار   چارہ سازی یہ چارہ گر ہیہات
پڑتے رہتے ہیں امن پر ڈاکے
ہوتی رہتی ہے اثرؔ امن کی بات

بمشاعرہ بدایوں ۱۹۴۶ء

ایک جام مرگ مجھ کو ساقیٔ میخانہ آج   دوسرے رخ سے سنا ہے انہیں افسانہ آج
سجدۂ محراب عرفاں میں ہے گم دیوانہ آج   ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہر سو کعبہ و بتخانہ آج
کس لئے برہم ہے چشم ساقیٔ میخانہ آج   بھر گیا اللہ کس کی عمر کا پیمانہ آج

آگیا ہے آنکھ میں اک اشکِ تابانہ آج — آپ بھی سن لیں یہ بے صوت و صدا افسانہ آج
لیکن اس کا نام آخر میں لیا دیوانہ آج — ہو گیا رازِ جنوں افسانہ در افسانہ آج
اب بھلا چشمِ تماشا کو ہو کس پر اعتبار — مختلف ہے کل سے رنگِ جلوۂ جانانہ آج
کس یقیں کے ساتھ ہے محوِ مداواتِ جنوں — چارہ گر بھی ساتھ میرے ہو گیا دیوانہ آج
آہ کس رخ سے ملی شوقِ رسائی کی خلش — سن رہے ہیں اہلِ زنداں لٹ گیا کاشانہ آج
بن کے دیوانہ جیو خواہش ہے جینے کی اگر — بیخودی میں کس پتے کی کہہ گیا دیوانہ آج
جام تا بہ جم شکست و ساغر تہ بہ شکست — توڑ دیتی ہے نظر ساقی کی ہر پیمانہ آج
یہ جنوں پیہم تجلّی. یہ اداۓ عقل سوز — آپ چھوڑیں گے بنا کر کیا مجھے دیوانہ آج

اپنے گھر میں اپنی خودداری لئے بیٹھے رہو
اُجڑے دنیا تو تمہاری کل کرے پروا نہ آج

مشاعرہ کلکتہ - ۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء

عیاں ہو روزِ قیامت بھی غم کی رات کے بعد
حیات اور نکھرتی ہے حادثات کے بعد
زمیں ٹھہر گئی اُلفت کی واردات کے بعد
نہ آج سے کبھی دن آسکے گا رات کے بعد
نہ تو ہی موجۂ خوں سے گذر سکا ورنہ!
فضائے دامن کوثر ہے ہر فرات کے بعد
کہاں ہو اب مری دقت پسندیوں کا علاج
سہولتیں نکل آتی ہیں مشکلات کے بعد
ابھی سے چھوڑ سکو تم ستم تو اچھا ہے

یہ چھوڑنے ہی پڑیں گے میری حیات کے بعد

۷ ہزار حشر گذرتے ہیں عشق کے سر پر
الم کی بات سے پہلے الم کی بات کے بعد

بس اِس قصور پہ ناراض مجھ سے ہیں سب لوگ
بھروسا ذاتِ خدا پر ہے اپنی ذات کے بعد

بدل ہیں سینکڑوں قہقہوں کا اسے شکست نصیب
وہ تجربہ ہے جو میسر ہوں ایک مات کے بعد

کرم بھی راس نہ آیا مجھے ستم تو ستم
بھرا بھرا ہے جہاں اِن کے التفات کے بعد

یہ کائنات بڑی چیز ہے مگر اے دوست!
نگاہ تجھ پہ ٹھہرتی ہے کائنات کے بعد

۸ چمن کے جور کو اب تو کرم ہی کہنا ہے
گلہ نجات کا زیبا نہیں نجات کے بعد

سزائے دار کے اب مستحق ہیں دیوانے
زباں پر آتا ہے نام اِن کا بات بات کے بعد

غنی ہوں آج کہ سب کچھ ہے میرے قبضے میں
جہانِ درد سی شے دل کی کائنات کے بعد

(ردیف ر) بمشاعرہ بدایون ۵/۴۲ ۱۰

عیاں ہوا داغ بھی بالآخر فراق میں قلب ناتواں پر
۱ یہ اور قسمت نے مہر کر دی ہمارے سوزِ غمِ نہاں پر

سر اپنے مرکز پہ آ گیا ہے اُٹھے گا کیا موت سے یہ پہلے
جبیں ترے در کی جستجو میں جھکا چکا ہوں ہر آستاں پر

پڑے ہیں اب ضبط کے یہ لالے کہ خود بخود ہو رہے ہیں نالے
جو دل میں تھے سوزِ غم سے چھالے وہ آنے جاتے ہیں سب زباں پر

نہیں ہیں یہ نقش ہائے باطل یہ میرے سجدے ہیں میرے سجدے
مٹاتے جاؤ تم آشیاں سے اُبھرتے آئیں گے آستاں پر

حواس پہ جب چلے نہ قابو چھپاؤں پھر کیسے رازِ اُلفت
کسی سے جب کوئی گفتگو میں تمہارا نام آ گیا زباں پر

مری خموشی پہ تم نہ جاؤ سکوں ہے در اصل وہ سکوں ہے
جو پہلے طوفان سے ہو طاری رواں بحرِ بیکراں پر!

سُنا رہا ہوں ترا فسانہ ابھی ہے اپنی جگہ زمانہ
نظامِ عالم کا دیکھنا ہے مآلِ اختتامِ داستاں پر

مشاعرہ رامپور ۴۸ء

تمہیں یہ حیرت ہے کیوں میری فغاں پہ — جگر کی چوٹ اُبھری ہے زباں پر
ابھی نا واقفِ غم ہے زمانہ — ہنسے جاتا ہے میری داستاں پر
بہارِ دو جہانِ دل ہو عالم — شباب آ جائے جیسے گلستاں پر
خیالِ قربِ منزل گم نہ کر دے — یہی منزل ہے ہماری کارواں پر
حیاتِ عاشقی بھی دیدنی ہے — فغاں لب پہ نگاہیں آسماں پر
جہاں اشکِ تمنا بن نہ جائے — نہ رو دیں آپ میری داستاں پر
نظر کا امتحاں پھر کیا ہوگا — اگر آ جائیں جلوے امتحاں پر

بمشاعرہ جمشید پور ۱۸ ۶/۴۹

نظر کے حسن کو محدود و بے وقار نہ کر — نہیں جو خار تو پھر سیرِ لالہ زار نہ کر
بیانِ نعرۂ منصور و شرحِ دار نہ کر — یہ بات راز کی ہے اس کو آشکار نہ کر
گذار دورِ خزاں صبر سے بیادِ بہار — بہار آئے گی اندیشۂ بہار نہ کر
ترے ہی غم کی امانت ہیں رکھ نظر اس پہ — مجھے ہلاک ستم ہائے روزگار نہ کر
یہ دیکھ بھر گئے داغوں سے کس قدر سینے — چمن میں کتنے کھلے پھول یہ شمار نہ کر
تری نگاہ کی طاقت کا علم ہے اُن کو — سوالِ دید کرے بھی تو بار بار نہ کر

گلوں کی شکل میں ہوتے ہیں زخم بھی اے ابر
بہار سے کبھی اندازۂ بہار نہ کر

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۱۲ ۱/۵۲

ان سے علاوہ حور و قصور — عشق کو دونوں نا منظور!
چھین لیا آنکھوں سے نور — آہ تجلّی کا دستور
حد میں تجلّی وجہ سرور — اس سے آگے شعلۂ طور
یہ روشن دورِ جمہور — بن ہی گئے لاکھوں گھر طور
اب یوں جیتے ہیں رنجور — لب پہ ہنسی دل میں ناسور
دار و رسن مجھ کو منظور — اپنے وقت کا ہوں منصور
اب سوتا ہے فتنۂ زر — جاگتا جاتا ہے مزدور
عدل و صداقت چپ ہو جائیں — بجتا ہے سازِ جمہور[1]

[1] سازِ جمہور بڑا ... ہر دربار ہے۔ اس سے انکار نہیں مگر جب اس کے پردہ میں ہر ظلم و ناانصافی روا رکھی جانے؟ (ایم احسن ...)

محبت اری کا بھی الزام صورت تکتے ہیں مجبور

وجۂ تکبر آبرؔ نہ پوچھ

بے ہنری پہ ہوں مغرور

بمشاعرہ شعرستان پربھات جالندھر ۱۹۵۹ء ۱۲

جہانِ خود نمائی سے گذر کر
مرے عالم پہ بھی اک دن نظر کر

حذر کر التجاؤں سے حذر کر
انہیں ہستی سے اپنی جلوہ گر کر

سرِ ساحل پہنچ اس سے گذر کر
بھرم کھوتا ہے کیا طوفاں سے ڈر کر

گذر جا درد سے ہستی کے مرکز
اسیرِ غم فسانہ مختصر کر

بہت آسان ہیں ظلمت کے تنکے
کبھی ظلمت سے پیدا بھی سحر کر

مجھے جھک کر بنایا اس نے کعبہ
جبیں کو میرے سجدے سنگِ در کر

ڈبو دے جو مرے غم کا سفینہ
وہ آنسو بھی تو پیدا چشم تر کر

دھلوا دیئے اب ان کا دامن
پشیماں کس قدر ہوں آہ بھر کر

دیا وہ آج میرا نقش سجدہ
کبھی کعبہ بنے گا یہ ابھر کر

بڑا ہی مہرباں ہے میرا صیاد
رہا مجھ کو کیا ہے پر کتر کر

دریدہ دامنوں پہ ہنسنے والے
گریباں پر کبھی اپنے نظر کر

ہاتے ہیں آج انسانیت کا
درندے آدمی کا روپ بھر کر

کہاں تک شرر پتلوں سے نباہوں
کوئی خاکِ وطن پیدا بشر کر

پذیرائی ہوس کی دیکھ کر ابرؔ

محبت رہ گئی ہے آہ بھر کر

بمشاعرہ رامپور ۲/۲/۵۲

(ردیف تک)

ہر اک نظر میں ہے رقصاں وہ موجِ نور اب تک
کھُلا سکا نہ جہاں داستانِ طور اب تک
جنوں کے ہاتھ میں سب کا روبار سونپ دیا
بشر کو آیا نہ جینے کا بھی شعور اب تک
خبر نہیں تمہیں دیکھا تھا کیسے عالم میں
ابل رہی ہے نگاہوں سے موجِ نور اب تک
چمن ہی پھونک دیا میرے آشیاں کے ساتھ
نہ آیا برق کو گرنے کا بھی شعور اب تک
ضیائے داغِ طلب ہی سے کیوں نہ بڑھوں!
فسردہ کب سے پڑا ہے چراغِ طور اب تک
جنوں نے بڑھ کے الٹ بھی دی اُن کے رُخ سے نقاب
[illegible] میں رہی عقلِ بے شعور اب تک
وہی فسانۂ انسانیت درندوں میں
دماغِ حضرتِ واعظ میں ہے فتور اب تک
جو ہو سکے تو بھڑکتے دلوں کو ٹھنڈا کر
بہت بنا دیئے تیری نظر نے طور اب تک
مگر یہ ننگ سہے آخر بے وفا تو نہیں
وفا کا دم بھرتے تو ہو تم حضور اب تک

مشاعرہ نمائش اٹاوہ ۲۹ ۱۱/۵۱

لب بالا پہ ہے منصور کا خونیں سبق ابتک ÷ بنے ہیں زینتِ دار و رسن اربابِ حق ابتک
بگولے خاک اڑاتے ہیں فضا کا منہ ہے فق ابتک ÷ مرے نالے کا کھٹکا ہے بیاباں کو قلق ابتک
اٹھائی آنکھ کس کافر نے کس پر دیکھ کر تم کو ÷ کہاں چھوٹا نظر کے ہاتھ سے دامانِ حق ابتک
مرے گلزار پر کیوں بجلیاں برسائی تھیں اس نے ÷ فلک پہ روز بھڑکاتی ہے آگ آکر شفق ابتک
بہ ایں علم و خرد اک حرف بھی انساں نہیں سمجھا ÷ کتابِ آدمیت پائی جاتی ہے ادق ابتک
بجائے بادہ جامِ زہر پہنچے جن کے ہاتھوں سے ÷ انہیں ہاتھوں میں میخانہ کا ہے نظم و نسق ابتک
وہ گلشن جس کے ہر گل میں ہے میرے خون کی سرخی ÷ نہیں سمجھے گا اس پر بھی نہیں ہے میرا حق ابتک
مجھے ہاتھوں سے کھونا ضربِ خونیں سے مقصد ہے ÷ قلق ہوا جس کا ہے تجھ کو نہیں اس کا قلق ابتک
بیاضِ حسن میں سب خوبیاں لکھی ہیں قدرت نے ÷ مگر خالی ہے مضمونِ وفا سے ہر ورق ابتک
سرِ مینا بشکلِ مہر ہے میرا ہر اک سجدہ ÷ ہر اک ذرہ پہ میخانے کے میں کھاتا ہوں چق ابتک
مجھے درسِ وفا وہ بیخود دینے کو آئے ہیں ÷ نہیں دیکھی گئی جن میں مروت کی رمق ابتک

اٹھو منصور عیسیٰ بن کے ہر باطل پہ چھا جاؤ
مقامِ دار سے آتی ہے آوازِ انا الحق ابتک

مشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۱۸ ۱۱/۵۱

روش پہ اپنی قائم ہے نظامِ گلستاں اب تک
گرا رہی ہیں بجلیاں اب تک جلے ہیں آشیاں اب تک
ترے جلوے نے پائی ہے مرے دل میں اماں اب تک
شعاعِ مہر کا ذرہ رہا ہے پاسباں اب تک

گلوں کو توڑنا، کلیاں مسلنا، لوٹنا گلشن
ہنسی سمجھے ہوئے ہیں باغبانی باغباں اب تک

وہی جب ان کا ذکر آنا تو میرا مسکرا دینا
رہا ہے بس اسی مرکز پہ اندازِ فغاں اب تک

غلط چالیں نہ چل، للہ اسے مغرورِ آزادی
کہ اس منزل پہ اکثر لٹ چکے ہیں کارواں اب تک

ہم اب اک سجدۂ بے آستاں کی طرح ڈالیں گے
بہت توہینِ سجدہ کر چکا ہے آستاں اب تک

یہ تارے اس فلک سے ابر اگر ٹوٹے تو کیا ہوگا
لئے بیٹھی ہے کتنے اشکِ چشمِ خوں فشاں اب تک

۱ ۳/۵۸

اسی کے تذکرے ہیں لا مکاں تک ؛ خدا جانے محبت ہے کہاں تک
فغاں سینے میں منڈلائے کہاں تک ؛ نہ دل کی آگ آ پہنچے زباں تک
ہمیں تم میں نظر جائے جہاں تک ؛ کرے گی دشمنی دنیا کہاں تک
فلک رفعت ہے عجزِ آدمیت ؛ مگر انساں کب پہنچا یہاں تک
اتر آئے ہیں رہبر رہزنی پر ؛ خبر پہنچا دو میرے کارواں تک
وہ اس پردے سے ڈھاتے ہیں مظالم ؛ یقیں کیسا نہیں ہوتا گماں تک
یہ نذرِ آہ و شورِ سر فروشی ؛ ہر اک ہنگامہ ہے صرفِ امتحاں تک
پھر اس کے بعد ہوگا ہو کا عالم ؛ یہ دنیا ہے ہماری داستاں تک
گری ہے برق کس رخ سے چمن میں ؛ چراغاں ہے قفس سے آشیاں تک

یہ کیسے ہو رہے ہیں اثرؔ سجدے
مٹے جاتے ہیں قدموں کے نشاں تک

۱۹ ش/۴۳ (ردیف ل)

زندگی اک پیکرِ آہ و فغاں ہے آجکل ÷ زندگی پر تیرا ارماں حکمراں ہے آجکل
خود مجسم بن گیا ہے دوست کا جلوہ عیاں ہے آجکل ÷ میری چشم شوق کیا جانے کہاں ہے آجکل
اب مجھے دل کے بہک جانے کا اندیشہ نہیں ÷ دردِ الفت میرے دل کا پاسباں ہے آجکل
چرخ شاید اس ستم کے بعد خود مٹ جائیگا ÷ برق کے پہرے میں میرا آشیاں ہے آجکل
ہر کہیں چاروں طرف پاتا ہوں تجھ کو بے نقاب ÷ ہوں وہیں اب میں بھی شاید تو جہاں ہے آجکل
جستجو کی حد سے باہر یا حدِ جاں سے ادھر ÷ کچھ خبر ہے بے نشاں تیری کہاں ہے آجکل
اپنی دھن میں یوں جہاں بھی چاہا سجدہ کر لیا ÷ جیسے ہر اک ذرہ تیرا آستاں ہے آجکل
آؤ دامن سرخ کر لیں خون رو کر بیچ میں ÷ چرخ پر اودی گھٹا سی کا سماں ہے آجکل
رہ گئی ہے بن کے وہ لفظِ تمنا کائنات ÷ جس کا ایک ایک حرف ایک ایک داستاں ہے آجکل
رہ گیا ہو جیسے مٹ کر دہر سے ہر اک وجود ÷ یا ترا جلوہ ہے یا میری فغاں ہے آجکل

ساری دنیا کو سناتا ہوں فسانہ عشق کا
ساری دنیا اثرؔ میری رازداں ہے آجکل

مشاعرہ بزم احسن گنور ۲۰ ۶/۵ہ

کن منزلوں میں نفسِ بہاراں ہے آجکل ÷ برہم مزاجِ سنبل و ریحاں ہے آجکل
ہر دل رہینِ جلوۂ جاناں ہے آجکل ÷ جو آئینہ جہاں بھی ہے حیراں ہے آجکل
جو ذرہ جس جگہ ہے پریشاں ہے آجکل ÷ ٹھہری ہوئی سی گردشِ دوراں ہے آجکل

کانٹا بنا دیا ہے گلوں کو بہار نے ∴ بدلا ہوا نظام گلستاں ہے آجکل
تحقیر کا نشانہ سمجھ انساں ہی نہیں ∴ انسانیت بھی سر بگریباں ہے آجکل
نظروں میں ہے جہاں کی دو رنگی بسی ہوئی ∴ دل مطمئن ہے پھر بھی پریشاں ہے آجکل
بیمار ہے ہیں دیدۂ پر شوق سرخ پھول ∴ مجھ پر بنی بہار کا احساں ہے آجکل
ساحل سے بیچ تر ہے ہیں طوفاں سے ہوا ∴ مہمل سوال ساحل و طوفاں ہے آجکل
شامل جنون عشق میں ہیں ہوشمندیاں ∴ ہاتھوں میں ہیں ہیرے ان کا گریباں ہے آجکل

دامن بچا کے سیر چمن کر رہا ہوں ابر
جو پھول ہے وہ شعلہ بداماں ہے آجکل

مشاعرہ شاہجہان پور سنہ ۴ - ۵

(ردیف ہم)

ڈھونڈتے ہیں دوست کو بچ بچ کر اپنے دل سے ہم
منزلوں پیچھے ہیں گویا رہ کے منزل سے ہم

اضطراب شوق میں جس وقت آتی ہے ترنگ
کھینچ لاتے ہیں وہیں ان کو حجابِ دل سے ہم

ناخدا جو ہو وہ بوتے دے رہیں ایسے ہی دن
بہتے بہتے بھی کبھی تو ٹکرا جائیں گے ساحل سے ہم

شورِ ناقوس و اذاں بھی ہے سوال بے جواب !!!
خود بتا دو اب یکایک تم کو کس منزل سے ہم

داغِ الفت دل میں جلوے آنکھ میں سر میں جنوں
ایک دنیا لے کے اٹھے ہیں تری محفل سے ہم

پیچھے ہٹتی جا رہی ہے سامنے کی روشنی !!!
دیکھنا آگے نکل آئے نہ ہوں منزل سے ہم
آپ کو دل کی تمنائیں تو سمجھتا نا کجا !
اپنا مطلب خود سمجھتے ہیں بڑی مشکل سے ہم
ہوش رنگینی میں گم، احساس جلووں میں فنا
کیا کہیں موجود ہیں یا اٹھ گئے محفل سے ہم
ابر شہرہ ہے کہ اُن کا آستاں ملتا نہیں
ایک سجدہ کاش کر لیتے کسی دن دل سے ہم

مشاعرہ بریلی ۹/۴/۵۹

دیکھیں گے رُخ بدل کے تمہیں ہر نظر سے ہم
تاروں سے ہم بہار سے ہم بجر و بر سے ہم
چھوڑیں گے واسطہ نہ تری رہ گذر سے ہم !!
تھک جائیں گے جو پاؤں تو گذریں گے سر سے ہم
پھونکیں نقاب دوست کہ سلجھیں جگر سے ہم
اے آہ پہلے آگ لگائیں کدھر سے ہم
مظلومیت دبائے گی مٹنے کے بعد بھی
برسیں گے اشک بنکے ہر اک چشم تر سے ہم
تھا دائرہ کی شکل میں رشتہ حیات کا
یعنی گئے اُدھر ہی چلے تھے جدھر سے ہم

ہوتی ہے کوئی کوئی جبیں کعبہ ساز بھی!
لا سر ملا کے دیکھیں ترے سنگِ در سے ہم

حیرت سے ہر قدم پہ ہے اب تک مقابلہ
گذرے تھے کس گھڑی کے تری رہگذر سے ہم

کچھ دقعہ ہوتی جاتی ہیں ہر لمحہ رفعتیں
گر تو نہیں رہے ہیں تمہاری نظر سے ہم

ہم نے جہانِ عشق میں کاٹی ہے زندگی
آگاہ شام سے ہیں نہ واقف سحر سے ہم

یہ بارہا ہوا ہے کہ ان کے خیال میں
رُوداد ہجر کہتے رہے بام و در سے ہم

دل کو ہے شک فسانۂ برق و کلیم پر
آؤ نظر ملائیں تمہاری نظر سے ہم

مارا ہے آخر شامِ غریبی میں عشق نے
لیں گے کفن سفیدیٔ رنگِ سحر سے ہم

بمشاعرہ فصاحت حیدرآباد

۱۷ ستمبر ۳۴

رُوح و تن میں کشمکش پاتے ہیں ہم ✦ غالباً تیرے قریب آتے ہیں ہم
جب رموزِ عشق سمجھاتے ہیں ہم ✦ منظرِ فطرت پہ چھا جاتے ہیں ہم
جا رہے ہیں ہر نفس کے ساتھ ساتھ ✦ یہ خبر کیا ہے کہاں جاتے ہیں ہم
رازِ فطرت کھولنے کے شوق میں ✦ بن کے خود اک راز رہ جاتے ہیں ہم

زندگی منزل کی ہے در اصل راہ ÷ اس طرف ہو کر گزر جاتے ہیں ہم
اور کیا ہے صورتِ اخفائے راز ÷ آج سودائی ہوئے جاتے ہیں ہم
بدلو بدلو یہ نظامِ جستجو ÷ دیکھو دیکھو گم ہوئے جاتے ہیں ہم
میکدے میں ہے یہ کیوں رُکا انقلاب ÷ ساقیا! کیا ہوش میں آتے ہیں ہم
گرمیِ جلوہ جب آجاتی ہے یاد ÷ آئینہ [illegible] بن جاتے ہیں ہم

اپنی منزل پر نفس کی راہ سے
اکبر گھر بیٹھے ہوئے جاتے ہیں ہم

مشاعرہ بارہ بنکی ۲۵ ۵/۴۸

آلودۂ نگاہ انھیں کیا کریں گے ہم ÷ بے پردہ جب وہ آئے تو پردہ کریں گے ہم
دل کی خلش کا یوں بھی مداوا کریں گے ہم ÷ اُن کی نگاہ سے اپنی تمنا کریں گے ہم
بچ بھی گیا جو برق کی نظروں سے آشیاں ÷ بھڑکی جو دل کی آگ تو پھر کیا کریں گے ہم
غم دے کے میرے غم کا مداوا کریں گے یہ ÷ جو منہ سے کہہ رہے ہیں مداوا کریں گے ہم
منکرِ عشق دہر ہے زاہد کو فکر کیوں ÷ مرتے رہیں گے تمہاری تمنا کریں گے ہم
آنسو کو اور اذنِ روانی نہیں نہیں ÷ اب جگر کو گھونٹ کے دریا کریں گے ہم
پوچھیں گے کر کے ترک تمنا مزاج بھی ÷ اس پر تم سے بھی تمہاری تمنا کریں گے ہم
عرفانِ غم کے واسطے یہ زہر بھی سہی ÷ عیشِ حیات کو بھی گوارا کریں گے ہم
حسن نقاب پوش ہے نظروں کی خیر ہو ÷ وہ اٹھ گئی نقاب تو پھر کیا کریں گے ہم
تم آ کے خود کہو گے ہمیں مرحمت کیجئے ÷ ایسا بھی ایک دن تمہیں پیدا کریں گے ہم

سر میں یہی جنونِ وفا ہے اگر تو بس
قائل ہر ایک گام پہ پیدا کریں گے ہم

مشاعرہ جالندھر ۲۶ ۵۸ء

ایک کا بھی نہیں سرِ درِ حق پہ خم ÷ بتکدے کے پجاری کہ شیخِ حرم
جستجو میں جہاں ڈگمگاتے قدم ÷ آئی آواز ہشیار! آتے ہیں ہم
اب یہ کج ہو گیا قصرِ اہلِ حشم ÷ پہلے گرنے سے دیوار ہوتی ہے خم
نورِ الفت کا سایہ گر اٹھتے ہیں علم ÷ ہم کریں گے اجالا اندھیرے میں ہم
اب چھپے کس طرح آپ کا رازِ غم ÷ ہنستے ہنستے بھی ہو جاتی ہے آنکھ نم
داغِ انسانیت ننگِ انسانیت ÷ یہ خدا دوست یہ اہلِ دیر و حرم
فرض سجدہ سہی اُن کے ہر گام پر ÷ اور اگر ہو رہ گئے مٹ کے نقشِ قدم؟
فلسفۂ زندگی کا بھی کیا خوب ہے ÷ جس قدر عمر بڑھتی ہے ہوتی ہے کم
اپنے دامن کو نادان رسوا نہ کر ÷ اب کہاں ہیں زمانے میں دستِ کرم
بربریت اگر آدمی چھوڑ دے ÷ بن تو سکتی ہے دنیا بھی باغِ ارم
ایک سناٹا ہے ہر خوشی کی گود میں ÷ جتنے ارمان ہیں دل میں اتنے ہی غم
ساری دنیا کو سمجھو کہ ہیں بستے گھر ÷ تم نہ ہنستے مرے حال پر کس سے کم
حادثہ ہونے والا تھا ہو کر رہا ÷ ذمہ دارِ محبت نہ تم ہو نہ ہم
جھومتے رہتے ہیں بے پیئے رات دن ÷ اب تو رکھتا ہی ہے میکدے کا بھرم

فق ہیں اے ابرؔ کیوں جنگ بازوں کے منہ
دستِ شاعر میں تلوار ہے یا قلم

مشاعرہ پاسبان چنڈی گڑھ دسمبر ۵۹ء

رہِ قفس کو ذریعہ بنا رہے ہیں ہم ÷ تمہارے پاس ذرا بچ کے آ رہے ہیں ہم

مآلِ گل کا فسانہ سنا رہے ہیں ہم ÷ کلی کو رازِ تبسم بتا رہے ہیں ہم
فلک بساط تری آزما رہے ہیں ہم ÷ سنیں کہ آہ کو نالہ بنا رہے ہیں ہم
پناہِ قصرِ محبت میں آ رہے ہیں ہم ÷ حیات و موت کا جھگڑا چکا رہے ہیں ہم
سر ان کے نقشِ قدم پر جھکا رہے ہیں ہم ÷ تمام عالمِ امکاں پہ چھا رہے ہیں ہم
ہمارے حوصلۂ دل کی داد دے آ کر ÷ یہ دیکھ! تاب ترے غم کی لا رہے ہیں ہم
پڑی ہیں کب سے خدا جانے بجلیاں بیکار ÷ پھر آشیانہ چمن میں بنا رہے ہیں ہم
کلی کلی کو بہت دے رہے ہیں رنگ رنگ کا ÷ چمن کو غیرتِ جنت بنا رہے ہیں ہم
کہا یہ اشکوں نے پلکوں پہ آ کے صبحِ فراق ÷ ستارے ڈوب چکے جگمگا رہے ہیں ہم
مرد نجوم کے دلچسپ استعاروں میں ÷ تمہیں تمہارا فسانہ سنا رہے ہیں ہم
اذاں پہ بولتے ناقوس پر صدا دیتے ÷ یہ کیا کہ آپ تو چپ ہیں بلا رہے ہیں ہم
جہاں کیا تھا ہمیں آپ نے سپردِ جنوں ÷ ہوا زمانہ وہیں خود کو پا رہے ہیں ہم

نفس کی راہ پہ چلتا ہے کاروانِ حیات
قدم اٹھیں نہ اٹھیں آگے جا رہے ہیں ہم

مشاعرہ ناتی ڈے ۔ بدایوں ۲۱ ۵/۴۱

(ردیف ن)

طور پر تم آؤ غش اب مجھ کو آ سکتا نہیں ÷ ایک ٹھوکر بار بار انسان کھا سکتا نہیں
ان کے در سے ایک ٹی مجھ کو اٹھا سکتا نہیں ÷ آ گیا ہوں مرکزِ اصلی پہ جا سکتا نہیں
موت اس کی ایک دن ہمدم بنے گی بالیقیں ÷ زندگی کو زندگی جو خود بنا سکتا نہیں
جو سفینہ تو نے چھوڑا ناخدا منجدھار میں ÷ کیا خدا بھی اس کو ساحل پر لگا سکتا نہیں
اک کشش درکار ہے میری نہیں تیری سہی ÷ کچھ تو سکتا ہوں جو تجھ کو کھینچ لا سکتا نہیں

وہ چمن میں آئے پھولوں پر ہنسے پھر مل دیئے ÷ غالباً اب کوئی غنچہ مسکرا سکتا نہیں
دے دعا دل کو خبر بھی ہے جو میرا دل نہ ہو ÷ تیرا جلوہ دونوں عالم میں سما سکتا نہیں
سجدۂ رسمی مرا سجدہ بھی کیا سمجھا گیا ÷ دیکھ تو جب تک نہ تم کو سر اٹھا سکتا نہیں

پہلے تو ملنا ہی اُن کا آج ہے امرِ محال
مل بھی جائیں وہ تو پھر میں خود کو پا سکتا نہیں

مشاعرہ لاہور — ۶ ۷/۴۱

افراطِ تمنا سے اب ضبط کے لالے ہیں ÷ تم رخ سے نقاب اُلٹو ہم دل کو سنبھالے ہیں
مرہون کرم کرنے آئے ہیں قضا بن کر ÷ کس رنگ میں ظالم نے ارمان نکالے ہیں
سورج میں چمک ہو تم پھولوں میں مہک ہو تم ÷ دُنیا میں تمہارے ہی دم سے تو اُجالے ہیں
اُف! حسن کی وہ گرمی اُف حسن کا وہ منظر ÷ اب تک مری نظروں پر اُبھرے ہوئے چھالے ہیں
آغازِ محبت کے انجام کو کیا کہیے ÷ جب دل کا شکوہ تھا اب جان کے لالے ہیں
اِس عشق کے عالم کا کیا نام ہے اے ہمدم ÷ چہرہ متغیر ہے شیون ہے نہ نالے ہیں

وہ رحم کرے تجھ پر اے آج یہ ناممکن
چن چن کے زمانے کے سر جس نے اُچھالے ہیں

۲۱ ۱۲/۴۱

سانس کو حدِ آہ میں کھینچ کے لا رہا ہوں میں
خرمنِ ضبط ہوشیار! آگ لگا رہا ہوں میں
شورِ طلب سے ہر طرف حشر اُٹھا رہا ہوں میں
اور یہ کچھ خبر نہیں کس کو بلا رہا ہوں میں

وعدۂ دوست کا یقیں دل نہ کرے یہ کفر ہے
ایک فریب لا کے بار جان کے کھا رہا ہوں میں

دل میں سما رہا تھا درد چارہ گرو وہ دن گئے
اب ہے وہ دور درد میں خود ہی سما رہا ہوں میں

ایسا نہ ہو کہ عقل نے ترکِ شراب کا سبق
ساقیٔ مست ہوشیار! ہوش میں آ رہا ہوں میں

قطعِ منازلِ نفس ضامنِ قربِ دوست ہے
اُن کے قریب اِک نئی راہ سے جا رہا ہوں میں

خود ہی فسانۂ الم کہہ لیا خود ہی سن لیا:
مدتوں اپنے درد کی آپ دوا رہا ہوں میں

ہائے جنونِ بیکسی ہائے نصیبِ داستاں
کوئی نہیں جو سن سکے اور سنا رہا ہوں میں

کرتی ہے حیرتِ فراق موت کی شکل اختیار
آپ کہاں ہیں آپ کے ہاتھ سے جا رہا ہوں میں

مظہرِ دوست جب سے آپ سمجھا ہوں اپنی ذات کو
اپنی نگاہِ شوق میں آپ سما رہا ہوں میں

بمشاعرہ بدایوں ۱۳۴۲

مرے اشکِ زہرہ گداز میں نہ کہو کہ سوزِ نہاں نہیں
جو رہینِ صوت و صدا ہے وہ نوائے بے تعفاں نہیں
یہ ترقیاں یہ نوازشیں ترے غم کی جس کا بیاں نہیں

مرا دل ہی درد میں ہے نہاں مرے دل میں درد نہاں نہیں
یہ چمن یہ تارے یہ بحر و بر کوئی شے ہے جس سے عیاں نہیں

ترے حسن پہ تو شباب ہے مری چشم شوق جواں نہیں
وہ محیط کون و مکاں یہ ہے کہیں جس کا کوئی مکاں نہیں

نگہ طلب کا قصور ہے جو کہیں نہیں وہ کہاں نہیں؟
نظروں سے دل میں سما گئی بڑھی دل سے روح پہ چھا گئی

کہوں کیا میں آتش شوق کو یہ جہاں لگی تھی وہاں نہیں
تری سعی کا مرے چارہ گر جو ہوا اثر وہ ہوا اثر !!

یہ نہ پوچھ درد کہاں ہے اب یہ سمجھ کہ درد کہاں نہیں
کبھی محویت کی عنایتیں کبھی بے خودی کبھی حسرتیں

ہم اب اس مقام پہ آ گئے کہ جہاں ہمارا نشاں نہیں ۵
یہ خیال درد مزید ہے مرے درد روح گداز میں

نہ ہوئی فغاں تو لہو ہے دل جو فغاں ہوئی تو جہاں نہیں
یہاں رنگ یاس ہے مستقل یہاں صبح عیش نہ شام غم

جو تغیرات کی زد میں ہو وہ جہاں ہمارا جہاں نہیں
غم نامرادی جستجو رہ جستجو کا سبق نہ دے

کبھی بھول کر تو خودی بتائیے کہ کہاں ہیں آپ کہاں نہیں
بطفیل حسن نکتہ داں نہیں اختر یہ غلط بیاں

کوئی منصب شعر تھا مجھے اب مری طبع رواں نہیں

بمشاعرہ بدایوں ۲۴/۳ء

فلک منزل کہیں جب کوئی ایواں دیکھ لیتا ہوں
پلٹ کر جانب گورِ غریباں دیکھ لیتا ہوں
گلوں میں جلوئے نورِ چشمِ عرفاں دیکھ لیتا ہوں
عیاں اُن کو گلستاں در گلستاں دیکھ لیتا ہوں
رگِ ہمت پھڑک اٹھتی ہے غیرت کھا کے ساحل پر
تڑپ جاتا ہے دل جب زورِ طوفاں دیکھ لیتا ہوں
تری محفل کو سرِ کر جب نظر پرواز کرتی ہے
تو اکثر عرشِ اعظم کا چراغاں دیکھ لیتا ہوں
نہیں ساعت مقرر ضبط کے ہاتھوں سے جانے کی
بہار آئے نہ آئے میں گریباں دیکھ لیتا ہوں
نہیں عنوانِ وحشت پر نظر انجام پر بھی ہے!
چمن سے پھر کے آتا ہوں تو زنداں دیکھ لیتا ہوں
بجھانے کو نظر کی پیاس جب تجھ کو نہیں پاتا
ترے ہاتھوں کے قرباں حسنِ انساں دیکھ لیتا ہوں
مُرادوں سے زیادہ مجھ کو دیتا ہے خدا میرا
طلب کرتا ہوں جنت بزمِ جاناں دیکھ لیتا ہوں
مجھے اے آہ عرفاں ہو گیا ہے اُن کے مسکن کا
کوئی آوازہ آئے ہیں رگِ جاں دیکھ لیتا ہوں

۱۵ ۳/۴۲

خون رو لیتا ہوں میں فریاد کر لیتا ہوں میں ÷ مختلف شکلوں سے اُن کو یاد کر لیتا ہوں میں
اتفاقاً ہی اب اُن کو یاد کر لیتا ہوں میں ÷ جب بہت دل خوش ہوا فریاد کر لیتا ہوں میں
روز محکم عشق کی بنیاد کر لیتا ہوں میں ÷ صبح اُٹھتے ہی کسی کو یاد کر لیتا ہوں میں
آئے جاتی ہے اُنہیں فریاد پر میری ہنسی ÷ اُن کو ہنستا دیکھ کر فریاد کر لیتا ہوں میں
خونچکاں انجام کو رکھ کر نظر کے سامنے ÷ اپنا آغازِ محبت یاد کر لیتا ہوں میں
عہدِ اُلفت کی نشانی ہے نہ کھوئی جائے گی ÷ ہو ضرورت یا نہ ہو فریاد کر لیتا ہوں میں
زندگی کے نام سے جو عشق کرتا ہے عطا ÷ ختم وہ بھی قیدِ بے میعاد کر لیتا ہوں میں!
تم کو کیا اتنی مسرت بھی ہے میری ناگوار ÷ دل بہلنے کے لئے فریاد کر لیتا ہوں میں
دل سے دل کی سننے والا بستیوں میں کون ہے ÷ دشت میں جا کر بیاں روداد کر لیتا ہوں میں
مجھ کو اس منزل پہ اب پہنچا دیا ہے عشق نے ÷ کوئی کچھ پوچھے مگر فریاد کر لیتا ہوں میں
عشق کے اس فلسفہ پر خود تعجب ہے مجھے ÷ بھولنا چاہوں تو اُن کو یاد کر لیتا ہوں میں

کچھ جہانِ آرزو ہیں آپ ایسے بھی جنہیں
پیشتر تعمیر سے برباد کر لیتا ہوں میں

بمشاعرہ رامپور ۱/۴۴ ۶

حُسن سے شکوہ نقابِ حسن کہیں نہاں نہیں ÷ تیری نگاہ کے سوا کوئی بھی درمیاں نہیں
نور فگن کدھر نہیں جلوہ نما کہاں نہیں ÷ حسن پھر اس کو کیا کرے کوئی نظر جواں نہیں
وجہِ بقائے دہر عشق جانِ جہانِ حسن و عشق ÷ سازِ جہاں ہے بے صدا عشق جو نغمہ خواں نہیں
پرسشِ حال کے لئے شاد جب ہیں نزع میں عزیز ÷ محوِ خیالِ دوست ہیں فرصتِ یک آن نہیں

ہستی برق ہی شمار ہو نہ سکے گا تا کجا ÷ آج یہ آشیاں نہیں آج وہ آشیاں نہیں
سرخی گل کے رنگ سے غرق لہو میں ہے چمن ÷ خون شہید گلستاں آج بھی رائیگاں نہیں
ہو بھی نہ آستاں اگر تو بھی عیاں ہو آستاں
سجدہ ہی آبرو آپ کا در خود آستاں نہیں

بمشاعرہ مشن اسکول بدایوں ۳۱ ۱/۳۴

داغ پر داغ غم عشق میں کھا سکتے ہیں ÷ ہم ستاروں کے دیئے گھر میں جلا سکتے ہیں
شان مجبوری انساں بھی دکھا سکتے ہیں ÷ دے کے دل ہم تمہیں مختار بنا سکتے ہیں
اپنی نظروں ہی کو آداب طلب یاد نہیں ÷ ہم جدھر آنکھ اٹھائیں تمہیں پا سکتے ہیں
جن کو ہر لفظ پہ افسانہ کے نیند آتی ہے ÷ یہ وہ ہیں جو مری تقدیر جگا سکتے ہیں
تو نے افسانۂ آلام بنایا ہم کو ÷ ہم تجھے زیست کا عنوان بنا سکتے ہیں
صرف تھوڑا سا وفاؤں کا سہارا دے کر ÷ چار چاند آپ محبت میں لگا سکتے ہیں
سنتے آئے ہیں وہ یوں حال تباہی میرا ÷ جیسے سچ مچ مری بگڑی بھی بنا سکتے ہیں
اثر اشعار کے پردوں میں حقیقی شاعر
اُن کا پیغام زمانے کو سنا سکتے ہیں

بمشاعرہ بدایوں ۱۸ ۱/۴۴

لب پر سکوت حشر تمنا نگاہ میں ÷ یہ کون آ رہا ہے تری بارگاہ میں
یاس آ چلی امید کرم کی پناہ میں ÷ ترمیم کیجیے کرم گاہ گاہ میں
ٹھکرا دیا خوشی نے محبت کی راہ میں ÷ آنا پڑا مجھے ترے غم کی پناہ میں
کھا لیں کچھ اور ٹھوکریں ہستی کی راہ میں ÷ اب آ گئے ہیں پلٹ کے تری جلوہ گاہ میں

واللہ ارتکاب گنہ میں کبھی نہیں ÷ وہ لذتِ خلش جو ہے ترکِ گناہ میں
لے چارہ ساز بس یہ بھی کرنا ہے حل ہر عمل ÷ حالانکہ ہے سکون فغاں میں نہ آہ میں
اوسان گم، حواس خطا، عقل نارسا ÷ رہبر کسے بناؤں محبت کی راہ میں
یوں بھی کوئی گرے نہ تمہاری نگاہ سے ÷ دنیا گری گری ہے ہماری نگاہ میں
نورِ نشانِ سجدہ پہ زاہد نہ کر غرور ÷ رحمت کی روشنی ہے مرے ہر گناہ میں
حکم تلاش مجھ کو مگر اپنی یہ روش ÷ آئیں خیال میں نہ سمائیں نگاہ میں
دل میں ہے سوزِ عشق تصور میں حسنِ دوست ÷ دوزخ ہے میرے سینہ میں جنت نگاہ میں
ہوتا ہے جن پہ منزلِ مقصود کا گماں ÷ آتے ہیں وہ مقام بھی الفت کی راہ میں
چھپ چھپ کے بیکسی کا تماشا نہ دیکھئے ÷ مجبور کی فغاں میں ستم کش کی آہ میں
امیدِ دید نزع میں مانع ہے موت سے ÷ کیا دل کی چوٹ رک گئی آ کر نگاہ میں
قیدِ حیات و قیدِ وفا قیدِ جبر و شکر ÷ زنداں قدم قدم پہ ہیں انساں کی راہ میں
سجدوں سے لاکھ در کے آستاں مل گئی نجات ÷ سر جس کا آ گیا ترے در کی پناہ میں

وہ داغ دل بنا کبھی داغِ جبیں مٹا
جو سجدہ اکبر ہو نہ سکا ان کی راہ میں

بمشاعرہ بدایوں ۲۳ ۹/۴۴

وفا میں جو ہم دے کے سر دیکھتے ہیں ÷ تو الفت کا میدان سر دیکھتے ہیں
وہ زیبِ نظر ہیں جدھر دیکھتے ہیں ÷ خدا جانے اب ہم کدھر دیکھتے ہیں
یہ رنگِ کمالِ بشر دیکھتے ہیں ÷ کہ دنیا کو محوِ بشر دیکھتے ہیں
خوشی سے ہے خنداں کفن کی سفیدی ÷ شبِ غم کے مارے سحر دیکھتے ہیں
سرِ طور موسیٰ کو ہے دید کی ضد ÷ ہم اپنی بساطِ نظر دیکھتے ہیں

تری تیغ کے گھاٹ اُتر جانے والے ÷ نہ دل دیکھتے ہیں نہ سر دیکھتے ہیں
چمن میں ہم اپنا نشیمن بنا کر ÷ تماشائے برق و شرر دیکھتے ہیں
اسیروں کا عزمِ فغاں اللہ اللہ ÷ یہ دیوارِ زنداں میں در دیکھتے ہیں
دیئے ایسے الفت کے جل کر جلادیں ÷ جو دنیا کو تاریک تر دیکھتے ہیں
بساطِ ازل ہو جہاں ہو کہ محشر ÷ ہمیں جلوہ گر ہیں جدھر دیکھتے ہیں
مجھے کر ہی جائیں گے جیسے یہ اچھا ÷ بڑے غور سے چارہ گر دیکھتے ہیں
دلِ عشق کی رک گئی ہو نہ دھڑکن ! ÷ جو نبضِ جہاں تیز تر دیکھتے ہیں
وہ مجبور کُن اُن کے جلووں کی تابش ÷ نہیں دیکھ سکتے مگر دیکھتے ہیں

نظر چشمِ احول کو کیا اثر آئے
بڑے شعرِ اہلِ نظر دیکھتے ہیں

بمشاعرہ بدایوں ۱۰ ۳/۴۵

لب پہ فغاں نظر میں برق داغ ہیں قلبِ زار میں
پھونک دیا بہار نے آگ لگے بہار میں
ہوتا رہا قفس نصیب موسمِ خوش گوار میں
میری بہار پر خزاں آتی رہی بہار میں
پھر کبھی بن کی روشنی ہو نہ سکی مجھے نصیب
ایسی بسی تھیں ظلمتیں دیدۂ انتظار میں
جیسے گناہ ہی نہ تھے وہ مرے سینکڑوں گناہ
چھپ کے نگاہِ خلق سے آتے نہ جو شمار میں

گردشِ روزگار سا ترے ہی نہ بڑھ کے پھیر دیں؟
ہم سے پھنسا نہ جائے گا گردشِ روزگار میں

خوب لیا ہے چرخ نے حُسن سے انتقامِ عشق
روتے ہیں وہ مزار پر سوتے ہیں ہم مزار میں

تہمتِ اختیار اسے میں نہ کہوں تو کیا کہوں
میری حیات و موت بھی جب نہیں اختیار میں

کھانی پڑیں گی ٹھوکریں اب مجھے گام گام پر
چھوڑ کے تم تو چل دیئے زیست کی رہ گزار میں

عشق میں دو یہ حادثے ہم پہ عظیم تر ہوئے
کرلیا اُن پر اعتبار آنے لگے اعتبار میں

پا کے اُنہیں کچھ اس طرح بیٹھا ہوا ہوں مطمئن
جیسے فلک کی گردشیں ہیں مرے اختیار میں

قسمتِ آشیاں میں ہے کتنی حسین زندگی
بنتا ہے یہ بہار میں جلتا ہے یہ بہار میں

ہاں نہیں کوئی صاف گو منصورِ حزیں کے بعد
اب بھی عروجِ حق رسی آج نہاں ہے دار میں

بمشاعرہ مارہرہ ۲۰ / ۱ / ۵۵ء

یہ غلط اُن کو طلب پر کچھ خیال آتا نہیں + طالبوں ہی کو طریق عرضِ حال آتا نہیں
اُن کے دیوانوں کی فطرت کس قدر ہے بے نیاز + دوسروں کا ذکر کیا اپنا خیال آتا نہیں
ہے کہاں سجدہ روا سجدہ کہاں ہے ناروا + مشربِ الفت میں کچھ اس کا سوال آتا نہیں

کیا ترا غم بن گیا میری مکمل زندگی ÷ اب ترے غم کے سوا کوئی خیال آتا نہیں

حاسدوں کا غم نہ اربابِ غرض سے کچھ خلش
آیرؔ میں خوش ہوں مجھے کوئی ملال آتا نہیں

مشاعرہ بدایوں ۳ ۵۴

آنکھ میں نیرنگیٔ عالم نہیں ÷ اپنی بھی رنگینیاں کچھ کم نہیں
دے نہ کے اُن کا درد لے لیں کائنات ÷ یہ ہمارے زخم کا مرہم نہیں
یہ تباہی، یہ ستم، یہ انقلاب ÷ کیا مزاجِ دوست تو برہم نہیں
اپنی چوٹوں پر لہو روتا ہے دل ÷ اس سے کیا آنکھیں اگر پُرنم نہیں
بزمِ ساقی میں یہ رنگِ بے خودی ÷ ہم یہاں یوں ہیں کہ جیسے ہم نہیں
سامنا ہوتے ہی اُن کا ہم کہاں ÷ دھوپ جب نکلی تو پھر شبنم نہیں
جھک گئی جس سمت وہ برقِ نگاہ ÷ شور اک اُٹھا کہ لینا ہم نہیں

اس میں کوئی شے نہیں تیرے سوا
آیرؔ کا دل ہے یہ جامِ جم نہیں

مشاعرہ بدایوں ۲۷ ۵۴

جو مصلحتِ جاناں سمجھے شاید اس قابل کوئی نہیں
عشرت کے لاکھوں خواہاں ہیں غم کا متحمل کوئی نہیں

یوں برق پسِ پردہ نہ چمک قابو میں کہیں دل کوئی نہیں
نظریں ہیں تجلی سے خیرہ نظروں کے مقابل کوئی نہیں

پھولوں میں ستاروں میں کوئی چھپتا ہے مگر کھل جاتا ہے
پردے ہیں بہت حائل لیکن پردا بھی حائل کوئی نہیں
محسوس کرو تو گردن پہ احباب چلاتے ہیں خنجر
معلوم کرو تو سب ان میں معصوم ہیں قاتل کوئی نہیں
یہ ظاہر ہیں دنیا ان کے پردوں کے ستم کو کیا جانے
سمجھو تو لاکھوں بسمل ہیں دیکھو تو بسمل کوئی نہیں
سب جل کر غم سے چھوٹ گئے جی کر جلتے تو بات بھی تھی
تم میں پروانوں میری طرح کیا عشق میں کامل کوئی نہیں
اکثر پہلے بحرِ غم میں بیڑوں نے کنارا پایا تھا
اب میری باری ہے یعنی سنتا ہوں ساحل کوئی نہیں
حیرت کی فراوانی سے ہیں ترشے ہوئے بت اہلِ محفل
جس بزم میں ہیں وہ جلوہ فگن اس بزم میں شامل کوئی نہیں
بے عزم و ارادہ ہستی کے صحرا میں بھٹکنا کیا معنی
خود منزل اپنی پیدا کر لے اکبر جو منزل کوئی نہیں

مشاعرہ بمبئی ۴/۴۶ ۶

یہ کیا دیوانگان کو حدِ فاصل سمجھتے ہیں ÷ نہ سر کو سر سمجھتے ہیں نہ دل کو دل سمجھتے ہیں
یہ کیا جینا وہ ہم کو رحم کے قابل سمجھتے ہیں ÷ سلام اے زندگی اب تجھ کو لاحاصل سمجھتے ہیں
اب آ گئے یہ پیامِ مرگ بن جائے تو قسمت ہے ÷ ابھی تک تو ترے غم کو حیاتِ دل سمجھتے ہیں
سمجھ رکھا ہے تم نے بے حقیقت میرے آنسو کو ÷ نظر والے اسے دریائے بے ساحل سمجھتے ہیں
یہ شیشہ کس قدر ہوتا ہے نازک آپ کیا جانیں ÷ فقط اربابِ دل رنگِ مزاجِ دل سمجھتے ہیں

انہیں کی ناؤ صدیوں سے ساحل پر لگی ہے ÷ بھنور کو جو میخانۂ ساحل سمجھتے ہیں
ہنسی آتی ہے اہلِ کارواں کی کم ہمتی پر ÷ جہاں منزل نہیں پاتی وہیں منزل سمجھتے ہیں
ہنسی آتی ہے مجھ کو حوصلوں پر اہلِ اُلفت کے ÷ یہ کیوں اپنی نظر کو دید کے قابل سمجھتے ہیں
بڑھے جاتے ہیں جو ہر گام پر کرتے ہوئے سجدے ÷ یہ دیوانے ہی کچھ رسم و رہِ منزل سمجھتے ہیں
عجب ترکیبِ دانش سوز ہے بحرِ غلامی کی ÷ کہ طوفانوں کی دیواروں کو ہم ساحل سمجھتے ہیں

وہ دیوانے بھلا ناصح کی باتیں آہ کیا سمجھیں
جو خود مشکل سے اپنا مدعائے دل سمجھتے ہیں

بمشاعرہ الٰہ آباد ۲۶ ۴/۴۶

دوائے دردِ دل کو لوگ دردِ دل سمجھتے ہیں!
سمجھ کا پھیر ہے تجھ کو اگر قاتل سمجھتے ہیں!

جہاں کا درد اپنے درد میں شامل سمجھتے ہیں
ستارہ بھی اگر ٹوٹے ہم اپنا دل سمجھتے ہیں

ہمیں غم کے علاوہ کیا ملا دربارِ ہستی سے
غلط کیا ہے جو غم کو زیست کا حاصل سمجھتے ہیں

ستارے ڈبڈبائے، برق کوندی، آندھیاں آئیں
ترے انداز ہم اے اضطرابِ دل سمجھتے ہیں

مقدر سے تری محفل میں جن کو بار حاصل ہے
وہ ہر جنت کو اک طے کی ہوئی منزل سمجھتے ہیں

کھنک پر جام و مینا کی زمانہ رقص کرتا ہے
مگر ہم ہیں کہ آوازِ شکستِ دل سمجھتے ہیں

نہیں زیبا ارے راحت طلب احسان فراموشی
یہ کیا کم ہے وہ تجھ کو درد کے قابل سمجھتے ہیں
غرض یہ ہے کہ ٹکرا کے ٹوٹے اور پھر ڈوبے
مآلِ اتصالِ کشتی و ساحل سمجھتے ہیں
وہ جس نے زندگی کے زاویے ہی سب بدل ڈالے
اسی کو زندگی کا آبر ہم حاصل سمجھتے ہیں

مشاعرہ رائے بریلی ۱ ۵/۶۵

دل کی شگفتگی کے بعد کوئی شگفتگی نہیں + ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ بے غم عاشقی نہیں
دوست کا فیض عام ہے اہلِ جگر کوئی نہیں + دامنِ دل فراخ کر درد کی کچھ کمی نہیں
آبِ ضیائے داغِ دل تابشِ عارضی نہیں + سینہ کے یہ چراغ ہیں طور کی روشنی نہیں
تیرا جمال واقعی قابلِ دید ہے مگر + اپنی بھی ذات میں مجھے جلووں کی کچھ کمی نہیں
حدِ حیات دلنشیں عشق کشمکش غم و خوشی + لاکھ خمار سر میں ہیں مئے اگرچہ پی نہیں
عشق نے آکے درمیاں ڈال دیے ہیں تفرقے + میں کوئی اجنبی نہیں تم کوئی اجنبی نہیں
ہجر کی رات یہ ہوا مجھ کو یہ بارہا گماں + جیسے بھرے جہان میں میرے سوا کوئی نہیں
جاؤ مجھے سکون کا طعنۂ دل شکستہ دو + لب پہ ہنسی جگر میں زخم کام ہے دل لگی نہیں
صرف مرے خیال نے آبر یہ بت بنائے ہیں
کوئی الم نہیں کوئی خوشی نہیں

مشاعرہ بدایوں ۲۷ ۱/۵۷

لن ترانی کو ادائے دلستاں سمجھا تھا میں + برق بن جاتے ہیں جلوے یہ کہاں سمجھا تھا میں

دیر و کعبہ کو تمہارا آستاں سمجھا تھا میں ÷ تم وہاں سے دور تر نکلے جہاں سمجھا تھا میں
نالہ و شیون کو رسمِ عاشقاں سمجھا تھا میں ÷ آگ لگ جائیگی ہر سو یہ کہاں سمجھا تھا میں
بس بنا پر طور کا ماتم بھی کر لینا پڑا ÷ جلنے والی شے کو اپنا آشیاں سمجھا تھا میں
ہوش کھو دینے پڑے ارماں مٹا دینے پڑے ÷ ان کو ہی اپنے تمہارے درمیاں سمجھا تھا میں
عقل کا رُخ پھیر دیتی ہے غلامی کی ہوا ÷ گوشہ گوشہ کو قفس کے آشیاں سمجھا تھا میں
غم کے نذرانوں میں خوشی سے کاٹ دینی ہی پڑی ÷ زندگی کو دوست کا اک امتحاں سمجھا تھا میں
کیا خبر تھی برق بن جانا بھی آتا ہے اسے ÷ آتشِ گل کو چراغ آشیاں سمجھا تھا میں
صرف بن کر غم کے افسانہ کا عنواں رہ گیا ÷ ورنہ دل کو سرخیِ ہر داستاں سمجھا تھا میں

اب سمجھ میں آگیا سب کچھ جو لٹ کر رہ گیا
اب یہ ہر رہزن کو میرِ کارواں سمجھا تھا میں

۱۵ $\frac{۱۲}{۴۷}$

قائلِ سجدہ ہائے شوق خود ہی مری جبیں نہیں!
وہ ہیں خفا غلط غلط در سے نہاں نہیں نہیں
تجھ کو جہاں صدا نہ دی وہ کوئی سرزمیں نہیں
یا مری جستجو غلط یا تیرا در کہیں نہیں
یہ تیرا دورِ بے خطر دوست رہے گا یادگار
شہرۂ امن ہر طرف اور اماں کہیں نہیں
چھوڑ ہی دی جو راہِ دل دیر و حرم میں سر نہ مار
کس کو پکارتا ہے تو اب وہ کہاں کہیں نہیں

شوق کی یہ بغاوتیں روک سکے تو آ کے روک
سجدوں کا ہے یہ فیصلہ در نہیں یا جبیں نہیں

اس پسِ پردہ جور کا کس سے کوئی گلہ کرے
تیر ہیں دل میں لاکھ جذب تیر فگن کہیں نہیں

ہم ہیں تمہاری بزم میں ایسے شریک سب کے ساتھ
جیسے تمہاری بزم میں سب ہیں فقط ہمیں نہیں

مشاعرہ رامپور ۴۸ء

تمہیں صد بار ہر صورت میں پاتا جا رہا ہوں میں
نظر کو دید کے قابل بناتا جا رہا ہوں میں

یہ صورت بن گئی تو بے نیاز اُن سے بھی کر دیگی
اُٹھا کر اُن کو بزمِ دل میں لاتا جا رہا ہوں میں

سُنے بھی کیا کوئی بے ربط و مبہم داستاں میری
جھپکتی جاتی ہیں پلکیں سناتا جا رہا ہوں میں

مرے سجدے سمجھتے ہیں حقیقت دیر و کعبہ کی
اشارہ تیرا پا کر سر جھکاتا جا رہا ہوں میں

نفس کی آڑ سے آواز کا مطلب سمجھتا ہوں
بلاتے جا رہے ہیں آپ آتا جا رہا ہوں میں

کوئی دیکھے تو سمجھے واقعی غم سے مبرا ہوں
براہِ مصلحت یوں مسکراتا جا رہا ہوں میں

سہی بے لطف خواب آور تو نکلی داستاں میری
زمانہ سوتا جاتا ہے سناتا جا رہا ہوں میں

خدا جانے یہ سجدے کفر ہیں یا عین ایماں ہیں
ہر اک نقش قدم پر سر جھکاتا جا رہا ہوں میں

مری پستی نما رفعت کے چرچے ہیں فرشتوں میں
زمیں پر ہوں فلک پر جگمگاتا جا رہا ہوں میں

روش ہے وہ کہ منزل کی مسافت بڑھتی جاتی ہے
یقیں ہے دل کو یہ نزدیک آتا جا رہا ہوں میں

تصادم یہ نیا دو نار کا بعد حسیں ہوگا
قدم تم بھی بڑھاؤ سر جھکاتا جا رہا ہوں میں

محبت میں مسلسل مشق جبر و صبر جاری ہے
ابھرتی آتی ہیں چوٹیں دباتا جا رہا ہوں میں

بناؤں تو رہِ ہستی میں خضر راہ بن جائیں
کچھ ایسی ٹھوکریں بھی اب کھاتا جا رہا ہوں میں

بمشاعرہ بریلی شہر کہنہ ۲۶ ۳/۴۹

دل میں تہاں ہیں کعبہ میں جلوہ کناں نہیں ÷ تاکید جستجو کی جہاں ہے وہاں نہیں
ہوگا بنا کل قفس بھی جو آج آشیاں نہیں ÷ یہ عارضی الم ہے غم جاوداں نہیں
دل دیکھ دل کے زخم کی گہرائیوں کو دیکھ ÷ اس پہ نہ جا کہ آنکھ مری خونچکاں نہیں
صیاد محو کار ہیں یوں گام گام پر ÷ جیسے بھرے چمن میں کوئی باغباں نہیں
میں چپ ہوں میرا حال جہاں کی زباں پہ ہے ÷ سب راز داں ہیں اور کوئی راز داں نہیں

اب اُس مقام قرب میں وہ بے نقاب ہیں ✦ حائل مری نظر بھی جہاں درمیاں نہیں
اے شکوہ سنج ظلم فلک سمجھے خبر بھی ہے ✦ ڈھاتی ہے اب زمیں ستم آسماں نہیں
منزل رسی کی بحث کے قربان جایئے ✦ منزل کی سمت ہی ارش کا سواں نہیں
آئی بہار جب تو لگا دی گلوں نے آگ ✦ بربادیٔ چمن میں قصورِ خزاں نہیں
سر ٹھوکروں میں ہے تو شکایت کا کیا محل ✦ مدت ہوئی کہ رابطۂ سر و آستاں نہیں
یہ باغباں کی برق نوازی یہ جورِ برق ✦ اب فکر ہے چمن کی غمِ آشیاں نہیں
یہ کیا مقام ضبط الم ہے کوئی بتائے ✦ اب خود فغاں ہوں میرے لبوں پر فغاں نہیں

اُردو کی دشمنی سے وہ یوں مطمئن ہیں اثرؔ
جیسے مرے دہن میں بھی باقی زباں نہیں

بمشاعرہ ٹانڈا ۸ شلہ ۲۱

ہے ملتفت جو سر سے ترا آستاں کہاں ✦ سجدے سنائیں شوق کی پھر داستاں کہاں
نخوت کو آبرو پاسِ غمِ بیکساں کہاں ✦ دہرا رہے ہو جبر کی تم داستاں کہاں
منزل کہاں تصورِ خوابِ گراں کہاں ✦ اب دیکھنا یہ ہے کہ لٹے کارواں کہاں
طرزِ بیاں کی مشق یہ ترتیب لفظ لفظ ✦ سننے لگیں اگر وہ تو پھر داستاں کہاں
گلشن ہی کیا جہاں کو نشیمن بنا کے چھوڑ ✦ شاہیں بنا رہا ہے یہاں آشیاں کہاں
رُخ بجلیوں کا جانبِ صیاد موڑ دے ✦ گلشن سے بچ کے جاتا ہے تو آشیاں کہاں
بالواسطہ اگر ہو تو وہ کیسا یگانگی ✦ عشق آ گیا تمہارے مرے درمیاں کہاں
چاروں طرف سے آتی ہے آواز بازگشت ✦ سنتا ہے کون کیجئے جا کر فغاں کہاں
گلشن جلا تو بھرتے ہیں آہیں قفس نصیب ✦ بجلی کہاں گری ہے اٹھا ہے دھواں کہاں
اب خون اُگل رہا ہے مسلسل نفس کے ساتھ ✦ پہلی سی اثر شورشِ آہ و فغاں کہاں

مشاعرہ کرنال ۱۳ ۹ ۴

وہی دیر و حرم بن بن کے اُبھرے ہیں زمانے میں
جو سجدے ہو گئے تھے جذب اُن کے آستانے میں

یہیں رُکتی ہے برق آکر کہیں چھپکے زمانے میں
خدا جانے کشش کتنی ہے میرے آشیانے میں

یہ کیا ترکیب کی تم نے نقابِ رُخ اُٹھانے میں
نظر کا ظرف رسوا کر دیا سارے زمانے میں

ٹھکانا جب نہیں لگتا کہیں سارے زمانے میں
پناہیں برق کو ملتی ہیں میرے آشیانے میں

گھٹے انفاس سہمی صورتوں سے یہ نمایاں ہے
ابھی اور انقلاب آنے کو ہیں باقی زمانے میں

گلوں کے خشک پتے بار ہیں اب صحنِ گلشن پہ
چمن کا رازِ پنہاں تھا کلی کے مسکرانے میں

صداقت ہو تو ایک اک نقشِ پیشانی اُبھر آئے
وہ کیا سجدے جو رہ جاتے ہیں دب کر آستانے میں

وہ خود اک برق ہے صیاد گلچیں کے نشیمن کو
جو گلشن دے گیا ہو آگ دے کر آشیانے میں

شریکِ حالِ مرگِ ناگہاں بھی آکے ہو جائے
کمی اس باب کی بھی کیوں رہے میرے فسانے میں

خبر ہے ہنسنے والے میری رودادِ شبِ ہجر پر؟
جھلکتی ہے تری خوشئے کرم بھی اس فسانے میں

منایا جا رہا ہے بجلیوں میں جشنِ فصلِ گل
چراغاں ہو رہا ہے اثر میرے آشیانے میں

بمشاعرہ رامپور ۱/۵

عداوت کو بدلو ذرا آشتی میں ÷ اندھیرے کا گھر لوٹ لو روشنی میں
ہر اک در پہ سر نشۂ بندگی میں؟ ÷ خودی کو نہ کھو اس طرح بیخودی میں
ابھی بربریت کے شکووں سے حاصل ÷ ابھی آدمیت ہے، کم آدمی میں
کوئی میکشانِ سیاست کو روکے ÷ کہیں سر نہ پھوڑ لیں سر خوشی میں
جو مٹتے دورِ سرمایہ داری سے پہلے ÷ وہ دن پھیر لانے ہیں پھر زندگی میں
پرستار ہے تیرا زاہد بھی میں بھی ÷ مگر فرق ہے بندگی بندگی میں
صدائے شکست آئی پیہم چمن سے ÷ مرا دل تو پنہاں نہ تھا ہر کلی میں
یہی وقت ہے لوٹ لے دولتِ غم ÷ ابھی لوگ الجھے ہوئے ہیں خوشی میں

ہنسی پر مری اثر دھوکا نہ کھاتا
نہاں کتنے ناسور ہیں اس ہنسی میں

۲۰ ۴/۵

ہو کے برہم نہ جوشِ وفا سرد کر، جائیں آخر عقیدت کے مارے کہاں
سر ترے در سے بالفرض اٹھا بھی لیا خوئے سجدہ کے ہونگے گزارے کہاں
آہ برقِ مصائب کی زد میں بشر یہ غموں کے اندھیرے یہ فتنے یہ شر

جن سے چھنتا تھا نورِ خوشی رات بھر کھو گئے اے فلک وہ ستارے کہاں

مجھ کو تسلیم سب کچھ ہے جبرآشنا تیرا زورِ ستم اختیارِ جفا
عذر اس پر بھی کریں اگر مٹ گیا پھر ترے غم کے ہونگے گذارے کہاں

وضعِ الفت سے مجھ کو بھی شرم آئے گی زندگی بھی کہاں ٹھوکریں کھائیگی
تیرے غم کی پناہ ہوں میں کٹ جائے گی عیش کے جا کے ڈھونڈوں سہارے کہاں

خود نما سے اُمیدِ عنایت کسے وحشتوں میں اضافے کی حاجت کسے
اپنی صحرا نوردی سے فرصت کسے ہم کہاں انجمن کے نظارے کہاں

بزم سب جامِ نخوت سے بدمست ہے ہوش بھی یہ کہاں کوئی میری سنے
میں سناتا ہوں غم کے فسانے کسے میں بہاتا ہوں اشکوں کے دھارے کہاں

تیرے دامن کی اُمید میں بے خبر اشک مدت سے آنکھوں میں ہیں جلوہ گر
ہو رہی ہے شبِ زندگی کی سحر کیا خبر ڈوب جائیں یہ تارے کہاں

ڈوبنے دے سفینہ تردد ہے کیا پار ہوسکتے تھے وہ دور ہی اور تھا
خاص یاری ہے اب تو مری ناخدا بحرِ غم میں بھلا اب کنارے کہاں

شورشِ بخت کا کس سے شکوہ کریں یہ عذابِ غلامی کے آثار ہیں
دو نظروں پر عداوت کی مہر محفلیں اب خلوص و وفا کے ادارے کہاں

ہم نہ کہتے تھے وعدوں سے ٹل جاؤ گے وقت بدلا تو تم بھی بدل جاؤ گے
آج اپنا گریبان خود جھانک لو ہم تمہارے سہی تم ہمارے کہاں

تیغ و خنجر کی بھر روز باری رہی کیفیت سرفروشوں پہ طاری رہی
مستقل کشمکش آہ جاری رہی حسنؔ جیتا کہاں لوگ ہارے کہاں

★

مشاعرہ بزم احسن گنور ۱۹۵۹ء-۲۰

نہ موج و طوفاں کی جستجو ہے نہ تیز دھاروں کو ڈھونڈتا ہوں
جو غرقِ سیلاب ہو چکے ہیں انہیں کناروں کو ڈھونڈتا ہوں

قفس میں بیٹھا ہوا چمن کے حسیں نظاروں کو ڈھونڈتا ہوں
انہیں بہاروں میں لٹ چکا ہوں انہیں بہاروں کو ڈھونڈتا ہوں

بڑے ستم کر رہے ہیں بندے جہاں میں خود کو خدا سمجھ کر
نظر اٹھا انتقام قدرت ترے اشاروں کو ڈھونڈتا ہوں

تضادِ قول و عمل میں پاکر یقیں کی بنیاد ہل رہی ہے
کرم کے دعوے بہت سنے تھے کرم شعاروں کو ڈھونڈتا ہوں

زمیں پہ فتنے اٹھانے والے برائے ایواں زمین ڈھونڈیں
زمیں میسّر ہوئی نہ جن کو میں اُن مزاروں کو ڈھونڈتا ہوں

جو وجہِ تخریبِ قصرِ دل ہوں انہیں سے تعمیر کی امیدیں
تلاش کے زاویے غلط ہیں زمیں پہ تاروں کو ڈھونڈتا ہوں

یہاں خدائی ہے اہلِ زر کی یہاں سکون و اماں کہاں ہے
جہاں بھنور کاٹتے ہیں چکر وہیں کناروں کو ڈھونڈتا ہوں

جو چند کلیاں بھی کھل نہ پائیں تو موسمِ گل ہے نامکمل
چمن کی جنت سے حد ملادیں میں اُن بہاروں کو ڈھونڈتا ہوں

یہ دیکھنا ہے کہ ظلم ڈھاکر ستم کے چہرے کا رنگ کیا ہے
سفینے ٹکرا چکے ہیں جن سے انہیں کناروں کو ڈھونڈتا ہوں

کہاں اب آنکھوں میں آبرو آنسو کہ جن سے دل کی لگی بجھاؤں
جو ہو گئے خشک بہتے بہتے انہی آبشاروں کو ڈھونڈتا ہوں

مشاعرہ رامپور ۳ ۹/۵۰

دم الجھنے لگا سنانے میں ÷ کیا مقام آگیا فسانے میں
کیوں تکلف نہ ہو سنانے میں ÷ تم نہاں ہو مرے فسانے میں
ظلمتیں جتنی تھیں زمانے میں ÷ سمٹ آئیں غریب خانے میں
میں نہ کرتا یقیں تو کیا کرتا ÷ مصلحت تھی فریب کھانے میں
سعی ہوتی رہی دبانے کی ÷ ہم ابھرتے رہے زمانے میں
ڈر یہ ہے خود بدل نہ جاؤں کہیں ÷ اس بدلتے ہوئے زمانے میں
شاید انجام پر نگاہ نہیں ÷ محو ہیں پھول مسکرانے میں
ان کا جلوہ ہے دل میں آسودہ ÷ برق ملتی ہے آشیانے میں
اک ترے ظلم ایک میرے سوا ÷ جیسے کوئی نہیں زمانے میں
میری آزادیوں کا حال نہ پوچھ ÷ قید ہوں اپنے آشیانے میں
پھر کھلے پھول پھر گھٹا امڈی ÷ ہم لٹے تھے اسی زمانے میں
ہر خزاں پر نہ کھا فریب بہار ÷ دیر ہے کچھ بہار آنے میں
سجدوں سے تشنگی نہیں بجھتی ÷ جذب ہو جاؤں آستانے میں
سخت جانی کی داد دے اے دوست ÷ جی رہا ہوں ترے زمانے میں

برق بھی جن سے ابر کانپ اٹھے
لاؤ وہ تنکے بھی آشیانے میں

مشاعرہ بدایوں ۱۲ ۵/۵۱

محبت کو بھی لوگ اسلام کا عنواں سمجھتے ہیں ÷ ہم اس الزام کو اک لغزش ایماں سمجھتے ہیں

ہر اک تلخی کو تمہیدِ سفرِ جاں سمجھتے ہیں ÷ سمجھتے ہیں مزاجِ گردشِ دوراں سمجھتے ہیں
مگر آگے چھپی پڑھتی ہو تکمیلِ مقصد سے ÷ مگر دیوانے رازِ عالمِ امکاں سمجھتے ہیں
ہماری جراتوں کو اب یہ نہیں پابند رہنا ہے ÷ ہر اک بیداد کو منجملۂ ارماں سمجھتے ہیں
جو مر جانے کی ہمت ہو جو ٹکرانے کی طاقت ہو ÷ ابھی ساحل وہ بن جائے جسے طوفاں سمجھتے ہیں
مرے نزدیک عرفاں کی مخصوص منزل ہے ÷ جسے اہلِ زمانہ جہل کا عرفاں سمجھتے ہیں
جفا پر چپ ہیں اس میں مصلحت ہے گردشِ دوراں ÷ تری چالیں سمجھتے کیوں نہیں ہیں ہاں سمجھتے ہیں
عجب مسرور کن عالم ہے جب پہنچے ہیں دیوانے ÷ وفا کا مقام کر دامن ترا داماں سمجھتے ہیں
غلامی میں کبھی زنداں بھی گھر معلوم ہوتا ہے ÷ کبھی آزاد اپنے گھر کو بھی زنداں سمجھتے ہیں

ابھی تک تو کوئی فرق اثرِ ایماں میں نہیں آیا
ابھی تک تو انہیں ہم حاصلِ ایماں سمجھتے ہیں

۶/۵۲ ۲

نصیبے وہاں عشق کے پھوٹتے ہیں ÷ جہاں سر اچھلتے ہیں دل ٹوٹتے ہیں
مرے اشک ہیں یا عرق ان کے رخ پر ÷ یہ پیہم ستارے سے کیا ٹوٹتے ہیں
بندھ جاتی ہے رحمت وہیں سے امیدیں ÷ جہاں جا کے سب آسرے ٹوٹتے ہیں
نہ زحمت کرائے راہزن رہزنی کی ÷ ارے خود یہاں رہنما لوٹتے ہیں
نہ مسرور ہوں کس طرح مرنے والے ÷ یہ ہستی کے آلام سے چھوٹتے ہیں
نہ خوش ہو سفینے بھنور سے بچا کر ÷ یہ ساحل سے ٹکرا کے بھی ٹوٹتے ہیں

پیامِ مسرت وہاں آ کے پہنچا
جہاں سینہ اربابِ غم کوٹتے ہیں

*

بمشاعرہ سہسواں ۲۵ ۵۲/۱۱

تجسس بن کے آنکھوں میں بشکلِ آرزو دل میں
وہ ہی بیرون محمل ہے جو آسودہ ہے محمل میں

جگر میں تیر آنسو آنکھ میں۔ بیتِ بیاں دل میں
مسافر آگئے الفت کے اپنی اپنی منزل میں

اگر اہلِ کرم کے ہاتھ خالی ہیں تو کیا پروا
امیدوں کے سہارے ہیں بہت دامانِ سائل میں

دو عالم میں سمائی بھی کہاں تھی اُن کے جلووں کی
اُتر آئے فرازِ عرش سے آخر مرے دِل میں

کنارے پر جو آکر مطمئن ہیں اُن سے کہتا ہوں
اگر طوفان پوشیدہ ہوئے دامانِ ساحل میں؟

ضیا داغوں کی نغمے آہ کے نظروں کے پروانے
جدھر نظریں اُٹھاؤ ہیں ہمیں ہم ان کی محفل میں

بہت مژگاں تک آئے اشک پی جانا پڑا جن کو
بہت دریائے بے ساحل ہوئے ہیں جذبِ ساحل میں

زمیں کیا تاب لا سکتی تھی میرے خونِ ناحق کی
بشکلِ داغِ امانت رکھ دیا دامانِ قاتل میں

بہت مدت ہوئی آسودہ اس میں ہے غمِ جاناں
خیالِ ماسوا کی اب گنجائش کہاں دِل میں

*

بمشاعرہ نمائش مظفرنگر ۲ ۳/۵۳

یہ کس کھلے گا خوئے چمن کیا ہے کیا نہیں ÷ اے پھول یوں نہ ہنس کہ موافق ہوا نہیں
شکوہ نہیں بجا وہ تجلی نما نہیں ÷ پہلے یہ سوچ تاب نظر بھی ہے یا نہیں
اس جور پر بھی تم سے کرم کی امید ہے ÷ پھر اور کیا ہے یہ جو فریب وفا نہیں
اک بات ہے کہ کچھ نہیں پیماں شکن کی بات ÷ پیماں شکن ہو تم یہ مرا مدعا نہیں
راز بلند و پست وہ سمجھے بھی کیا غریب ÷ جو رفعت نظر سے تمہاری گرا نہیں
فرماتے ہیں دہن سے وہ خود دستگیریاں ÷ ہے جس جگہ یقیں کہ کوئی آسرا نہیں
اے دوست تیرے تیر نے توڑا ہے یہ اصول ÷ جس نے کبھی نہ کی ہو خطا بے خطا نہیں
یہ کیا کہا کہ ضامن ساحل ہے ناخدا ÷ گویا یہ مان لوں کہ کوئی شے خدا نہیں؟
مجھ کو مٹانے والے تجھے یہ بھی ہے خبر ÷ وہ ابتدا ہوں جس کی کوئی انتہا نہیں
کرنا ہے صرف رہزن و رہبر میں امتیاز ÷ منزل مجھے ملے یہ مرا مدعا نہیں
رخ سے نقاب اٹھی وہ نہ جھک اے نگاہ شوق ÷ وقت طلوع مہر ہے سجدہ روا نہیں

جب وہ نہ ہوں تو اٹھ کے دلاتا ہے ان کی یاد
اے ابر درد دل بھی محض آشنا نہیں

بمشاعرہ گلاؤٹھی ۷ ۱۱/۵۳

آہ کس شے کی طلب تھی اور کیا پاتا ہوں میں
ڈھونڈنے نکلا تھا ان کو گم ہوا جاتا ہوں میں

موت دیتی ہے سہارا تجھ کو ٹھکراتا ہوں میں
روک اب دنیا کہ تیرے ہاتھ سے جاتا ہوں میں

بادہ برساتے ہیں جلوے۔ ہوش گم پاتا ہوں میں
بڑھتا جاتا ہے تلاطم ڈوبتا جاتا ہوں میں!
درد سے حسرت سے غم سے دل کو بہلاتا ہوں میں!
آبرِ پیہم سے اس شیشے کو ٹکراتا ہوں میں

میرے ضبطِ آہ پر جب مطمئن ہوتے ہو تم
بس یہیں آکر سراپا آہ بن جاتا ہوں میں
غم سے دل ٹوٹا ہی تھا میرا کہ طرزِ دوست پر
اک صدا آئی: نہ گھبرانا۔ ابھی آتا ہوں میں

باوجودِ ترکِ اُلفت اب بھی اتنا ربط ہے
جب کوئی نام ان کا لیتا ہے تڑپ جاتا ہوں میں
تم مری خاطر نقابِ رُخ اُٹھا سکتے نہیں
آپ ہی بن کر نقابِ رُخ اُٹھا جاتا ہوں میں

خود بخود کھینچے لئے جاتی ہے اک غیبی کشش
یہ مذاقِ جستجو جانے کدھر جاتا ہوں میں
مدتیں گذریں وُہی نالے وُہی دیوانگی
تم نے چھوڑا تھا جہاں۔ خود کو وہیں پاتا ہوں میں

اور ضبطِ غم کی تاکیدیں مجھے فرمایئے:
لوگ کہتے ہیں کہ دیوانہ ہُوا جاتا ہوں میں
ہے اسی کا نام اگر دُنیا تو دُنیا کو سلام
اہلِ ساحل ہنس رہے ہیں ڈوبتا جاتا ہوں میں

عشق میں ہٹ کر اٹھاتے ہیں من و تو کے حجاب
اُن کی جانب دیکھتے ہیں سب نظر آتا ہوں میں

میں جو چونکا میکدے کا سب بھرم کھل جائے گا
تیز سا پھر جام ساقی ہوش میں آتا ہوں میں

ہو سکے تو داد بھی دے تو ہی اِس اندھیر کی
روشنی میں تیرے جلووں کی لُٹا جاتا ہوں میں

اکبر یہ کہہ کر اُلٹ دی اُس نے چہرے سے نقاب
تیری خاطر طُور کی تاریخ دُہراتا ہوں میں

مشاعرہ بزم احسن گنور ۱۱/۵۳/۵

ضبط کی کون سی وادی میں غزلاں تھی رہا ✤ دیکھنے والے یہ کہتے ہیں پریشاں ہی رہیں
تُم کو نقصاں مری آنکھوں میں کوئی کیوں دیکھے ✤ عشق میں مصلحتاً سر بگریباں ہوں میں
لائقِ فخر ہے یہ چیز کہ انسان بنوں ✤ قابلِ فخر یہ کیا بات کہ انساں ہوں میں
قیمتِ خلد نظر میں ہے مری ایک گناہ ✤ میرے عصیاں پہ نہ برہم ہو کہ انساں ہوں میں
میں ترے غم کی خوشی ضبط کئے بیٹھا تھا ✤ اور دُنیا یہ سمجھتی ہے پریشاں ہوں میں
مجھ کو ہستی کی حدوں تک بھی پتہ کچھ نہ ملا ✤ وہ یہ کہتے رہے نزدیک رگِ جاں ہوں میں
مجھ کو اندیشہ ہے اب آ چکی رسوائی کا ✤ خود بھی محسوس یہ کرتا ہوں پریشاں ہوں میں

غرق کرنے کو مجھے کف بدہن ہیں موجیں
اکبر کہہ دے کوئی پروردۂ طوفاں ہوں میں

✤

مشاعرہ شکوہ آباد ۱۳ ۴/۵۴

درد سی چیز کا بھی تو یارا نہیں ÷ زندگی کو گوارا نہیں
چارۂ غم نہ کر، یہ گوارا نہیں ÷ تیرا مارا ہوں میں غم کا مارا نہیں
حد ہے ہیں یہ ستم ہم پہ دنیا کے یوں ÷ جیسے دنیا میں کوئی ہمارا نہیں
بجلیاں بھی ہیں پروردۂ گلستاں ÷ کون کہتا ہے ان میں گزارا نہیں
پہلے تو بحرِ غم میں سہارے کہاں ÷ اور ہوں بھی تو مجھ کو گوارا نہیں
حُسن نے تو نہ کی چال میں کچھ کمی ÷ یہ الگ بات ہے عشق ہارا نہیں
دولتِ غم کا قسمت سے مالک ہوں میں ÷ اس میں تو منعموں کا اجارا نہیں
تیز موجیں بتا دے رہی ہیں مجھے ÷ یا سفینہ نہیں، یا کنارا نہیں
خود جلاؤں میں آنچ آئے تجھ پر اگر ÷ اے چمن آشیاں تجھ سے پیارا نہیں
آہ اہلِ محبت کی خودداریاں ! ÷ مر گئے اور اُن کو پکارا نہیں

ابتر زحمت نہ فرمائیں چشمانِ تر
تجھ سے عشق ایسا شرارا نہیں

مشاعرہ شکوہ آباد ۱۹ ۲/۵۵

نگاہ و بخت کے کوتاہ پیمانے کہاں جائیں
جو وہ بے پردہ آئیں بھی تو پہچانے کہاں جائیں

صفِ عالم کو لے اُٹھنے کی دیوانوں میں سازش ہے
نہ ڈالے بیڑیاں وحشت تو کیا جانے کہاں جائیں

اگر اہلِ محبت بھی طلبگارِ عنایت ہیں
تو پوچھے کوئی ان سے وہ ستم ڈھانے کہاں جائیں

نظر گلشن پرستوں کی تو اُٹھتی ہی نہیں اِن پر
جو دیوانے بھی ٹھکرا دیں تو ویرانے کہاں جائیں

تری بیداد کی باتیں زبانوں تک تو آ پہنچیں
خدا جانے یہاں سے بن کے افسانے کہاں جائیں

خرد کی گمرہی کے راز دیوانے سمجھتے ہیں!
مگر یہ ہوش کی دُنیا ہے سمجھانے کہاں جائیں

ہمارا دل تھا بعدِ طور جس کو کھا لیا غم نے:
وہ برقِ حسن کی تاریخ دہرانے کہاں جائیں

لٹے ہیں تیری محفل میں رہیں گے تیری محفل میں
ستم جھیلے یہاں دادِ وفا پانے کہاں جائیں

تصادم میرے میخانے کے پیمانوں کی فطرت ہے
یہ آپس میں نہ ٹکرائیں تو ٹکرانے کہاں جائیں

نگاہِ مست چھا کر رہ گئی سارے زمانے پر
پناہیں ڈھونڈنے اب ابرِ میخانے کہاں جائیں

بمشاعرہ بزمِ منیر شکوہ آباد ۵۹ء

داغِ اُلفت سے ضیا بار کروں یا نہ کروں ٭ دہر کو مطلعِ انوار کروں یا نہ کروں
میں یہ اقدامِ گراں بار کروں یا نہ کروں ٭ آپ کو زینتِ افکار کروں یا نہ کروں
کون منصور ہے اظہار کروں یا نہ کروں ٭ اہتمامِ رسن و دار کروں یا نہ کروں
بجلیاں دامنِ گلزار تک آ پہنچی ہیں ٭ اہلِ گلشن کو خبردار کروں یا نہ کروں
ہر خطا مجھ سے ہے منسوب کہ انساں ٹھہرا میں ٭ میں ہی ٹھہروں کا خطاوار کروں یا نہ کروں

اے جنوں! گود میں خاک کی تمہیں پالا ہے ÷ اس حقیقت کا بھی اظہار کروں یا نہ کروں
بن کے رہبر مرے پاس آئے ہیں منزل پہ ÷ ساتھ چلنے سے اب انکار کروں یا نہ کروں
ترکِ الفت پہ بھی میں غور کروں گا لیکن ÷ تجھ سوا اس کے بھی غمخوار کروں یا نہ کروں
اپنے عصیاں کا تو اقبال ہے اے داورِ حشر ÷ جرمِ ہستی کا بھی اقرار کروں یا نہ کروں
چھپ کے رونے سے خفا جھوٹی ہنسی کے وہ خلاف ÷ کوئی تسکینِ دلِ زار کروں یا نہ کروں
بہرِ زینت مرے گلشن کو لہو ہے درکار ÷ ہمت اے دیدۂ خونبار کروں یا نہ کروں
تیرا غم لیکے مجھے دیتی ہے شاہی دنیا ÷ تیری کیا رائے ہے انکار کروں یا نہ کروں
ٹھوکریں کھانے کا احساس مجھے بھی ہے مگر ÷ عشق کی راہ کو ہموار کروں یا نہ کروں
میں وہ عاصی ہوں سمجھتا ہوں مزاجِ رحمت ÷ بخشش انجام ہے۔ اقرار کروں یا نہ کروں
خونِ افلاس سے ایوانوں میں ہیں نقش و نگار ÷ کوئی نازیبیِ دیوار کروں یا نہ کروں
میری ہستی میں بھی ہے آپ کے جلوؤں کی نمود ÷ اپنی ہستی کو بھی میں پیار کروں یا نہ کروں
تم تو خیر اپنے ہو کرتے ہیں مجھے کیوں برباد ÷ شکوۂ چرخِ ستمگار کروں یا نہ کروں

ابر دامن ہے مرا اشکِ گلابی سے بہار
ان کے دامن کو بھی گلنار کروں یا نہ کروں

بمشاعرہ بلدی ۲۲ ۱۲/۵۶

نظر دستِ جنوں کی جذب ہے تارِ رگِ جاں میں
مزا آئے جو شامل یہ بھی ہو جائے گریباں میں
بکھر جاتی ہیں کلیاں آگ لگتی ہے گلستاں میں
بہت ہشیار رہنا چاہیئے فصلِ بہاراں میں

سمجھے نسیم جاگ اٹھی ہے ہر طاقت ترقی کی
مگر انسانیت سوئی ہوئی ہے روحِ انساں میں

اسیروں میں یہ کون آزاد فطرت ہو گیا شامل
فغاں کرتے ہی رخنے پڑ گئے دیوارِ زنداں میں

یہ صیادوں کی کثرت چشم پوشی باغبانوں کی!
ہوا امن و سکوں کی پھر چلے کیونکر گلستاں میں

نکلنے پہ بھی اب تک روشنی کو ہم ترستے ہیں
سمٹ آئی ہیں کیسی ظلمتیں مہرِ درخشاں میں

ضرورت ہے تم اس کو آ کے خود ہی چاک کر جاؤ
اگر ہو گا گریباں ہاتھ الجھیں گے گریباں میں

علی الاعلان یہ توہینِ الفت اثر کرتا ہے
سمجھتے ڈر ہے نہ آ جائے خلل واعظ کے ایماں میں

مشاعرہ جلیسر ۲۶ $\frac{3}{57}$

دور کھڑی ہے گردشِ دوراں ✦ بیتری کیا بات اے مرے جاناں
دستِ عطا ہے مجھ پہ زنخداں ✦ اب کیا ہو کوتاہیٔ داماں
کانپ رہا ہے عشق کا ایماں ✦ دیکھ رہا ہوں ان کو پشیماں
حیرت کی ظلمت میں گم ہے ✦ اپنی تجلی دیکھ کر انساں
پھول نہ ہوں تو اشکوں ہی سے ✦ بھر جاتا ہے عشق کا داماں
وہ کیا آئیں گے دمِ آخر ✦ اب کیا ہو گی مشکل آساں
تھم ہی گئے آنسو مژگاں پہ ✦ روک لیا ساحل نے طوفاں

نبضِ مریضِ غم رُکتے ہی ÷ رُک جاتی ہے گردشِ دوراں
ہم تاریکی میں رہتے ہیں ÷ ہم دیکھیں گے صبحِ درخشاں
جینا پڑا ہے عہد میں اُن کے ÷ تھے بھی بہت جینے کے ارماں
انساں ہے مسجودِ ملائک ÷ آہ مگر اِس دَور کا انساں
پھول اِن سے بچ کر مرجھائیں ÷ پُر اُمید سب ہیں کلیاں
جس کی کچھ تعبیر نہیں ہے ÷ میں ہوں وہ اِک خوابِ پریشاں
زلفِ جہاں سلجھا دیوانے ÷ فرزانے ہیں دست و گریباں

ایماں کی لغزش ہے محبت
ابرؔ ہے یہ بھی لغزشِ ایماں

بمشاعرہ بزمِ احسن گنور ۱۲/۵/۷۱

سینے داغوں سے جگمگائے ہیں ÷ عشق نے کیا دیئے جلائے ہیں
جب پہ جب بلائے عزم آئے ہیں ÷ انقلابوں نے سر جھکائے ہیں
یوں بھی ناشاد دل چھپائے ہیں ÷ درد اُٹھا ہے تو مُسکرائے ہیں
میری میّت پہ اور تم گریاں ÷ کیسے موتی کہاں لُٹائے ہیں
زندگی بھر کیا یقینِ حیات ÷ زندگی بھر فریب کھائے ہیں
خود سے ہم اتنے ہو گئے ہیں دُور ÷ آپ جتنے قریب آئے ہیں
تیرے کردار کے ہے گرد جہاں ÷ سبھی اپنے سبھی پرائے ہیں
ظلمتِ دہر تو ہمیں نہ ڈرا ÷ شامِ غم سے گذر کر آئے ہیں
خود کو چاہا ہے تیرے دھوکے میں ÷ ہم نے یوں بھی فریب کھائے ہیں
نئی منزل کے مل گئے ہیں نشاں ÷ جب کبھی پاؤں ڈگمگائے ہیں

غمِ جاناں کو ننگ سمجھے جو لوگ ÷ غمِ دوراں کے کام آتے ہیں
میرے دل پر ہیں دوست کی نظریں ÷ طور پر بجلیوں[1] کے سامنے ہیں

اثرؔ اپنوں نے جب دغا دی ہے
غیر ہی میرے کام آتے ہیں!

۱ ۱/۴۹

ستم اُن کے زباں تک آ گئے ہیں ÷ اب اہلِ دل بیاں تک آ گئے ہیں
محبت میں فغاں تک آ گئے ہیں ÷ کہاں سے ہم کہاں تک آ گئے ہیں
نہ پائی جب اماں ہم نے جہاں میں ÷ تمہارے آستاں تک آ گئے ہیں
محبت کی ہو خیر - اہلِ محبت ÷ غمِ متعدد زباں تک آ گئے ہیں
قفس میں ہم نے یوں بھی خواب دیکھے ÷ کہ اُڑ کر آشیاں تک آ گئے ہیں
نہ دے رہبر نوید قربِ منزل ÷ خبر ہے ہم جہاں تک آ گئے ہیں
نفس کی راہ پہ ہم چلتے چلتے ÷ خدا جانے کہاں تک آ گئے ہیں
سرِ محفل ہنسی میری وفا کی ÷ تو اچھا وہ یہاں تک آ گئے ہیں
خبر کر دو امیرِ کارواں کو ÷ کہ رہزن کارواں تک آ گئے ہیں
کہیں بڑھ کر نہ بن جائیں فسانے ÷ وہ شکوے جو زباں تک آ گئے ہیں
خدا جانے کہاں پہنچیں گے گر کر ÷ جو اُڑ کر آسماں تک آ گئے ہیں

اثرؔ سے تو کعبہ بن کر ہی اُٹھیں گے
سر اُن کے آستاں تک آ گئے ہیں

---

۱. محترم بھائی سحر صاحب عشق آبادی نے کتنا حقیقی اعتراض کیا کہ بجلیوں کا سایہ نہیں ہوتا۔
اعتراض تسلیم۔ چونکہ سب لوگ لکھ رہے ہیں بتقلید میں نے بھی شعر رہنے دیا۔ اثرؔ احسن

حکومت ہے بہت فیاض اے اکبر
کرم اُردو زباں تک آ گئے ہیں

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۸ ۴/۵۴

بچھڑ کے راس آئے کسی کو سفر کہیں ÷ ڈھونڈو تو بے نشاں ہیں ٹھکانے کو گھر کہیں
برہم کرے نہ اور انہیں چشمِ تر کہیں ÷ اِس ابتدا کی دور نہ نکلے خبر کہیں
ترکش سے اُن کے تیر مرے دل پہ آ گئے ÷ بستا ہے گھر کہیں تو اُجڑتا ہے گھر کہیں
دل سا بھی اک مقام ہے سارے جہاں کے بعد ÷ مانا کہ تم کہیں نہ ملو گے مگر کہیں؟
تڑپا گیا قفس میں چمن کا دھواں مجھے ÷ بجلی کہیں گری ہے ہوا ہے اثر کہیں
ہستی میں میری عشق نے ڈالے ہیں تفرقے ÷ میں ہوں کہیں خیال کہیں ہے نظر کہیں
سرگوشیاں ہیں راہ زنوں سے مرے خلاف ÷ لٹ جائے میرے ساتھ نہ خود راہبر کہیں
دو کم نگاہیوں کے نہ طعنے کلیم کو ÷ دیتی ہے کام جلووں کی تابِ نظر کہیں
ہیں تیز گام راہ بھی پُرخار دن بھی کم ÷ اب ساتھ چھوڑتا ہے مرا راہبر کہیں

اہلِ سخن سمجھتے ہیں اہلِ ہنر مجھے
حالانکہ اکبر مجھ سا نہیں بے ہنر کہیں

بمشاعرہ بزمِ احسن گنور ۳۰ ۴/۴۴

ستم پر تحمل دیکھ کر بے وفا کو ÷ دعا کر کے رونا پڑا ہے دعا کو
فضا بھر گئی آندھیوں سے فغاں کی ÷ یقیناً بدلنا پڑے گا ہوا کو
سمجھتا ہے طوفاں کی موجوں کو ساحل ÷ خدا جانے کیا ہو گیا ناخدا کو
محبت میں آتا نہیں کام کوئی ÷ تماشا کیجئے نالۂ نارسا کو

مٹانے کو پیدا کیا جا رہا ہوں ٭ کوئی ابتدا چاہیئے انتہا کو
خرابِ حیات آڑ لے کر نفس کی ٭ پکارا کیئے زندگی بھر قضا کو
مسلّم تری طاقتیں مجھ کو منعم ٭ مگر ہم خدا جانتا ہو خدا کو
زمیں اس امانت کا کیا بار اُٹھاتی ٭ جبیں میں اُٹھانا پڑا نقشِ پا کو

مرے دل سے غم کس طرح اب مٹتا
بڑی دشمنی تھی اثر سے دعا کو

مشاعرہ بزمِ احسن گنور ۱۲ / ۵ / ۲۴

جمالِ غیر کا حائل اگر حجاب نہ ہو ٭ خود اپنے جلووں کی چشمِ بشر کو تاب نہ ہو
یہ کیا؟ کہ کم ہی کبھی دل کا اضطراب نہ ہو ٭ تمہارے درد کا یہ حسنِ انتخاب نہ ہو
وہ خود بھی چاہیں تو کم میرا اضطراب نہ ہو ٭ عجب سوال ہوں جس کا کوئی جواب نہ ہو
یہ اشکِ غم ہی ڈبو دیں نہ تشنگی میں مجھے ٭ سمجھ رہا ہوں جسے بحر وہ سراب نہ ہو
صدائے دوست بھی سنتے وہ دل کی دھڑکن سے ٭ جو مانگتے ہیں دعا دل کو اضطراب نہ ہو
جب آ جھکے سرِ پُرشوق ان کے قدموں پر ٭ پھر اس کے بعد زمانے میں انقلاب نہ ہو
وہ یوں بھی سامنے آتے ہیں آڑ لے لے کر ٭ نظر بھی دیکھ لے چہرہ بھی بے نقاب نہ ہو
رگوں میں کیف سا جاری ہے ان کی یاد کے بعد ٭ یہ سوچتا ہوں محبت بھی خود شراب نہ ہو
بنا کے آئینہ خانہ بساطِ امکاں کو ! ٭ وہ چاہتے ہیں ہمارا کہیں جواب نہ ہو
زمیں تو کیا ہے فلک کروٹیں بدلنے لگے ٭ تری نگاہ اُٹھے اور انقلاب نہ ہو؟
سنبھال سکتا ہے اک جام کس قدر سیلاب ٭ یہ رازِ فاش ابھی دیدۂ پُرآب نہ ہو

یہ دھڑکنیں ہیں کہ آہٹ سی ہے ان کے قدموں کی
کبھی کسی کی راہ گزر تو دلِ خراب نہ ہو

بمشاعرہ بزمِ احسن گنور ۱/۵۲-۱۹

اجازت اس نے در پر سر جھکانے کی نہ دی مجھ کو
بغیرِ سجدہ اب کرنی پڑے گی بندگی مجھ کو

خدا یاد آ گیا ۔ عرفاں کی منزل مل گئی مجھ کو
مصائب کے اندھیروں نے دکھا دی روشنی مجھ کو

بلاتے ہیں وہ خود ۔ یا موت ۔ یا دیوانگی مجھ کو
ذرا سننا یہ کس نے دور سے آواز دی مجھ کو

قفس میں آ کے فکرِ آشیاں کیا خوفِ صرصر کیا
بہار آئی تو ہر غم سے فراغت مل گئی مجھ کو

یہ آنسو ؟ آہ یہ آنسو مری رودادِ غم سن کر
ڈبو دے گی یقیناً آپ کی دریا دلی مجھ کو

فغان و درد و غم کترا گئے سب میری راہوں سے
تمہیں جب مل گئے تو اور کیا ملتا کوئی مجھ کو

یہی تو وقت ہے اے زخمِ دل ناسور بننے کا
نظر آتی ہے اب مجروح ایک اک زندگی مجھ کو

سرودِ زندگی خود ٹھوکروں سے میری کھیلے گا
خدا وہ دن کرے آئے شعورِ زندگی مجھ کو

بسر کرنے کو ہستی اک سہارے کی ضرورت تھی
جو تم نے ساتھ چھوڑا دے اٹھی دیوانگی مجھ کو

مقتدر دیکھئے آتے ہی اُن کے موت بھی آئی
جہاں بیدار رہنا تھا وہیں نیند آگئی مجھ کو
وطن کی قدر دانی پہ بھی اِک دن تبصرہ کرتا
کبھی غربت نے اتنی آہ فرصت ہی نہ دی مجھ کو

مشاعرہ سیانہ (میرٹھ) ۱/۵۲ ۴

ستم زدوں پہ نہ ہنس پا کے تو سہاروں کو ✣ ڈبو بھی دیتے ہیں طوفاں کبھی کناروں کو
ترستے رہ گئے اہلِ قفس نظاروں کو ✣ سلام دُور سے اِن خود نما بہاروں کو
دیا سحر نے یہ پیغام بے قراروں کو ✣ تمہارے نام کی نیند آگئی ستاروں کو
اُٹھیں گھٹائیں تو لے میں بھی جام اُٹھا لوں ✣ سمجھ رہا ہوں مشیت ترے اشاروں کو
پناہ یاس ملی تھی اسے بھی چھین لیا ✣ کرم کا دے کے سہارا ستم کے ماروں کو
جگر کے داغ جہاں تھے وہیں درخشاں ہیں ✣ ملی نہ بخت سے گردش ہی ان ستاروں کو
مرے چمن تری شادابیاں سلامت باد ✣ قفس سے دیکھ رہا ہوں تری بہاروں کو
ہمارے سجدوں کی تابش پہ کر نظر اے دوست ✣ کہ جڑ دیا ہے ترے آستاں میں تاروں کو
مجھی کو سبزۂ بیگانہ جاننے والو! ✣ مرے لہو نے نکھارا ہے لالہ زاروں کو
برائے گل شہدائے وطن پہ کیا چڑھتی ✣ مزار بھی نہ میسر ہوئے ہزاروں کو
چمن سے اور وفا کا ثبوت کیونکر دوں ✣ لئے تو بیٹھا ہوں دل میں ہزار خاروں کو
ندامتوں کے فریبوں سے آشنا ہوں میں ✣ نہ چھیڑیئے مرے ٹوٹے ہوئے سہاروں کو
خلافِ عقل ہے طوفاں زدوں سے ٹکرانا ✣ کبھی سفینے بھی ڈھا دیتے ہیں کناروں کو

ہوا ہے اہلِ جہاں سے مجھے گمانِ کرم
وہیں سے وہ بھی بدل دیں اگر اشاروں کو؟

بمشاعرہ بزم احسن گنور ۱۷ شہ ۵۳

مٹا کر آرزوئے دل جو آتے ہیں مٹانے کو ÷ ذرا آواز تو دینا مرے گذرے زمانے کو
کہو تو چوم لیں سجدے تمہارے آستانے کو ÷ سہارے کی ضرورت ہے مجھے بگڑی بنانے کو
نقاب اس نے الٹ دی ہے مجھے جلوہ دکھانے کو ÷ یہیں ٹھہرا ہے یہ کوئی سمجھا دے زمانے کو
ترے در کی کشش نے عبدیت کی آبرو رکھ لی ÷ نہ تھی آمادہ میری سرکشی تو سر جھکانے کو
نہیں ہے فرض تقلید عوام ارباب ہمت پر ÷ بدل جانے سے پہلے خود بدل ڈالو زمانے کو
قضا سے حیلہ جو مجھ تک کسی حیلہ سے آجاتی ÷ مگر اس درمیاں میں آگئے تم کیوں بہانے کو
گریباں چاک گل ہیں خاک بر سر ہر بگولہ ہے ÷ مجھے شبنم اشارے ہیں یہ دیوانہ بنانے کو
گندی بچ کے صرصر بجلیاں کرتیں نگہبانی ÷ مزاج گل گلستاں بچا نہ تھا آشیانے کو
ازل سے آج تک سایہ وہ بھی ہے حکم تجسس بھی ÷ دیا ہے طول کتنا اک محبت کے فسانے کو
گل بیتہ موجود پر شبنم کے آنسو چھپ جاتے ہیں ÷ جہاں کوئی کلی لب کھولتی ہے مسکرانے کو
ہر اک منزل فنا فی العشق کی طے کر چکا ہوں میں ÷ اب آئے موت میری زندگی سے مات کھانے کو

جنون جبہ سائی کا یہ عالم آیہ کیا کہئے
اٹھے جاتے ہیں سجدے لیکر ان کے آستانے کو

بمشاعرہ پاسبان جنوری ۵۹ء چنڈی گڑھ

نشان عزم سہاروں کا قصر ڈھا کے چلو ÷ جو گم ہو راہ تو راہ خود بنا کے چلو
گلوں سے عشق سہی ہوش میں تو آکے چلو ÷ یہ کیا کہ خار سے دامن بچا بچا کے چلو
تھکن سوار ہے دن کم ہے دور منزل ہے ÷ قدم قدم پہ ہیں رہزن قدم اٹھا کے چلو
ہر ایک راہ سے گذرو حیات کی مسکن ÷ ہر ایک راہ کو رشک چمن بنا کے چلو

بھٹک نہ جائیں نئے راہرو اندھیروں میں ÷ ہر ایک نقشِ قدم سے دیئے جلا کے چلو
ہو وفا جو نہ رسوا یہ شرطِ اول ہے ÷ قدم ہٹا کے چلو یا قدم بلا کے چلو
سفر کو روک بھی دیتے ہیں راہ کے منظر ÷ مقام ایسے جب آئیں نظر بچا کے چلو
لٹے ہیں قافلے چل چل کے جن پہ صدیوں سے ÷ تم ایسے نقشِ قدم راہ سے مٹا کے چلو
کہیں جنوں کی عداوت ہے ہوش کی ہے کہیں ÷ جنون و ہوش کے رشتے بہم ملا کے چلو
کہیں نہ یہ ہو کہ رستہ میں شام ہو جائے ÷ تم اپنی طاقتِ رفتار آزما کے چلو
یقین مقصدِ منزل رسی بڑی شے ہے ÷ اسی یقین کو تم رہنما بنا کے چلو
چلو چلو تمہیں منزل صدائیں دیتی ہے ÷ چراغ خوف و تذبذب مگر بجھا کے چلو
بجا کہ عجز ہے تہذیب بھی شرافت بھی ÷ مگر غرور کے آگے نہ سر جھکا کے چلو
حریصِ جنگ کا سر جلد تر کچلنا ہے ÷ نشانِ فتح و ظفر ہاتھ میں اٹھا کے چلو

چلو وطن کی حفاظت کو آج سرحد پر
پیامِ امن وطن کو مگر سنا کے چلو

مشاعرہ جمشید پور ۱۲ ۳/۱

(ردیف نہ)

کرے موت کا ختم واعظ فسانہ ÷ زمانے کو خود کھا رہا ہے زمانہ
محبت کی ایک ایک ادا کا ترانہ ÷ بظاہر یہ عنواں بباطن فسانہ
بنا آشیانہ جلا آشیانہ ÷ یہی لے سکا کروٹیں دو زمانہ
ترا جور دل میں فغاں بن رہا ہے ÷ مرتب نیا ہو رہا ہے ترانہ
زمانے کو چاہے جدھر سے بدل دو ÷ تمہاری فنائی تمہارا زمانہ
بتاؤں تجھے اپنے سجدے کی رفعت ÷ بلندی میں جیسے ترا آستانہ

زمانہ ہے اک کفر پرور نظر کا ÷ سنبھلے رہے اپنا ایماں زمانہ
مرا بت کھانا تھا امرِ یقینی ÷ محبت کی ہر چال تھی شاطرانہ
جہاں سوز بن بن کے کیوں مٹ رہا ہے ÷ مکمل نہیں غالبؔ یہ فسانہ
زمانہ کو ٹھکرا کے بھی دیکھ لے تو ÷ رہیگا تری ٹھوکروں میں زمانہ
سنائے کوئی سازِ غم پہ تو جانیں ÷ ہماری طرح زندگی کا ترانہ
محبت بھی اب رہ گئی جرم بن کر ÷ الٰہی کدھر جا رہا ہے زمانہ

عجب رنگ سے زندگی اب گذری
جہاں بس گئے بن گیا آشیانہ

بمشاعرہ بدایوں ۲۴ ۲/۴ ۵

بنتے ہیں تڑپ کے طائر خود تیر کا نشانہ ÷ اللہ! کیا بلا ہے صیاد کا زمانہ
ہوتا اگر جبیں کا انداز والہانہ ÷ خود ڈھونڈنے نکلتا سجدوں کو آستانہ
ایسا بھی فصلِ گل میں آتا ہے اک زمانہ ÷ رہتا ہے خود تڑپ کر بجلی سے آشیانہ
دلچسپ کس قدر تھا غم کا مرے فسانہ ÷ عنوان بدل بدل کر کہتا رہا زمانہ
اے دوستو تمہاری ہمدردیوں کے قرباں ÷ منہ پھیر لوگے تم بھی بدلا اگر زمانہ
محفل میں اٹھتے اٹھتے وہ جھک گئیں نگاہیں ÷ تخلیق ہوتے ہوتے اک رہ گیا فسانہ
آنکھیں گئے بھٹک کر مظلوم سے کرم کا ÷ کچھ ایسی کروٹیں بھی لے گا ابھی زمانہ
یوں میرا اشکِ خونیں دامن پر ہو گریاں ÷ جو بن گیا فسانہ وہ بن گیا فسانہ
یہ چشمِ مست ساقی اف چشمِ مست ساقی ÷ حافظ کی اک غزل ہے یا ہے شراب خانہ

اسلام میں ہوں داخل صدیوں سے آبرؔ لیکن
کمبخت دل کے نیم اب تک ہیں کافرانہ

بمشاعرہ پیلی بھیت ۲۸ ۶/۵۵

ان کی طلب عالم دیوانہ ÷ لاکھوں عنواں ایک فسانہ
آج بتاتے ہو دیوانہ ÷ یاد کرو گے میرا زمانہ
کھلنے والا ہے رازِ غم ÷ ہونے والا ہوں دیوانہ
اہلِ خرد کی وحشت دیکھو ÷ دیوانہ تو پھر دیوانہ
لَو بھڑکے گی نور بڑھے گا ÷ شمع سے ملتا ہے پروانہ
ہم جو بنامِ عشق نہ بنتے ÷ لوگ بنا دیتے دیوانہ
جو سنتا ہے رو دیتا ہے ÷ کس کو سنایا جائے فسانہ
تم تو میری حالت دیکھو ÷ لوگ بتاتے ہیں دیوانہ
تم جب چاہو ہو سکتا ہے ÷ میں کیا؟ اک عالم دیوانہ
جام بنا جب شیشہ ٹوٹا ÷ کچھ نہ بنا یہ دل دیوانہ

اخترؔ ہر اک رودادِ الم کو
میں سمجھا اپنا افسانہ

بمشاعرہ جلیسر ۶ ۴/۵۵

توڑ رہا ہے دم دیوانہ ÷ رک جائے کچھ دیر زمانہ
ایک معمّا ہے دیوانہ ÷ خود عنواں خود ہی افسانہ
ڈھلکے چشمِ عشق سے آنسو ÷ چھلکا اب چھلکا پیمانہ
ہے موقوف روش پر اپنی ÷ جیسے ہم ویسا ہی زمانہ
وہ اٹھیں ساقی کی نظریں ÷ لوٹو اے رندو میخانہ

مجھ سے حال چھپانے والے ÷ میں ہوں خود تیرا افسانہ
حسبِ ظرفِ رِندوہ آنکھیں ÷ پیمانے ۔ مینا ۔ میخانہ
تنگ ہے دُنیا فرزانوں پر ÷ مصلحتاً ہو جا دیوانہ
تیز روی کم کر دیوانے ÷ چل نہ سکے گا ساتھ زمانہ
ذکر پر اُن کے جھوم اُٹھتا ہے ÷ ہوش میں رہتا ہے دیوانہ
تیرِ نظر سے دل کا تصادم ÷ چوٹ کڑی نازک پیمانہ
جس کو تو اب مقبول چکا ہے ÷ میں ہوں دوست وہی افسانہ
اِن کے خرام ناز کے قرباں ÷ گھوم رہا ہے گرد زمانہ

محرومی کا اکبرؔ گلہ کیوں
اب تو اپنا ہے میخانہ

مشاعرہ قاسم پور بدایوں ۲۰ ۱۱/۴۱

(ردیف ن سے)

ملانا ہیں سر اُن کے آستاں سے ÷ زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے
چھڑاتی تھی قضا دردِ نہاں سے ÷ تم ایسے میں چلے آئے کہاں سے
فسانہ میرا سُن لو آج ورنہ ÷ سُنو گے کل یہ دُنیا کی زباں سے
تو چُپ چُپ ہے پری محفل آہ بر لب ÷ فسانہ چھڑ گیا میرا کہاں سے
گلستاں میں چٹکتی ہیں یہ کلیاں ÷ صدائے دوست آتی ہے کہاں سے
مری واماندگی پر ہو رہا ہے ÷ چراغاں تا بہ منزل کارواں سے
بتاؤں گا فغاں پر ہنسنے والے ÷ ہوائیں رُخ بدلتی ہیں کہاں سے
پناہِ دیر و کعبہ ڈھونڈتا ہے ÷ بچھڑ کر سجدہ ان کے آستاں سے

کہاں پہنچی شکستِ دل کی آواز ٭ ستارے ٹوٹتے ہیں آسماں سے
ہوئی مشقِ ستم پہلے ہمیں پر
ہمیں نزدیک تھے اپنے آسماں سے

بمشاعرہ لکھنؤ ۱۳۴۱ھ

اک مرکز پر ہر اک رگ سے اس کا کھنچ آنا مشکل ہے
اب درد کہاں ہے چارہ گرو، یہ بات بتانا مشکل ہے

میرا اُن سے کیا مقصد ہے یہ بات بتانا مشکل ہے
میں خود ہی جس کو نہیں سمجھا اس کا سمجھانا مشکل ہے

جتنے نالے دل سے نکلے جتنے ارماں اب دل میں ہیں
یکجا یہ اگر سب ہو جائیں دُنیا میں سمانا مشکل ہے

سر دے کے سہی غم کھا کے سہی معلوم مگر یہ ہو جاتا
کیا آپ کا ملنا ناممکن یا آپ کا پانا مشکل ہے

دل جتنا ٹوٹا اتنی ہی نالوں نے ترقی کی ورنہ
جو ساز شکستہ ہو جائے وہ ساز بجانا مشکل ہے

اس دور سے اس کو کیا نسبت آغاز تھا وہ انجام ہے یہ
جب ہوش گنوانے آساں تھے اب ہوش میں آنا مشکل ہے

نالوں کے ضبط کا حکم نہ دو دل شق ہو کر رہ جائے گا
دیباکے نازک پردوں میں شعلوں کا دبانا مشکل ہے

میں کیچ رانی دل بھی حاضر کیا دیر ہے بسنا کام کرو
کیا تیر لگاتے ڈرتے ہو یا تیر لگانا مشکل ہے

پروانہ سے جاکر کوئی انداز فدا کاری پوچھے
جانبازی عشق میں سہل ہی سہی شعلوں سے نہانا مشکل ہے

ہر جبر و ستم کی طغیانی۔ موج ارماں۔ سیلاب غم
اتنے طوفانوں سے دل کی کشتی ٹکرانا مشکل ہے

میرے سمجھانے والوں کو کوئی اب اتنا سمجھا دے
جو خود ہو سمجھ کر دیوانہ اس کا سمجھانا مشکل ہے

مشاعرہ ہندو ہائی اسکول بدایوں ۱۴/۱۲/۴۴

کہاں وہ اہل محبت سے بے نیاز رہے ÷ حجاب لالہ و گل میں نظر نواز رہے
نہ جی سکوں گا جو تم مجھ سے بے نیاز رہے ÷ خدا نظر میں مری زندگی کا راز رہے
حضور حسن تمہیں خم سر نیاز رہے ÷ یہ صبح نور رہے یہ مری نماز رہے
وہ سر حقیقت تاج و کلاہ کیا سمجھیں ÷ جو عضو کرے دل سے محبت کی سرفراز رہے
عذاب شام الم وہ سمجھ نہیں سکتے ÷ وہی جو چین سے مصروف خواب ناز رہے
تری تلاش میں اپنی خبر تو لیتا تھی ÷ وہ محویت تھی کہ تجھ سے بھی بے نیاز رہے
بجا ہے یا مجھ پہ ستم ان کے دشمنوں پہ کرم ÷ کوئی تو عشق و ہوس میں بھی امتیاز رہے
مجاز میں ہیں نمایاں حقیقتوں کے کمال ÷ کیسے مجاز و حقیقت میں امتیاز رہے
وہ درد موت نہ بنتا تو اور کیا بنتا ÷ کہ ایک ان بھی نہ تم جس کے چارہ ساز رہے

حیات آپ غم ماسوا سے پاک ہوئی
خیال یار ترا سلسلہ دراز رہے

بمشاعرہ بدایوں ۱۳۴۲

الفت میں درد و غم ہے، جدائی ہے، یاس ہے ÷ جو کچھ مرے نصیب میں تھا میرے پاس ہے
پھوٹے آبلے مرے دل پر ہراس ہے ÷ ہمت بندھائیے کہ محبت اداس ہے
شاید قدم حدودِ محبت میں آ گئے ÷ آلام بے پناہ ہیں غم بے قیاس ہے
تو قاطعِ حیات سہی تیغِ دستِ ناز ÷ تجھ سے مجھے حیاتِ دوامی کی آس ہے
یہ راز اب کھلا ہے کہ جب کام ہو چکا ÷ ناکامیوں پہ عشق کی قائم اساس ہے
ان کی نگاہ گرم ہے دل پر بھی ہو نہ ہو ÷ یعنی یہ طور برقِ تجلی کے پاس ہے

بگڑی میں تیرے ابر کو سب دے چکے جواب
پروردگار اب تری رحمت کی آس ہے

بمشاعرہ بدایوں ۱۳۴۴

چراغاں خیرہ کن ہے ذرہ ذرہ طورِ منزل ہے
مری چمکی ہوئی تقدیر ہے یا تیری محفل ہے
کریں ترکیب آب و گل میں ہم تخصیص مشکل ہے
لہو کا جو بھی قطرہ درد بن جائے وہی دل ہے
نہیں ایسا تو کیوں دیوانہ کن ہے ہر شگفت اس کی
گلوں کے چاک میں شاید گریباں میرا شامل ہے
بڑھا جاتا ہوں سودائے طلب لیتے ہوئے سر میں
مجھے کیا علم پیچھے رہ گئی یا دور منزل ہے
الٹ دوں ابر طبقے تو زمیں کے آہ سے لیکن
مزاجِ حسن میں رنگِ تلون بھی تو شامل ہے

بمشاعرہ مارہرہ ۹/۴۲ ۵

تمہارے در میں یہ تاثیر پائی جاتی ہے + کہ تجھ نہ خلق تو پھر کھینچ لائی جاتی ہے
یہ کس ادا سے تجلی دکھائی جاتی ہے + نظر کی چوٹ رگِ جاں تک آئی جاتی ہے
نظر فریب تجلی دکھائی جاتی ہے + طبیعت آتی نہیں جب بتلائی جاتی ہے
کہیں وہ برق نظر باز آئی جاتی ہے + جلا کے طور میرے دل پہ چھائی جاتی ہے
جسے اُجاڑ دیا عشقِ خانہ ویراں نے + بھلا کسی سے وہ بستی بسائی جاتی ہے
زبانِ حشر میں رنگِ کتاب پھر پھر کر + ہمیں تمہاری کہانی سنائی جاتی ہے
ملی ہے بحرِ فنا سے مجھے نوید بقا + یہ ناؤ ڈوب کے ساحل پہ آئی جاتی ہے
مری وفا کا فسانہ زبانِ خنجر سے + وہ کہہ رہے ہیں مجھے نیند آئی جاتی ہے
مجھے بتلائے جو نقادِ سوزِ الفت ہو + یہ آگ لگتی ہے یا خود لگائی جاتی ہے
ہوائیں مست سہی رات نشہ پاش سہی + "ترے بغیر کہیں نیند آئی جاتی ہے"
وہ زندگی نہیں مر مر کے جو گذر ہی جائے + مجھے حیات کی تہمت لگائی جاتی ہے
مرے نصیب کے دامن میں جس کی صبح نہیں + سحر بخیر وہی رات آئی جاتی ہے
نگاہِ یاس سے تم کو ہی دیکھ لیتا ہوں + یہ داستاں کہیں سب کو سنائی جاتی ہے
مسرتیں تو محبت میں کیا سما سکتیں + مصیبتوں میں محبت سمائی جاتی ہے
جمالِ یار تجھے گل نے یہ راز کھول دیا + کہ شکل چھپتی نہیں گو چھپائی جاتی ہے

کچھ اس ادا سے کیا آبروئے دوست نے برباد
گماں ہوا مری بگڑی بنائی جاتی ہے

بمشاعرہ دہرہ دون ۱/۴۳ ۷

محبت کے آثار ہیں دل نشیں سے + بنے یا بگڑ جائے دنیا یہیں سے

وفا کے فلک سے طلب کی زمیں سے ÷ صدا دوست کی آ رہی ہے کہیں سے
ملاقات ایمان و دل توبہ توبہ ÷ ملے غمزدہ جیسے اندوہگیں سے
محبت جہاں سے تری پاک مٹ کے ÷ زمانہ کی صورت بدل جا وہیں سے
مٹانے کی میرے ضرورت سے شاید ÷ فلک سازشیں کر رہا ہے زمیں سے
بہاریں ہیں گل ہیں مگر نامکمل ÷ چلے آؤ ایسے میں تم بھی کہیں سے
درِ عشق سے سیر کر زندگی کی ÷ نظر آئیں گے سب تماشے یہیں سے

انہیں آ کے سجدے کئے جا رہا ہوں
غرض کچھ نہیں مجھ کو دنیا و دیں سے

بمشاعرہ فصاحت حیدرآباد ۹ ۳۴ ۲

یہ اشک کیوں نہ کسی دن سے چارہ جو آئے ÷ مجھے ہے خوف نہ اب آنکھ سے لہو آئے
درِ حبیب سے ناکام آرزو آئے ÷ وہ نالے عرش کو جو لاکھ بار چھو آئے
بزعم خود جو حرم سے میں کامیاب پھرا ÷ صدائیں آئیں یہ ناکام آرزو آئے
ابھی تلاش میں پانے کا ہوش باقی ہے ÷ ابھی کہاں مجھے آدابِ جستجو آئے
کسے یقین تھا اس کا یہ ہے نصیب کی بات ÷ تلاش اپنی کروں اور نظر تو آئے
حجاب خود ہی نہ اٹھا مری نگاہوں سے ÷ حریم ناز سے چل کر وہ تا گلو آئے
وہ جلوہ ریز ہیں ہر چیز سے بہ رنگ لطیف ÷ جسے ہو حوصلۂ دید روبرو آئے
غریبِ عشق کو ان منزلوں میں پہنچا دے ÷ کہ مجھ کو اپنے پسینے میں تیری بو آئے

جہاں پہ چھائے ہوئے خون میں نہائے ہوئے
ہم ان کی بزم سے اٹھے آ کے سرخرو آئے۔

بمشاعرہ بزم احسن گنور ۱۵/۴۳ھ ۱

کیا شے کسی کی نیچی نظر ہے ÷ دنیائے لطف زیر و زبر ہے
کتنی سبک رو عمر بشر ہے ÷ بیٹھا ہے گھر میں جاری سفر ہے
پڑھ جائے جس پر دیوانہ کر دے ÷ سحر فسوں تیری نظر ہے
رہتا ہوں ہر دم کیف غرق مستی ÷ کیا میری ہستی تیری نظر ہے؟
میں دلکشی میں راہوں کی گم ہوں ÷ کوئی بتا دے منزل کدھر ہے
تم رنگ و بو کے پردوں سے نکلو ÷ آنکھیں ملائے کس کا جگر ہے
چھا جانے والی کون و مکاں پر ÷ میری نظر ہے تیری نظر ہے
کیا کاٹ دینا شام الم کا
جب توڑ دیں دم وقت سحر ہے

بمشاعرہ سہسوان ۳/۴۳ھ ۲۵

ہجر میں آ ہی گئی ٹلتی کہاں آئی مری ÷ گو امیدوں نے بہت کی ہمت افزائی مری
انتہا پر رنگ تھی لائی شکیبائی مری ÷ آنسوؤں میں دوست کی تصویر اتر آئی مری
خوبیٔ ذکر ان کے نقش پا کا چھپ گیا ÷ ڈھونڈتی پھرتی تھی اک کعبہ جبیں سائی مری
سینکڑوں کہنے کو لیکن اصل میں کوئی نہیں ÷ اف عزیزوں کی یہ کثرت اف یہ تنہائی مری
تم تو میری آنکھوں میں ہو دل میں ہو شہ رگ میں ہو ÷ میں کہاں ہوں کوئی تم نے بھی خبر پائی مری
مدتوں چرچے فرشتوں میں رہے میرے خلاف ÷ تھی مری تخلیق سے پہلے بھی رسوائی مری
مونس دیرینہ ہے یا ننگ ہے میری طرح ÷ ہو نہیں سکتی ہے دشمن شام تنہائی مری
دیکھیے کعبہ بنے یا آستاں تعمیر ہو ÷ آ گئی ہے رخ کیے کچھ ضد پہ جبیں سائی مری

ان کے آنسو بھی ہیں جاری شور یا ہو کے ساتھ
آج بزمِ ناز میں ایسے غزل گائی مری

بمشاعرہ بدایوں ۴۴ء ۲۲

گریباں چاک گل ہیں اشک افشاں آبِ شبنم سے
ارے جس کو چمن سمجھا ہے تو وہ بزمِ ماتم ہے

بتا اے چارہ گر کیوں تجھ پہ مایوسی کا عالم ہے
تجھے تو نیند سی بھی آ رہی ہے درد بھی کم ہے

نہ شورِ نالۂ گستاخ ہے نہ زورِ دردِ دل کم ہے
تصدق تیری پرسش کے جو عالم تھا وہ عالم ہے

نظر حالاتِ گرد و پیش پر بھی ایک ہو جاتی
خرامِ ناز کے قرباں نظامِ دہر برہم ہے

بصد ارماں کلی لب کھولتی ہے مسکرانے کو
کوئی کہہ دے یہاں غم تو زیادہ ہے خوشی کم ہے

گذر دامن کی حد سے چاکِ دل آ کر دکھا مجھ کو
اگر یہ ہے تو پھر دیوانگی تیری مسلم ہے

مرے زخموں کی گہرائی نہ ہو کم تو شکایت کیا
وہاں ہوں میں جہاں رسمِ جراحت ہے نہ مرہم ہے

سوالِ قرب و بعدِ بزمِ جاناں حل جو ہو جائے
اسی دنیا میں جنت ہے یہی دنیا جہنم ہے

بہت گھبرا کے مجھ کو رہتے ہیں پھر وہ بھی چپ چپ سے
وفائے عشق کو مژدہ بنائے عشق محکم ہے

بمشاعرہ بدایوں ۲۹

ذہنِ فطرت میں جنوں کا نہ ہو درماں کوئی ÷ مجھ کو دیتا ہے صدا جانبِ زنداں کوئی
چارہ سازوں کا ستم قابلِ برداشت نہیں ÷ کاش کہہ دے مجھے ناقابلِ درماں کوئی
یہ مری وضعِ اسیری یہ مرا رنگِ جنوں ÷ کر لیا بند کھلا جب درِ زنداں کوئی
کچھ کمی رہ گئی شاید مری بربادی میں ÷ جمع پھر کرتا ہے اجزائے پریشاں کوئی

کیا جنوں خیز ہے تاثیرِ شگفتِ گل بھی
جیسے کرتا ہو مرا چاکِ گریباں کوئی

بمشاعرہ فرخ آباد ۱۳ اور ۱۲

آ جاؤ شمعِ نورِ منور لئے ہوئے ÷ گم ہو رہا ہے اب مجھے رہبر لئے ہوئے
یہ وضعِ بندگی ہے مقدر لئے ہوئے ÷ سجدہ سے سر اٹھا ہے ترا در لئے ہوئے
وہ شب بھی میں نے کاٹ دی لے لے کے ترا نام ÷ لمحے تھے جس کے وسعتِ محشر لئے ہوئے
جلوے دلِ آفریں کے دلوں میں کرو تلاش ÷ ہر آئینہ ہے عکسِ سکندر لئے ہوئے
دل رازدارِ نور ہے دل جلوہ گاہِ طور ÷ قطرہ ہے اپنے ساتھ سمندر لئے ہوئے
صیاد کیا ہمارا نشیمن اجاڑ کر ÷ اب بھی خزائیں آتی ہیں صرصر لئے ہوئے
ہر موجِ بحرِ عشق کی ٹکرا رہی ہے سر ÷ ڈوبا ہوں حسرتوں کا بھرا گھر لئے ہوئے
یہ ضبط بھی تو دامنِ غیرت پہ داغ ہے ÷ کب تک قفس میں بیٹھا رہوں پر لئے ہوئے

اے ابر آن کی ہے عرقِ مرگ پر نظر
یعنی جبیں ہے نزع میں گوہر لئے ہوئے

*

بمشاعرہ مارہرہ ۱۳۴۴ھ

طبیعت سے جنوں کی کارفرمائی نہیں جاتی ÷ یہ تیرے ذکر سے بھی اب تو بہلائی نہیں جاتی
جراحت کیش دل کی ناشکیبائی نہیں جاتی ÷ بظاہر زخم بھر جاتے ہیں گہرائی نہیں جاتی
جہانِ بیقراری و صبر راحت کیوں نہ ہو مجھ کو ÷ سکوں کے دم سے ہیں تو زندگی پائی نہیں جاتی
اُٹھا آئینہ دیکھا اپنی جنوں افزا بہاروں کو ÷ یہ کیا شکوہ کہ تیری دشت پیمائی نہیں جاتی
کئے جاتا ہوں سجدے جیسے سچ مچ ان کے قدموں پر ÷ وہ کب کے جا چکے میری جبیں سائی نہیں جاتی
مری مایوس نظریں داستانیں جبر کہہ دیں گی ÷ زبان بندی کی تدبیروں سے گویائی نہیں جاتی
جو تم نے بیخودی بخشی تھی اب اس کا یہ عالم ہے ÷ کہ بیٹھا ہوں بھری محفل میں تنہائی نہیں جاتی
حدِ داماں سے بڑھ کر ہاتھ جا پہنچا رگِ جاں تک ÷ جہاں تھی میری وحشت اب وہاں پائی نہیں جاتی

محبت راز ہے قدرت کا اس کو راز رہنے دے
جہاں میں یہ حقیقت آہ سمجھائی نہیں جاتی

بمشاعرہ ایٹہ ۱۳۴۶ھ

ہم ترے عہد میں یوں اے ستم ایجاد رہے ÷ جیسے گھٹ کر کسی مجبور کی فریاد رہے
قیدیو خانۂ صیاد میں اب آگ لگی ÷ میری فریاد سے جلتی ہوئی فریاد رہے
یوں رہے عشق میں ہم عصمتِ غم کی خاطر ÷ کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ بہت شاد رہے
روز صیاد یہ آکر ہمیں دیتا ہے نوید ÷ خوش رہو گے اگر آدابِ قفس یاد رہے
بیخودی دے کبھی فرصت تو کسی سے پوچھیں ÷ ہم رہے شاد زمانے میں کہ ناشاد رہے
نبضِ کونین بہت تیز ہوئی جاتی ہے ÷ اب فغاں حدِ فغاں پر دلِ ناشاد رہے
کتنی پُرپیچ و خم و سوز تھی ترکیبِ قفس ÷ آج سمجھے ہیں کہ یہ دھوکا تھا کہ آزاد رہے

چھوڑنا چاہتا ہوں مجھکو بھی دُنیا کیسی ÷ تو خارِ حسرتِ دنیا کا ہے گویا دل ہے

رُوح و دل کے لئے پیغامِ اجل ہے عشرت
ابرِ مینا جسے آتا ہو وہ ناشاد رہے

مشاعرہ ریاست لوہارو ۱۸ ۶/۴۴

جو میں آ گیا تنگ دورانِ سر سے ÷ کیا ربط پیدا ترے سنگِ در سے
لگی دل کی کب بجھ سکی چشمِ تر سے ÷ بس اب آج سے یہ بھی بادل نہ برسے
یہ ہے آج التجا ہے تمہاری نظر سے ÷ ڈبو دے جہاں کو شراب اتنی برسے
چلے گا نہ اب نزع میں کام سر سے ÷ کروں کیوں نہ کچھ اُن کو سجدے نظر سے
غمِ انتظار آ کے اب تو مٹا دو ÷ حدیں شام کی مل چکی ہیں سحر سے
وہاں تیغ و خنجر ہیں سب بے حقیقت ÷ جہاں واسطہ ہے نظر کا نظر سے
قدم تیرے آبادیاں بڑھ کے لیں گی ÷ نکل تو سہی قیدِ دیوار و در سے
خلاؤں میں ٹکرائی بجلی سے بجلی ÷ نظر مل گئی جب کسی کی نظر سے
نظر کیا نظر کا مری امتحاں کیا ÷ نکلئے حجاباتِ برق و شرر سے
لرزتی ہے کیوں آج تک دل کی دُنیا ÷ کہیں تم تو گذرے نہیں ہو اِدھر سے؟
نگاہِ کرم کے سہارے اُٹھا لو ÷ ابھی گر گیا ہوں تمہاری نظر سے

کریں وہ یمِ غم میں کیا ناخدائی
جب اونچا ہو پانی بہت آب سر سے

مشاعرہ سہارنپور ۲۸ ۶/۴۴

ہونا پڑا خوشی سے ہلاکِ وفا مجھے ÷ معلوم تھا مذاقِ دلِ مبتلا مجھے
پھر تیری غفلتوں کی شکایت ہو کیا مجھے ÷ معلوم اپنا خود بھی نہیں مدعا مجھے

اے فرطِ انتظار یہ کیا ہو گیا مجھے ÷ آتی ہے ہر طرف سے انہیں کی صدا مجھے
بے خودیِ شوق میں خود بھولیا تھا ساتھ ÷ گم کر دے اب جہاں بھی مرا رہنما مجھے
کیا شکوہ اُن کے جَور کا لیکن یہ خوف ہے ÷ کر دے کہیں ہلاک نہ میری وفا مجھے
کس وقت آگ خانۂ صیاد میں لگی! ÷ جب راس آ چلی تھی قفس کی ہوا مجھے
پاتا ہوں حدِ خرد میں انہیں مگر ÷ ہر ہر قدم پہ عقل نے دھوکا دیا مجھے
کشتی جو ڈوبتی ہے تو سو بار ڈوب جائے ÷ خود دار ہوں نہیں ہے غمِ ناخدا مجھے
تھی سامنے منارۂ منزل کی روشنی ÷ کم بخت ہمتوں نے کہاں دی دغا مجھے
آیا ہے راہِ عشق میں ایسا بھی اک مقام ÷ میں رہنما کو دیکھتا ہوں رہنما مجھے
قسمت اسے کہوں میں کہ اعجازِ جستجو ÷ اپنی تلاش تھی کہ خدا مل گیا مجھے
ظلمت میں چاندنی میں خزاں میں بہار میں ÷ دیتے رہے وہ اپنا مسلسل پتا مجھے
اک دن وہ ہنس دیے تھے مرے اضطراب پر ÷ پھر عمر بھر سکوں نہ میسر ہوا مجھے

قبل اس کے میں ہوائے جہاں کیوں بدل نہ دوں
بدلے جب اتر آ کے جہاں کی ہوا مجھے

بمشاعرہ بدایوں ۲۷ ۱۱/۴۴

اب اس کے سوا زیست کی صورت ہی نہیں ہے ÷ ہاں ہاں مرے دل کو ترے وعدہ کا یقیں ہے
کیا کیجیے اس کو کوئی منصور نہیں ہے ÷ پہلے بھی جہاں دار و رسن اب بھی وہیں ہے
یوں مجھ سے گریزاں سا ترا پائے حسیں ہے ÷ جیسے مرا سر قابلِ سجدہ ہی نہیں ہے
تم بیٹھتے پردہ میں نہ یہ تفرقے پڑتے ÷ کہتا ہے کوئی ہے کوئی کہتا ہی نہیں ہے
ہے پست نظر میں مری ہر ایک بلندی ÷ اس بات کی شاہد ترے کوچہ کی زمیں ہے
تم یاد بھی رکھو گے ستم بھی نہ کرو گے ÷ اس کا بھی یقیں ہے مجھے اس کا بھی یقیں ہے

دیکھو تو مکیں محو ہیں تعمیرِ مکاں میں ؛ سمجھو تو کہیں کوئی مکاں ہے نہ مکیں ہے
میں گم ہوا جاتا ہوں تری راہِ طلب میں ؛ آواز سے آواز کہیں ہے کہ نہیں ہے
نالوں میں تنکا ہوں سے انہیں دیکھ رہا ہوں ؛ فریاد ہی فریاد ہے آواز نہیں ہے

طے آج میں کرتا ہوں وہ اب قرب کی منزل
سجدے تو مرے ہیں کوئی در ہے نہ جبیں ہے

مشاعرہ ایٹہ ۱ ۱۲/۴۴

آہ بھرنے دیجئے آنسو بہانے دیجئے ؛ دل کو آدابِ محبت سیکھ جانے دیجئے
مجھ کو رونے دیجئے یا مسکرانے دیجئے ؛ زندگانی کو کسی رخ پر تو آنے دیجئے
سلسلہ میری وفا کا ہے ازل سے تا ابد ؛ وہ جہاں تک آزمائیں آزمانے دیجئے
ہوتی آئی ہے یہیں ہموار راہِ عاشقی ؛ ٹھوکریں ان کی گلی میں مجھ کو کھانے دیجئے
ہر مصیبت بن کے رہ جائیگی پیغامِ سکوں ؛ عشق کو دیوانگی کی حد میں آنے دیجئے
آ رہا ہے حسن خود چھپ چھپ کے بالائے نقاب ؛ منہ چھپاتے ہیں تو اُن کو منہ چھپانے دیجئے
اس بہانے ہی سے اُن کا سامنا ہو جائیگا ؛ وہ صفِ محشر میں چھپتے ہیں چھپانے دیجئے
داستانِ زندگی ہے بے محبت ناتمام ؛ یہ ورق اور اس فسانے میں بڑھانے دیجئے
مجھ کو آدابِ وفا ہیں وقت معلوم ہیں ؛ زخم کھا کھا کر مسلسل مسکرانے دیجئے
یہ علامت قربِ منزل کی ہے فالِ نیک ہے ؛ ڈگمگاتے ہیں قدم تو ڈگمگانے دیجئے
ایک ہی کاکل کی نسیمیں مری ضائع ہوا کیوں ؛ ٹوٹے پھوٹے اِن سے افسانے بننے دیجئے
نغمۂ وحدت میں تو من و اذاں کی قید کیا ؛ جو کوئی جس ساز پر گائے گانے دیجئے

آج اس کی ذلتیں اب تو سہی جاتی نہیں
آگ دنیائے غلامی میں لگانے دیجئے

بمشاعرہ نمائش مین پوری ۴۴۲ء

وفا مشرب ہوں تبلیغ ریا مجھ سے نہیں ہوگی
غلط ہے یہ کہ پابندِ درِ سجدہ جبیں ہوگی

نہیں ہے آج انہیں پروا مری کل بھی نہیں ہوگی
یہ دنیا آج جس مرکز پہ ہے کل بھی وہیں ہوگی

ترا ہی سنگِ در ہوگا مری لوحِ جبیں ہوگی
ادا یہ رسمِ عشق اے دوست ہوگی ہاں نہیں ہوگی

تجھے زحمت ہی زحمت چارہ سازِ ہمنشیں ہوگی
نظر کی چوٹ مرہم سے کبھی اچھی نہیں ہوگی

طلب ہے خام جب تک آرزو پوری نہیں ہوگی
وہ در کھنچ آئے گا جب قابلِ سجدہ جبیں ہوگی

شبِ فرقت میں جم کر رہ گئے ہیں اس طرح تارے
کہ جیسے آسماں کو اب کبھی گردش نہیں ہوگی

خبر کیا تھی حرارت عشق کی لائے گی یہ دن بھی!
کہ جو بھی سانس لوں گا ایک آہِ آتشیں ہوگی

مجھے تم سے جدا ہوکر تمہیں میں آکے ملنا ہے
جہاں سے ابتدا تھی انتہا جاکر وہیں ہوگی

دل اس منظر کی بابت سوچ کر کیسا دھڑکتا ہے
نظر کے سامنے جب وہ نگاہِ شرمگیں ہوگی

جہاں کی ایک ٹھوکر سے نہ سنبھلا حشر تک انساں
وہیں پھر آدمی ہوگا وہی خلدِ بریں ہوگا!

تری فرضِ وفا کے نقش کچھ کھینچے تو ہیں دل پر
اتر آئی جو یہ تصویر تجھ سے بھی حسیں ہوگی

تصادم تھا نشیمن سے مرے وہ جل بجھا آخر
چمن میں آبرا اب برقِ بلا نازل نہیں ہوگی

مشاعرہ بدایوں ۱۰ ۲/۴۵

جو نظر سے مجھے روپوش نظر آتا ہے ÷ وہی آغوش در آغوش نظر آتا ہے
کون روداد کہے انجمن آرائی کی ÷ ہر کوئی بزم میں بے ہوش نظر آتا ہے
غم تو معصوم ہے غم پر کوئی الزام نہیں ÷ دل ہی خود غم سے ہم آغوش نظر آتا ہے
بےخود بزم کے آداب بھلا کیا جانے ÷ ہے جسے ہوش وہ بے ہوش نظر آتا ہے
غرق ہوگا مرے عصیاں کا سفینہ سرِ حشر ÷ بحرِ رحمت میں مجھے جوش نظر آتا ہے
جب سے اس میں کرم حسن کی تنویر نہیں ÷ خانۂ عشق سیہ پوش نظر آتا ہے
قافلے جس کی طلب میں ہوئے لاکھوں برباد ÷ وہ مجھی میں مجھے روپوش نظر آتا ہے
کس سے بیہوشیٔ موسیٰ کی حقیقت پوچھیں ÷ شعلۂ طور بھی خاموش نظر آتا ہے

آئے پیغامِ وفا آپ سنائیں تو سہی
ذرہ ذرہ ہمہ تن گوش نظر آتا ہے

۱۲ ۲/۴۵

چھیڑنا ہی پڑے گا اب چھیڑنا فرض انساں ہے
جو صیادوں کے نرغے میں بہت دن سے گلستاں ہے

کبھی دیکھی تھی میری شامِ فرقت میں پریشانی
ابھی تک چرخ پر تاروں کا شیرازہ پریشاں ہے

امانت کی طرح رکھا ہے دل نے تیرے تیروں کو
ترے ترکش کا سرمایہ مرے سینہ میں پنہاں ہے

ابھی اُن سے شکایت ہو رہی تھی تھام کر دامن
جو ہوش آیا تو دیکھا ہاتھ میں اپنا گریباں ہے

وہ جادو آبرو غنچوں کا گوشِ گل میں آ کے گلچیں نے
کہ اب تک پتا پتا میرے گلشن کا پریشاں ہے

بمشاعرہ بدایوں ۱۰ ۳/۵ھ

کر رہا ہوں جو مرے امکان میں تدبیر ہے ÷ گو مری تقدیر بھی اپنی جگہ تقدیر ہے
لب پہ آہیں سر میں سودا پاؤں میں زنجیر ہے ÷ کیا مرے خوابِ محبت کی یہی تعبیر ہے
اے اسیرِ سرمدی آزادیوں کی کیوں تلاش ÷ زندگی خود زندگی کے پاؤں کی زنجیر ہے
دیکھ کر تیور محبت میں ترے بدلے ہوئے ÷ مجھ کو یہ دھوکا ہوا یہ بھی مری تقدیر ہے
سلسلہ جب تک نفس کا ہے الجھ جاتا نہیں ÷ جس کا لوہا کٹ نہیں سکتا یہ وہ زنجیر ہے
دے اجازت جنبشِ پیشانی کہ اُس در پہ ہے ÷ تیرا نقشِ پا نہیں میرا خطِ تقدیر ہے
کیوں مصور مجھ میں اب اس درجہ تنہا ہے کوئی ÷ عشق سے پہلے کی میری اک یہ تصویر ہے

عذر کیا فرما رہے ہیں آپ نقشِ اثر پر
عشق کے ہاتھوں کی یہ بگڑی ہوئی تصویر ہے

بمشاعرہ کاسگنج ۳۱ ۵/۵ھ

آج سیرِ منظرِ گنبد غریباں چاہیے ÷ زندگی کا دوسرا رخ بھی نمایاں چاہیے

ظلمتِ غم کی کہیں فکرِ چراغاں چاہیے ÷ داغ خود لو دے اٹھیں گے سوزِ پنہاں چاہیے
کیا ہو ضعفِ جنوں، وحشت نمایاں چاہیے ÷ کر ہی دیگا چاک کبھی کوئی گریباں چاہیے
دہر کے ظلمت کدے میں روشنی ہو جائیگی ÷ شمع داغِ عشق ہر دل میں فروزاں چاہیے
زندگی خود آکے کلواڈ کہ بھیجو موت کو ÷ دردِ ہستی دے چکا اب فکرِ درماں چاہیے
یہ عمل آئی جو طوفاں سے تو اب اے ناخدا ÷ مشغلہ کے طور پر کشتی میں طوفاں چاہیے

اب یہ قسمت ہے کہ خود کھو جائیں یا پا جائیں وہ
اے سعیِ جستجو تا حدِ امکاں چاہیے

بمشاعرہ بدایوں ۱۳۴۵ھ

ملا کر دیکھ رضواں داغِ دل گلہائے جنت سے
یہ ہیں وہ پھول جو حاصل ہوئے باغِ محبت سے

جنازے پر مرے اب جھک گیا سر کیوں ندامت سے
تمہیں نے تو کہا تھا باز آ جاؤ محبت سے

نہ دیکھوں ہر بشر کو کس لئے چشمِ محبت سے
یہ سب نکلے ہوئے نغمے ہیں صرف اک سازِ فطرت سے

اک ایسا وقت بھی الفت میں آ جاتا ہے قسمت سے
وہ تسکینِ نظر کو خود نکل آتے ہیں خلوت سے

اگر یہ کم ہوئی رہ جائے گا ٹھنڈا جہاں ہو کر
یہ گرمی بزمِ ہستی میں ہے الفت کی حرارت سے

نہیں دیدار کے آداب سے واقف مری آنکھیں
کہیں ٹکرا دیا جائیں نہ میں طوفانِ حسرت سے

فسانہ زندگی کا یوں بھی کم دلکش نہ تھا لیکن
لگے ہیں چار چاند اور اس میں عنوانِ محبت سے

تری صورت کی اس کثرت نما وحدت کا کیا کہنا
ہویدا ہے اک [illegible] ہوتی ہے سب کی صورت سے

غم ان کا آرزو ان کی خیال ان کا ملال ان کا
بہ آسانی تو آتے ہیں گئے جاتے ہیں دقت سے

یہ باتیں دور کی ہیں تیرا دل مجھ سے تو کیا ملتا
مری تصویر بھی ملتی نہیں اب میری صورت سے

ترے نقشِ قدم پر لے سبب سجدے نہیں کرتا
بلاتا ہوں میں اہلِ تحریر کو تحریرِ قسمت سے

ترے پردے سے تفریقِ نیاز و ناز کی ورنہ
مری صورت بھی ہے ملتی ہوئی تیری ہی صورت سے

مجھے اے ابرِ دنیا تے سکوں کی سیر کرنی تھی
گذرنا پڑا آخر جہانِ رنج و زحمت سے

بشاعر [illegible] ۲۱

جب صیاد کا گھر یاد [illegible] ÷ قفس [illegible] دیکھنا آگ لگی ہے کہاں [illegible]
ذرا یہ بات [illegible] کر لیجئے اے مہرباں [illegible] ÷ [illegible] آپ [illegible] کر [illegible] ہم فغاں [illegible]
غمِ الفت نے پیدا سودہ ہوں خوش وحشت میں ÷ یہ وہ سودا ہے جس میں [illegible] زیاں [illegible]
[illegible] لٹنا مگر لٹنے سے پہلے دیکھنا [illegible] ÷ کرم رہزن کرے پہلے کہ [illegible] کارواں پہلے

یہ بابت اہلِ ثروت ہے۔ یہ جو تھا فسانہ قسمت ÷ بتا احساسِ خودداری جھکا کر سر کہاں پہلے
یہ باتیں بعد کی ہیں جور کا شکوہ کروں تم سے ÷ مجھے لینا ہے خود اپنی وفا کا امتحاں پہلے
تمہیں آؤ تو اس حالت میں شاید انقلاب آئے ÷ وہیں ہیں آج تک گم ہوں ملے تھے تم جہاں پہلے
بہاروں کی خوشی پھر عہدِ صیاد کے توبہ ÷ بہار آنے سے جل جائیگی شاخِ آشیاں پہلے

ہماری زندگی میں آبرؔ کیا اک انقلاب آتا
وہ اب وجہِ مصائب ہیں جو تھے راحت رساں پہلے[1]

بمشاعرہ فتح جنگ مرزاپور ۵۵ھ

طلب کی حد پہ مجھے داغ کیا دیا تو نے ÷ چراغ سا سرِ منزل جلا دیا تو نے
جو عام جلوۂ دکھیں بنا دیا تو نے ÷ نگاہِ خاص کو حصہ میری کیا دیا تو نے
اُسے جلا کے طرف آہ کی رُخ کیا تو نے ÷ دلوں کا طور سے رشتہ ملا دیا تو نے
فضائے دیر و حرم میں بھٹک رہا ہے جہاں ÷ کسی کو ٹھیک سے اپنا پتا دیا تو نے
ہر اک سے پوچھ رہا ہوں مرا پتا کیا ہے ÷ تلاشِ یار مجھے کیا بنا دیا تو نے
حیات بھی ہے ترا عشق اور موت بھی ہے ÷ حیات و موت کا جھگڑا چکا دیا تو نے
سوائے داغِ درِ ماسوا سے کیا لیگا ÷ جبینِ بے خبر کہاں سر جھکا دیا تو نے
حیات درد کے سانچے میں ڈھل گئی یارب ÷ یہ کیا بلا تھی جسے دل بنا دیا تو نے
رہِ طلب میں ہماری بساط ہی کیا تھی ÷ بڑے بڑوں کو ٹھکانے لگا دیا تو نے
دبی دبی سی ہے آوازِ حق زمانے میں ÷ کسی کو دار پہ شاید چڑھا دیا تو نے

فرشتہ بن کے بھی رہنا تھا آبرؔ کو منظور
ترا کرم ہے کہ انساں بنا دیا تو نے

---

[1] یہ شعر عجب پیش گوئی ثابت ہوا ÷ آبر احسنی

مشاعرہ فتح جنگ اسٹیٹ ۱۳۵۵ھ

مری نظر میں وفا کا ابھی وقار تو ہے ÷ نہیں جو اپنی خبر۔ تیرا انتظار تو ہے
تمہارا لطف نما چہ یادگار تو ہے ÷ ہنسی لبوں پہ سہی سینہ داغدار تو ہے
بغل ہی آئیں گے پہلو مری تباہی کے ÷ کسی کو جبر مسلسل پہ اختیار تو ہے
یہ حزن و درد سہی یا فغان و آہ سہی ÷ شریک تیری خوشی میں یہ دل فگار تو ہے
نظر کے سامنے میخانہ و سبو نہ سہی ÷ سروں میں بادۂ دوشینہ کا خمار تو ہے
اسیر اس میں ہی خوش ہیں کہ ان کی قسمت سے ÷ چمن میں گل نہ سہی موسم بہار تو ہے
ملال کیا ہے اگر مٹ گئے سب اہل وفا ÷ تری جفاؤں کے قربان مرا مزار تو ہے
اسیر اس کی تر و تازگی سے کیا خوش ہوں ÷ کرگئی بجنتہ قفس پہ وہی بہار تو ہے

غلط کہ پاؤں نہ میں آئے دادِ حق گوئی
بلا سے منبر عظمت نہیں ہے دار تو ہے

مشاعرہ بزم احسن مظفر نگر ۱۳۵۶ھ

ان حدوں تک تو غم الفت کو پنہاں کیجئے ÷ حال اپنا ان کے چہرے سے نمایاں کیجئے
جستجو کا رخ بدل کر غم کا درماں کیجئے ÷ ان کا ارماں کرچکے اب اپنا ارماں کیجئے
سر کو منبر رہ خرد کو وقف عرفاں کیجئے ÷ اب تو دل۔ دل کو نذر درد جاناں کیجئے
چارہ سازی کی عنایت کو فراواں کیجئے ÷ جتنی چوٹیں کھا چکا ہوں سب کا درماں کیجئے
دل سے کیوں ٹکرا رہا ہے آ کے درد دور کا ÷ یہ بھی کوئی آپ کا غم ہے جس کو مہماں کیجئے
ظلمتوں سے بھر دیا دنیا کو دل کے کفر نے ÷ یہ بڑا کافر ہے آج اس کو مسلماں کیجئے
کچھ نہیں تو ہمتوں کا راز ہی کھل جائے گا ÷ دل جہاں تک بھی پریشاں ہو پریشاں کیجئے

جانبِ دشتِ عدم گھبرا کے وحشی چل دیئے ÷ عمر بھر اب چاک آپ اپنا گریباں کیجئے
یہ ہوا اکثر جب آئی نیکو ہوئی فصلِ بہار ÷ آئیں آوازیں کہ اٹھئے سیرِ زنداں کیجئے
علم ہے مجھ کو پریشانی مری فطرت میں ہے ÷ آپ اطمینان سے مجھ کو پریشاں کیجئے
ہے جنوں صادق تو خود ہی دھجیاں ہو جائیگا ÷ یہ تماشا کیا کہ چاک اپنا گریباں کیجئے
اس میں اکثر ڈوبنے والوں کو ساحل مل گیا ÷ ایک دن اشکِ ندامت کو بھی طوفاں کیجئے
جس نے دیوانہ بنا کر پھر نہ پوچھی بات بھی ÷ آج بڑھ کر چاک اس کا بھی گریباں کیجئے
ہجر میں ویراں پڑے ہیں زندگی کے زاویے ÷ آئیے اور ان کی آبادی کا ساماں کیجئے

قاصد امکاں کہیں اب ان کا پتہ ملتا نہیں
آہ ان کو اور نزدیکِ دل و جاں کیجئے

مشاعرہ بدایوں ۱۹۴۱ء

مجھے وفا کی نہیں دھن مشق ستانے کی ÷ ترے بیاں سے نہ بگڑیں گردشیں زمانے کی
گری ہیں ٹوٹ کے یوں بجلیاں زمانے کی ÷ کہ بچ بچ کے شاخیں تھیں جو میرے آشیانے کی
جبیں ہے اور زمیں ان کے آستانے کی ÷ بہیں رہیں اب گردشیں زمانے کی
تری نگاہ کا پھرنا ارے معاذ اللہ ÷ کہ جیسے مجھ سے نظر پھر گئی زمانے کی
نہ کھائیے آپ فریب کیوں تبسم پر ÷ مجھے تو غم میں بھی عادت ہے مسکرانے کی
یہ اہلِ وضع کی فطرت ہی سے نہیں آگاہ ÷ بدلنے آئی ہے مجھ کو ہوا زمانے کی
اک ایسا سجدہ ترے در پہ چاہتا ہوں کیا ÷ نہ ہمت ہو پھر کبھی نخوت ہی سر اٹھانے کی
خزاں بہار سے بدلی کلی بھی پھول بنی ÷ ہمیں کو راس نہ آئی ہوا زمانے کی
ہر ایک گام پہ فتنوں نے سر ابھارا ہے ÷ یہ آپ کی ہیں کہ انگڑائیاں زمانے کی

۱ حیات و موت میں کچھ فرق و امتیاز نہ کر ÷ بدل گئی ہیں فقط سرخیاں فسانے کی
کسی دن آپ بہاریں لئے چلے آئیں ÷ فضا اداس بڑی ہے غریب خانے کی

فغاں کا اذن کسی دن وہ حکم دیں تو سہی
ابھی بدل کے دکھا دوں ہوا زمانے کی

بمشاعرہ بزم احسن مظفر نگر ۶/۵ ۱۱ء

طلب کی جتنی بھی راہیں تھیں چھان لیں اپنی ÷ ملے نہ آپ تو خود کو صدائیں دیں میں نے
غرض یہ ہے کہ مجھے زیست راس آ نہ سکی ÷ کہیں نصیب نے کی کوتہی کہیں میں نے
خودی کے راز سے محروم معرفت ہی رہا ÷ تلاش کر لی ستاروں کی سرزمیں میں نے
یہ تیرے در سے مری سرکشی کہ ذلت خیز ÷ جہاں نہ کوئی تھے سجدے کئے وہیں میں نے
تباہ ہو گئے ارمان دل میں پالے تھے ÷ بنائی تھی انہیں سانپوں کی آستیں میں نے
پئے طلب جو ملی تھیں حیات کی گھڑیاں ÷ نہ عیش و غم کے دوراہے پہ کاٹ دیں میں نے
کسی کو ڈھونڈ کے بیٹھا ہوں میں یہ اطمینان ÷ کہ جیسے چھپا رکھی دل کی بھی سرزمیں میں نے
یہیں سے میری تباہی کی پڑ گئی بنیاد ÷ کہا جو اس نے تو ہی کر لیا یقیں میں نے
ڈرا دیا عرض طلب پہ لن ترانی سے ÷ سنی تھی پہلے بھی آواز یہ کہیں میں نے
مری زباں پہ نہ فتنوں کی آگ بھڑکا دے ÷ چمن سے خلد کے بدلی ہے یہ زمیں میں نے

بطور مشغلہ اک آہ کر کے ہجر میں اکبر
لگا دی آگ زمانے میں ہر کہیں میں نے

بمشاعرہ بدایوں ۱۵۴۶

یہ کیا معصیت کی بدولت نہیں ہے ÷ کہ رحمت سے مجھ کو ندامت نہیں ہے
محبت جو ایثار فطرت نہیں ہے ÷ تو پھر معصیت ہے محبت نہیں ہے
ہر اک فصل میں چاک کرتا ہوں دامن ÷ بہاروں کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے
نعیش کے شعلے اسے پھونک دینگے ÷ وہ دل جس میں غم کی حرارت نہیں ہے
ابھی تو اسی فکر میں مبتلا ہوں ÷ محبت بھی ہے یا محبت نہیں ہے
یہ کیا جو بسے ہیں نظر میں انہیں سے ÷ نگاہیں ملانے کی ہمت نہیں ہے
محبت کی اس بے نیازی کے قرباں ÷ اب اپنی بھی مجھ کو ضرورت نہیں ہے
لغافل کا اپنے گلہ کرنے والے ÷ محبت جواب محبت نہیں ہے
خودی میری طینت خودی میری فطرت ÷ یہ دولت کسی کی بدولت نہیں ہے ۱
سمجھ لے کہ میں بھی ضرورت ہوں تیری ÷ فقط تو ہی میری ضرورت نہیں ہے

نہ آئی کبھی راس ہی آبرو ورنہ
مجھے زندگی سے عداوت نہیں ہے

بمشاعرہ برسی حضرت فانی بدایوں ۹ ۱۵۴۹

یہ اب کسی جانباز کی جو یا نہ رہے گی ÷ میں ہوں تو محبت کبھی تنہا نہ رہیگی
دل ہوں گے مگر تیری تمنا نہ رہے گی ÷ یہ وقت جب آئیگا تو دنیا نہ رہیگی
ہوتا ہے ابھی کوئی آسودۂ منزل ÷ منزل کی جب عشق میں پروا نہ رہیگی
رہ جائیں گے خود بن کے یہ تعزیر کے پردے ÷ سینہ میں اگر سوزش پروانہ رہیگی ۵
نیند آگئی بیمار کو آغوش اجل میں ÷ احباب کو تکلیف مداوا نہ رہیگی

اے ہوش و خرد سلنے جس وقت وہ آئے ٭ تم میں سے کوئی چیز بھی بجا نہ رہیگی
یوں خوش ہیں وہ ہر ایک تمنا کو مٹا کر ٭ جیسے مجھے اب ان کی تمنا نہ رہیگی
آیا ہے ابھی دیکھ کے میں محفل جاناں ٭ محسوس یہ ہوتا ہے کہ دُنیا نہ رہیگی

دنیا بھی ہمیں صاحب دُنیا بھی ہمیں اثر
ہم اٹھ گئے دُنیا سے تو دُنیا نہ رہے گی

۲۱ ۱۰/۴۵

آتے ہی دل حیات کچھ بھی نہ تھی ٭ یہ بظاہر تو بات کچھ بھی نہ تھی!
اک ترا لطف ایک تیرا ستم ٭ میری موت و حیات کچھ بھی نہ تھی
صرف حسن خیال تھا میرا ٭ نگہ التفات کچھ بھی نہ تھی
کچھ سے کچھ کر دیا قضا نے اسے ٭ ورنہ میری حیات کچھ بھی نہ تھی
ختم تھی داستان شام حیات ٭ نالہ کرتے ہی رات کچھ بھی نہ تھی
لاکھ بگڑی سہی مری تقدیر ٭ تم بناتے تو بات کچھ بھی نہ تھی
پھیر لیتی اگر محبت منہ ٭ ہستی کائنات کچھ بھی نہ تھی
قصۂ غم کیا تمہیں سے طول ٭ بڑھ نہ جاتی تو بات کچھ بھی نہ تھی
یا مجھے پیار کرتی ہے رحمت ٭ یا امید نجات کچھ بھی نہ تھی

دل کی بازی میں اثر جان گئی
مات کھاتے تو بات کچھ بھی نہ تھی

۴ ۱۱/۵

دل کو تڑپ کے تھام لیا ہے کبھی کبھی ٭ یوں بھی تمہارا نام لیا ہے کبھی کبھی
اس نے نظر سے مجھ کو گرایا ہے لاکھ بار ٭ گرتے ہوئے بھی تھام لیا ہے کبھی کبھی

نیندیں اُچاٹ دی ہیں فغاں کر کے شام غم ÷ اُن سے بھی انتقام لیا ہے کبھی کبھی
یوں بھی جنوں ہوا ہے کہ ان کے خیال میں ÷ دامن خود اپنا تھام لیا ہے کبھی کبھی
شانِ نیاز۔ نازسے ٹکرا چکی ہے ابر
اس نے مرا سلام لیا ہے کبھی کبھی

۱۲ ۱/۴۶

وہ نظرِ اضطراب مستقل غم ہو گئی ÷ مہرباں ہونا تھا جس پہ ہم ہو گئی
عاشقی کی نبض مدھم ہو گئی ÷ کیا مرے دل کی تڑپ کم ہو گئی
تا سرتا پا قیامت بن گئے ÷ یا قیامت قد آدم ہو گئی
ہر نفس کے بعد یہ ہوتا ہے شک ÷ زندگی سے کوئی شے کم ہو گئی
اُن کو بدلا دیکھتے ہی کائنات ÷ رُخ بدل کر شامل غم ہو گئی
تیرے بے معنی تغافل کی قسم ÷ زندگی اک لفظ مبہم ہو گئی
میں یہ کہتا ہوں وفا تھی ہی کہاں ÷ لوگ کہتے ہیں وفا کم ہو گئی
تھی تمہاری یاد پہلے بھی خلش ÷ اور اب تو درد پیہم ہو گئی
طور پہ خود حسن کو آنا پڑا ÷ عشق کی عظمت مسلم ہو گئی
دادِ گریہ کون دیتا۔ ابر کو
ایک شریک رنج شبنم ہو گئی

مشاعرہ بدایوں ۲۵ ۵/۴۶

زلف سیہ جو دوست کے رُخ پر بکھر گئی ÷ پھر ظلمتوں کی گود میں دنیا اتر گئی
پہلے تو لگ گئے دوست سے ہو کر گزر گئی ÷ پھر یہ ہوا کہ ہاتھ سے اپنی نظر گئی

فرقت میں زندگی کا گذرنا محال تھا ÷ پھر بھی ترے خیال میں اچھی گذر گئی
تارے ہیں یوں فراق کی شب میں چھپے ہوئے ÷ محسوس ہو رہا ہے کہ دنیا ٹھہر گئی
یوں بھی نقاب روئے دوست اٹھی ہے کبھی کبھی ÷ اک چاندنی سی حدِ نظر تک بکھر گئی

تم جانتے تھے اؔبر جوانی ہے لازوال
بدلی کی چھاؤں تھی ادھر آئی ادھر گئی

مشاعرہ بدایوں ۱۲/۷/۴۶

ہنسی ہر وقت کی اچھی نہیں رو کر ہنسی اپنی ÷ بنی جاتی ہے فریادِ مسلسل زندگی اپنی
زباں پر کس کا نام آنکھیں فلک پر نزع کا عالم ÷ مکمل کر رہا ہوں داستانِ زندگی اپنی
مصیبت میں سہارا ڈھونڈنا مجھ کو نہیں آتا ÷ شبِ فرقت میں ضم کر دیں ستارے روشنی اپنی
رہِ ہستی میں یوں ہر گام پر رہبر بھی رہزن ÷ وہ لٹ کر رہ گیا جس نے نہ کی خود رہبری اپنی
یہ ناداں چاہتا ہے میں فرشتہ بن کے رہ جاؤں ÷ ابھی سمجھا نہیں عظمت کو شاید آدمی اپنی
کوئی آخر ہمارے مشغلے میں کیوں مزاحم ہے ÷ لباسِ زندگی اپنا جنوں اپنا خوشی اپنی

تصور ہے کسی کا اؔبر میں ہوں اور تنہائی
یہ اطمینانِ خاطر کٹ رہی ہے زندگی اپنی

مشاعرہ بزمِ احسن ناگپور ۵/۶/۴۹

محشر میں بھی کرنی ہے ان کو مری رسوائی ÷ اک بار تو تم ہوگی پھر انجمن آرائی
یہ ابر یہ جوشِ گل یہ عالمِ تنہائی ÷ بن جاؤں نہ دیوانہ ہو جاؤں نہ سودائی
ہم سے بھی زمانے میں ہونگے کہیں سودائی ÷ گلشن ہی جلا ڈالا جس وقت بہار آئی
صیاد یہ آساں ہے گلشن سے نکل جاؤں ÷ ماحولِ قفس کی تو مشکل ہے پذیرائی

وہ اکبر چلی رحمت آغوش میں لینے کو
کیا جانئے مجرم کی کیا بات پسند آئی

بمشاعرہ مصباح الادب مرادآباد ۹؍۴۰

بزمِ عدو و گوشِ ستم تک کہاں گئی ÷ جانے کو یوں تو عرشِ بریں تک فغاں گئی
مجھ کو کریں ہلاک ستم ہائے روزگار ÷ اے مرگِ عاشقی تری غیرت کہاں گئی
کل کائنات نے مجھے سجدے ادا کئے ÷ میری جبینِ شوق جو تا آستاں گئی
ذہن آج بھی غلام ہیں دل آج بھی غلام ÷ کس نے کہا غلامیٔ ہندوستاں گئی
سجدے ہمارے ننگِ عبادت تھے غالباً ÷ سر یوں جھکے کہ آبروئے آستاں گئی
بدعہدیوں کا تیری نہیں غم یہ ہے ملال ÷ حرف آ گیا خودی پہ وفا رائیگاں گئی

ہندی میں جان پڑ گئی یہ اور بات ہے
لیکن غلط ہے اکبرؔ کہ اردو زباں گئی

بمشاعرہ رامپور ۲۱ ۱/۵

تباہیاں ہیں یہی مفلسی اگر ہے یہی ÷ تو زندگی ہی کہاں زندگی اگر ہے یہی
ستم یہی ہیں ستم پروری اگر ہے یہی ÷ نہ ہوں گے ہم بھی روش آپ کی اگر ہے یہی
جبیں جھکے نہ درِ دل کی سجدہ ریزی سے ÷ وہ اب سے ملے روش بندگی اگر ہے یہی
مجھے قبول جہنم ہزار بار قبول ÷ بڑی خوشی ہے تمہاری خوشی اگر ہے یہی
بساطِ دہر کی شیرازہ بندیاں معلوم ÷ مزاجِ یار تری برہمی اگر ہے یہی
دلوں کو زعمِ خدائی سروں کو شوقِ سجود ÷ یہ بندگی ہی نہیں بندگی اگر ہے یہی
غریب اب کوئی لاتے ہیں انقلابِ عظیم ÷ تو حکمرانِ وطن خودسری اگر ہے یہی

نکلا جو کرم کی نہ آگ اب زمانے میں ÷ لگی ہے دل کی تری دل لگی اگر ہے یہی
ہے گا خواب ترقی وطن کا بے تعبیر ÷ فضا اگر ہے یہی خودسری اگر ہے یہی
ملیں تو نوش مجسم نہیں تو نیش تمام ÷ ہوا سلام اسے دوستی اگر ہے یہی
بزعم خویش فرشتہ حقیقتاً فرعون ÷ ذلیل تر ہے مقام خودی اگر ہے یہی

کہے گا کیا کوئی پھر احسن الکلام اسے
روش کلام کی اے احسنی اگر ہے یہی

بمشاعرہ بزم منیر شکوہ آباد ۱۴/۱۱/۵۱

لاتی رہے گی رنگ یہ نفرت کبھی کبھی ÷ ہوگی تمہیں بھی میری ضرورت کبھی کبھی
ہو ان سے بات بھی تو یہ نخوت کبھی کبھی ÷ کہ بے خودی عشق کی عظمت کبھی کبھی
میری وفا پہ آپ کو شک ہے تو کیا گلہ ÷ باطل میں دب چکی ہے حقیقت کبھی کبھی
آسودگان عیش رہے یہ بھی ذہن میں ÷ انساں کو لوٹ لیتی ہے عشرت کبھی کبھی
داغ جگر بھی تحفۂ چارہ ساز سے ÷ ملتی ہے آدمی کو یہ دولت کبھی کبھی
ظالم نہ بن کہ حرف و حکایات ظلم کا ÷ بنتا ہے حرف حرف حکایت کبھی کبھی
ان کا جمال دیکھ لے اپنے جمال میں ÷ یہ بھی کیا ہے شرک محبت کبھی کبھی
مجھ پر عطا ہے ان کی مگر اس ادا کے ساتھ ÷ غم روز روز اور مسرت کبھی کبھی
اتنا ابھی قفس میں بہاروں سے ربط ہے ÷ بن جاتی ہے خیال میں جنت کبھی کبھی
اپنے ہی دل کو سجدہ سلام اپنی ذات کو ÷ یوں بھی تو کر کے دیکھ عبادت کبھی کبھی
تنہائیاں ہیں میں ہوں خیال حبیب ہے ÷ قسمت سے ایسی ملتی ہے فرصت کبھی کبھی
ان سے گریز ان کے خیالات سے گریز ÷ یوں بھی تو کر کے دیکھ محبت کبھی کبھی
ابر کرم کا آج بھی امیدوار رہے ÷ اس کی طرف بھی بارش رحمت کبھی کبھی

۱ ۱/۵۲

بادل میں بجلی لہرائی ÷ کس کافر نے لی انگڑائی
جب دیکھا زیبا خودرائی ÷ تیرا زمانہ تیری خدائی
بڑھ کر چاک نقاب نہ کرتے ÷ سودائی تو پھر سودائی
گل معصوم ہیں کانٹے بے بس ÷ کس نے چمن میں آگ لگائی
گل مرجھاتے تو روتی شبنم ÷ ان کلیوں کو ہنسی کیوں آئی
جیسے کوئی نہیں دنیا میں ÷ اُف میری شام تنہائی
عشق کی چھیڑ نظر سے تپ کر ÷ نکھری اور اُن کی رعنائی
برہم برہم زلف کا عالم ÷ اب ہوتا ہے کوئی سودائی
دکھنے لگا دل سرد آہوں سے ÷ اُبھری چوٹ چلی پُروائی

آیا اس دور میں درس محبت
یہ سب وقت کی ہے تنہائی

مشاعرہ بزم احسن رامپور ۲۸/۵/۴۴

کبھی فکر راحت و رنج سے مری زندگی نہ بری رہی
تری یاد نے جو کرم کیا نہ الم رہا نہ خوشی رہی

مرے چارہ گر نے خبر بھی لی تو شریک بے خبری رہی
کوئی زخم ہو گیا مندمل کوئی چوٹ دل کی ہری رہی

کوئی شکل درد فراق میں نہ گھٹ سکی مرا سوز غم
ہوئیں لاکھ اشکوں کی بارشیں جو لگی تھی دل میں لگی رہی

فقط اشکِ محرم نکل پڑے دیا اذنِ نالہ جو ضبط نے
یہ عجیب آتشِ عشق تھی، نہ اُبھر سکی، نہ دبی رہی

ترے سوزِ ہجر نے پھونک دی چمنِ مراد کی ہر کلی
فقط ایک شاخِ وفا ہی تھی جو بہ فیضِ عشق ہری رہی

سرِ پُرغرور جھکا گئے سبقِ انقلاب دبا گئے
مگر اقتدار کی خوئے بد جو تھی اب سے پہلے وہی رہی

کیا ہر خوشی کو نثارِ غم یہ سمجھ کے اُن کی یہ ہے خوشی
مجھے دے کے غم وہ ہوں اب بھی خوش تو یہ آج اُن کی خوشی رہی

بمشاعرہ بزمِ احسن گنور ۱۵ ۵/۵۳

تمہارے مرنے والوں کو ضرورت کیا مزاروں کی
ہوا کی گود میں میت رہے گی خاکساروں کی

کہانی ہی کچھ ایسی تھی شبِ فرقت کے ماروں کی
خلاصہ یہ کہ نیندیں اُڑ گئیں آخر ستاروں کی

انہیں رنگینیوں میں داغ بھی پوشیدہ رہتے ہیں
قبائے سُرخ پر دھوکا نہ کھانا تاجداروں کی

چراغاں کرنے والے سعیٔ لاحاصل سے کیا حاصل
مزاروں میں نہ پہنچے روشنی شاید مزاروں کی

ستم گر کو کرم گستر ستم کو ہم کہتا ہوں
برائے پردہ داری ہے ضرورت استعاروں کی

جو تنکے زد میں طوفاں کی ہیں اُن کی بھی حفاظت کر
خبر کیا ہے ضرورت آ پڑے شاید سہاروں کی

پئے دیدار کیوں تقلید موسیٰ کر رہا ہوں میں
نظر کو راس آتی ہی نہیں تابش نظاروں کی

رہِ اُلفت کے راہی دار سے صاف بھی گذرتے ہیں
یہ نہیں جائیں گی ناہمواریاں اِن رہ گذاروں کی

اِدھر کلیوں نے لب کھولے اُدھر داغِ جگر ابھرے
دوبالا ہو گئی زینت بہاروں سے بہاروں کی

دلِ پُر داغ کی کچھ قدر ہی اُس نے نہ کی ورنہ
انہیں پھولوں میں گم تھی اکبر رنگینی بہاروں کی

مشاعرہ بزم احسن رامپور ۲۰ ۸/۵۲

میرے جذب پر آ رہی ہے جوانی ✦ کہے جا تیرے شوق سے لن ترانی
شیدائی میں یہ آنسوؤں کی روانی ✦ کہیں سر سے اونچا نہ ہو جائے پانی
بیاباں سے رابطہ اُن کے کوچے سے نسبت ✦ کہیں خاک اُڑائی کہیں خاک چھانی
اُجالے کو ظلمت بتانا پڑے گا ✦ ابھی دن یہ ہے رات کی حکمرانی
وفا کی یہ شکل میری فرما رہے ہیں ✦ مظالم کے موجد جفاؤں کے بانی
اُلجھتے ہیں قدم قدم الجھنے سے میرے ✦ بدل جائے پہلو بدل زندگانی
ابھی ہجو سے کرکے بیٹھا ہے واعظ ✦ اب ایسے میں برسے مئے ارغوانی
بیا طن ہر اک نیچے آب میں آگ پنہاں ✦ بظاہر بہاریں سہانی سہانی
تلوّن کا مجھ کو نہ شکوہ نہ کچھ کر ✦ دیا غم تو وہ بھی دیا اکبر فانی

بمشاعرہ امرتسر ۴۶ھ ۱۵

آج یوں ان کی یاد آتی ہے ؛ نبض کونین ڈوبی جاتی ہے
روح قالب میں تھرتھراتی ہے ؛ دن گذرتا ہے رات آتی ہے
راہِ الفت میں میری خودداری ؛ ٹھوکریں ہر قدم پہ کھاتی ہے
جس کو سمجھے نہ کوئی دل کے سوا ؛ یوں بھی آواز ان کی آتی ہے
مجھ کو محتاط رہنا پڑتا ہے جہاں ؛ کیسی تہمت لگائی جاتی ہے
کس نے بنیاد آشیاں رکھ دی ؛ برق رہ رہ کے تلملاتی ہے
ناصحوں کو یہ کون سمجھائے ! ؛ عاشقی آدمی بناتی ہے
چونک پڑتا ہوں ہر صدا پہ یوں ؛ جیسے آواز انہیں کی آتی ہے
گھومتے ہیں نظر میں لاکھ قفس ؛ سن رہا ہوں بہار آتی ہے
عشق میں جرم یک تبسم پر ؛ بے کسی مدتوں رلاتی ہے
دامنِ تیغ کی ہوا توبہ ؛ نیند سی مجھ کو آئی جاتی ہے

ہر سحر مجھ کو عہد میں ان کے
آکے پیغام حشر لاتی ہے

بمشاعرہ علیگڑھ ۴۶ھ ۳۰

حاصل وہ عیش زیست کا عرفاں نہ کر سکے ؛ جو دل کو ساز غم پہ غزل خواں نہ کر سکے
ٹکڑے ہی ہم جو تار رگ جاں نہ کر سکے ؛ تکمیل داستان گریباں نہ کر سکے
آلودۂ خطا نہ ہو عصیاں نہ کر سکے ؛ وہ بات چاہتے ہیں جو انساں نہ کر سکے
اپنا جمال ہر سر میں مشہود کر دیا ؛ میری نظر کا حسن نمایاں نہ کر سکے

ہم نے سفینہ چھوڑ دیا بحرِ عشق میں ÷ اندازۂ تباہیٔ طوفاں نہ کر سکے
وہ تو ہر ایک فتنہ میں ایمن فروش تھے ÷ ہم خود نظر کو طور بداماں نہ کر سکے
اک میں کہ اِن کے سعد کو دل نذر کر دیا ÷ اک وہ کہ دردِ عشق کا درماں نہ کر سکے
پھر کیا ہے یہ، نہیں ہے اگر جبرِ بےپناہ ÷ کرنا جو چاہتا ہو وہ انساں نہ کر سکے
وہ زینتِ قفس نہ بنیں پھر تو کیا بنیں ÷ پیدا ہی جو مذاقِ گلستاں نہ کر سکے
ارماں سے ساتھ کرتے ہیں مجھ کو بھی پائمال ÷ مطلب یہ ہے کہ پھر کوئی ارماں نہ کر سکے
دل چیخ اٹھا جو کثرتِ غم سے تو کیا گلہ ÷ تم خود خیالِ تنگیٔ داماں نہ کر سکے
آئے تھے خود وہ چھپ کے حجابِ بہار میں ÷ کافر تھے وہ جو چاک گریباں نہ کر سکے
یوں سامنے وہ آتے ہیں باطرزِ رنگ رنگ ÷ نظروں پہ اعتماد ہی انساں نہ کر سکے

وہ آ کر اثر بن گئے ایمانِ آرزو
پھر اس کے بعد ہم کوئی ارماں نہ کر سکے

مشاعرہ بدایوں ۲۸ ۱۲/۴۶

سجودِ شوق میں پروائے سر نہ کی میں نے ÷ جہاں میں ڈال ہی دی رسمِ بندگی میں نے
نگاہِ برق کی پڑنے نہ دی کبھی میں نے ÷ بنا کے خود ہی نشیمن کو آگ دی میں نے
کبھی جلائے ہیں جب داغہائے دل کے چراغ ÷ تو چھین لی ہے ستاروں کی روشنی میں نے
خیالِ عیش میں یوں مطمئن سا بیٹھا ہوں ÷ کہ جیسے تھام لیا دامنِ خوشی میں نے
ہزار اہلِ ہمت سے ساقی نے کر دیا مجبور ÷ جو ایک بار کیا عزمِ آگہی میں نے
وہ سحر تھا کہ تباہی پر اپنی خندہ بسوں ÷ منائی اُن کی خوشی کر کے اپنی خوشی میں نے
ترے سوا بھی بہانے لئے ہیں بہرِ سکوں ÷ گناہ یہ بھی کیا ہے کبھی کبھی میں نے

نگاہِ لطف کو تکلیفِ التفات نہ دے ÷ بنا لیا ہے ترے غم کو زندگی میں نے
ہنسی یہ غنچوں کی اشک آ گئے یہ دیکھ کے تھا ÷ خود اپنے دل کا مآل شگفتگی میں نے

گذارتی ہو جیسے آبِ زندگی جیسے
کچھ اس طرح بھی گذاری ہے زندگی میں نے

مشاعرہ نمائش متھرا ۱ ۳/۴۷

یہ منظرِ عشق میں ہوتے تو پھر کتنے حسیں ہوتے
اِدھر میں آہ بھرتا وہ اُدھر اندوہ گیں ہوتے

ستم اِس بے خودی کے کم الٰہ العالمیں ہوتے
یہ کیا؟ جب سامنے ہوتے ہیں وہ پھر ہم نہیں ہوتے

کلیسا و حرم کا ذرہ ذرہ اِس کا شاہد ہے
جہاں ہم ڈھونڈتے ہیں تم وہیں اکثر نہیں ہوتے

اب آ جاؤ کہ آنا ہی پڑے گا سامنے تم کو
نہیں ہوتے یہ جھگڑے کفر و دیں کے طے نہیں ہوتے

ہمیں تو ہیں کہ دل رکھتے ہیں دردِ عشق کے قابل
امانت دارِ دردِ عشق جب ہوتے ہمیں ہوتے

سزائے دار نے جانبازِ لاکھوں کر دیئے پیدا
محبت سے بھلا یوں بدگماں اہلِ یقیں ہوتے

نمایاں وہ تو ہیں ذروں میں تاروں میں بہاروں میں
اِسے کیا کیجئے اہلِ نظر پیدا نہیں ہوتے

حرم میں میرے سجدوں نے جو سر مارا تو کیا مارا
ترے در کی امانت تھے ادا بھی یہ وہیں ہوتے

فریب طور کیا کھاؤں کہ جب ان کا یہ عالم ہے
جہاں معلوم ہوتے ہیں وہاں اکثر نہیں ہوتے
مقدر تھا میرا جو پڑ گئی چشم کرم ان کی
سبھی دل آبرو ئے عشق کے قائل نہیں ہوتے

مشاعرہ بھوپال ۱۹۴۳ء

مزاج شمع کی ترکیب بزم کیا جانے ÷ جلے نہیں ہیں جلائے گئے ہیں پروانے
نکل چکے ہیں علاجوں کی حد سے دیوانے ÷ کہیں انہیں کو اب آنا پڑے نہ سمجھانے
نگاہ اُن کی اٹھی اور اس ادا سے اٹھی ÷ کہ جیسے رہ گئے لٹ کر ہزار میخانے
جہاں بجائے قبا سینہ چاک ہوتا ہے ÷ اب اس زمیں پہ قدم رکھ رہے ہیں دیوانے
ہر ایک گوشۂ دل میں نقوش عہد اماں ÷ ہمارے کعبہ میں تنہا ہزار بیت خانے
جنون عشق کی عظمت کو جب سے سمجھا ہے ÷ متاع ہوش کو ٹھکرا رہے ہیں دیوانے
مذاق سوز سے انساں ہی نہیں آگاہ ÷ لگی ہیں اپنی جلے جا رہے ہیں پروانے
دلوں کے ضبط پہ ہنس کر دلوں کی آہ نہ لے ÷ کسے خبر کہ چھلک جائیں کب یہ پیمانے
نفس نفس کی آرٹ سے مخصوص اہتمام کے ساتھ ÷ بلا رہا ہے مجھے کون یہ خدا جانے
ملی جو اُن سے نظر عمر گیا رُخ ہستی ÷ بدل کے رہ گئے عنواں کے ساتھ افسانے

ظہور ہوتا ہے پیش فراعنہ اس کا
عز و داتیہ کی عظمت زمانہ کیا جانے

مشاعرہ گنور بزم احسن ۱۹۴۳ء

خزاں اب کیسے آتی ہے تو ڈر لنے ÷ بنے اور بن بھی گئے آشیانے

ہیں دیکھنا سہل دنیا نہ جانے ÷ بدل دیتی ہیں ان کی نظریں زمانے
یہ اس ناز سے برق اتری جلانے ÷ چمن میں دلہن بن گئے آشیانے
یاں تک تڑپتے رہیں نیم بسمل ÷ مکمل کر دیہ ادھورے فسانے
کچھ نہیں جز فریب تسلی ÷ پڑے اس سے بھی اب مجھے ہاتھ اٹھانے
نہیں ستم برق نے کیا نہ ڈھائے ÷ مگر پھر بھی بن کر رہے آشیانے
ہاری جفاؤں کا شکوہ نہیں ہے ÷ ہمیں مار ڈالا ہماری وفا نے
ری سانس کھٹرتی ہے گھبرا گئے وہ ÷ ہوا باندھدی رُخ بدل کر ہوا نے
ایں بھی فرہاد و وامق بھی لیکن ÷ حقیقت حقیقت فسانے فسانے
نجل رجبیں نیاز ان کے در تک ÷ ملیں گے بہت راہ میں آستانے

پتا آبر میرا زمانہ نہ پوچھے
فقیروں کے ہوتے نہیں ہیں ٹھکانے

۴۷

زل کا گام گام پہ دھوکا ہوا مجھے ÷ ایسی بھی وادیوں سے گزرنا پڑا مجھے
راز دانِ راہِ محبت بتا مجھے ÷ خود کھو گیا کہ خضر نے گم کر دیا مجھے
یاں ہوا کہ جلوہ نہ راس آئے گا مجھے ÷ بیہوشیوں سے پہلے ہی ہوش آ گیا مجھے
لِ حیات انہیں کو بنانا پڑا مجھے ÷ سجدے سکھا گیا تھا ترا نقش پا مجھے
ری جفائیں قابلِ شکوہ ضرور تھیں ÷ قسمت سے ہو گیا ہے جنونِ وفا مجھے
شک خلد راہ محبت کی وادیاں ÷ کھو جائے ساتھ لیکے ہیں رہنما مجھے
آ گیا ہوں ان کے الم کی پناہ میں ÷ ڈھونڈے چراغ لیکے غم ماسوا مجھے
بار سر جھکا جو مرا ان کے سامنے ÷ سو بار کائنات نے سجدہ کیا مجھے

میں ان کے غم کے ساتھ گذرتا چلا گیا
عیشِ حیات آکے پکارا کیا مجھے

بمشاعرہ آنولہ ۲۰-۹-۴۴

ترا کمال تو اے چارہ گر مسلّم ہے ÷ مگر وہ زخم کہ جو بے نیازِ مرہم ہے؟
نظر جُرأت کے تقاضائے دید پیہم ہے ÷ سمجھ رہا ہوں کہ طاقت نگاہ میں کم ہے
تباہ حالیٔ گلشن کا اب یہ عالم ہے ÷ جدھر نگاہ اٹھاتا ہوں شورِ ماتم ہے
وہ اشکِ درد وفا جس سے آنکھ پُرنم ہے ÷ اُڑے تو نجمِ فلک ہے گرے تو شبنم ہے
گذر ہی جائیگی اب زندگی باطمینان ÷ جو دل میں غم ہے تمہارا تو دل کو کیا غم ہے
اب ان کے ذکر سے بھی بھاگتے ہیں دیوانے ÷ جنونِ عشق کا اللہ کیا یہ عالم ہے
مرا ہی قصۂ پستی مرا ہی ذکرِ عروج ÷ نگاہ میں مری افسانہ دو عالم ہے
پڑی تھی رسم یہ دنیا میں کب خدا جانے ÷ ہنوز جلوہ و حیرت میں ربطِ باہم ہے
کریں گے شرح کسی اس کی ان کے دیوانے ÷ یہ کائنات ابھی داستانِ مبہم ہے

اُکھڑ گئی ہو نہ الفت کی سانس اب یہ کہیں
جو آج نبض کچھ انسانیت کی مدھم ہے

۲۱-۹-۴۴

غم سے گھبرا کر آہ کون کرے ÷ عشق میں یہ گناہ کون کرے
آپ سے رسم و راہ کون کرے ÷ عمر بھر آہ آہ کون کرے
پُرسکون فقر سے بھی لائے ہیں ÷ طلبِ عز و جاہ کون کرے
محو ہوں درد کی لطافت میں ÷ کس کو فرصت ہے آہ کون کرے

ان کی نظریں جدھر اُدھر دُنیا ✦ میری جانب نگاہ کون کرے
ترکِ اُلفت ارے معاذ اللہ ✦ اپنی ہستی تباہ کون کرے

سب مسرت طلب ہیں دُنیا میں
اکبرؔ غم سے نباہ کون کرے

۲۵ $\frac{10}{47}$

جلاکر خانۂ دل اشک برسانے بھی آئیں گے
مٹانے کو جو آئے تھے وہ پچھتانے بھی آئیں گے

سنے گا دہر سے تو کانپ اُٹھے گا خودقاتل
زبانوں پر مرے بعد ایسے افسانے بھی آئیں گے

نہ گھبرا جائیں رندانِ الستی جورِ ساقی سے!
جو میخانہ سلامت ہے تو پیمانے بھی آئیں گے

ابھی صیاد کو شانِ تحمل آزمانی ہے
قفس والوں کو آزادی کے پروانے بھی آئیں گے

مسلم ہو تو جائے عظمتِ دیوانگی اپنی
کبھی درسِ جنوں لینے کو فرزانے بھی آئیں گے

رہا ہو کر اسیر اترا رہے تھے یہ خبر کیا تھی
کہ زد میں بجلیوں کی اِن کے کاشانے بھی آئیں گے

یہی سر پھوڑنے کا ایک بے دے کر سہارا ہے
تمہارا در سلامت ہے تو دیوانے بھی آئیں گے

حریمِ ناز تک میری رسائی اے اثرؔ مشکل ہے
پڑے گا راہ میں کعبہ بھی بت خانے بھی آئیں گے

۸ ۱۲/۴۷

جہانِ اہلِ دل زیر و زبر ہے ÷ خدا جانے کہاں تیری نظر ہے
ہر اک شے عشق کے زیرِ اثر ہے ÷ جہاں تم ہو وہیں میری نظر ہے
خدا رستہ دکھائے کارواں کو ÷ نہ منزل ہے نہ کوئی راہبر ہے
ستم انجامِ نخوت ہے یہ تسلیم ÷ کچھ انجامِ ستم کی بھی خبر ہے؟
جفا پر چپ ہوں یہ دھوکا نہ کھانا ÷ سکوں کی تہہ میں طوفاں جلوہ گر ہے
بڑے جلاد نکلے تم کہ تم سے ÷ خجل مریخ و چرخِ فتنہ گر ہے
بچے تو داد دیں گے اس ستم کی ÷ یہ ایک اک دل پہ نقش کالحجر ہے
ترے در پر نہ جھکنے کا یہ انجام ÷ ہر اک ٹھوکر کی زد میں میرا سر ہے
اسی سے روشنی کرتی ہے پیدا ÷ یہ تاریکی جو تا حدِ نظر ہے

چمن پر اے اثرؔ یوں منڈلائیں کرگد
مری پروازِ شاہینی کدھر ہے

۱ ۱/۴۸

جام اٹھائیں رند بادل چھا گئے ÷ ہم مشیت کے اشارے پا گئے
وہ جو گلشن پر کرم فرما گئے ÷ ابر پھولوں کو پسینے آ گئے
عشق کا ہے حسن جب پرتو تو ہم ÷ اپنی ہی صورت پہ دھوکا کھا گئے
ہو گئے وہ جب کبھی چیں بر جبیں ÷ ابروئے تقدیر پر بل آ گئے

عشق میں کیا دوست کیا ہوش و حواس + سب ہماری راہ سے کترا گئے
رازِ اُلفت کس طرح رہتا نہاں + نام اُن کا جب سُنا گھبرا گئے
ڈگمگائے جستجو میں جب قدم + یہ صدا آئی سنبھل ہم آ گئے
ترکِ اُلفت کا تہیہ کر تو لوں + اور اگر وہ مسکراتے آ گئے

آپ یہ تم کیا طے کرو گے راہِ عشق
اچھے اچھے اس میں چکر کھا گئے

۲۴ ۱/۸

ہجومِ کرب و بلا نہیں ہے کہ قلبِ یاس آشنا نہیں ہے
مری یہ خود داریاں سلامت مرے تصرف میں کیا نہیں ہے

مری تمنا یہ ہو نہ پر ہم کہ مجھ سا میرے سوا نہیں ہے
اگرچہ تصویرِ مدعا ہوں مگر کوئی مدعا نہیں ہے

تمہیں نہ جب مقصدِ جبیں ہو تو کعبہ کیا شے ہے بتکدہ کیا
یہاں بھی سجدہ روا نہیں ہے وہاں بھی سجدہ روا نہیں ہے

بجبر و با طرزِ کافرانہ مجھ اس نے یوں مجھ پہ کی خدائی
ہوا یہ محسوس مجھ کو اکثر کہ جیسے میرا خدا نہیں ہے

یہاں وفا کر کے کیا کرے گا کہ ہے زمانہ یہ جابروں کا
یہاں بقدرِ وفا ستم ہیں یہاں وفا کا صلا نہیں ہے

ابھی نظر اُن کو ڈھونڈتی ہے گلِ دشمن کی کثافتوں میں
ابھی نظر کس طرح وہ آئیں ابھی نظر نارسا نہیں ہے

ہزار نشتر دار پر چڑھاؤ نئے نئے ظلم روز ڈھاؤ
بدل سکے گا نہ وقت اس کو کہ عشق ہے یہ ہوا نہیں ہے

وفا پرستوں سے کوئی پوچھے معانیِ احترامِ الفت
لہو نفس سے برس رہا ہے لبوں پہ آہ و بکا نہیں ہے

غلط سہاروں کی زندگی نے سفینگی بربادیوں میں ڈالا
کرے گا پار اپنا خود سفینہ نہ ہو اگر نا خدا نہیں ہے

جو قتل و غارت سے پائے فرصت تو کوئی جلاد سے یہ کہہ دے
بری تباہی کی ابتدا ہے، ستم کی یہ انتہا نہیں ہے

کہیں گمان و یقیں کی راہیں مجھے نہ گمراہ آپ کر دیں
کبھی گماں وہ جدا ہے مجھ سے کبھی یقیں وہ جدا نہیں ہے

بمشاعرہ رامپور ۲۱ ۲/۸ ۴۴

طلب کی غالباً الفت کو خو ہے ، انہیں پایا تو اپنی جستجو ہے
طلب میں ان کی اپنی جستجو ہے ، بہت اونچا مذاقِ آرزو ہے
اب اس منزل میں عشقِ جستجو ہے ، نہیں ہم ہیں جہاں پا تو ہی تو ہے
سرِ خوں گشتہ ہے ان کے قدم پر ، نمازِ عشق یعنی باوضو ہے
ارے چاکِ جگر کا کیوں یہ شکوہ ، نظر کو ان کی خود فکرِ رفو ہے
فریبِ رنگِ گل دنیا نہ کھائے ، شہیدانِ گلستاں کا لہو ہے
تصادم ہو رہا ہے بجلیوں میں ، نظر ان کی نظر کے روبرو ہے
محبت کی اہانت کرنے والے ، محبت زندگی کی آبرو ہے
روا ہے ہر طرف ایسے میں سجدہ ، جدھر اٹھتی ہیں نظریں تو ہی تو ہے

الستی رند ہوں غم اثر کیسا!
سرورِ بادۂ لاتقنطوا ہے

۸ ۳/۴۸

نزع کی مشکل میں ہوں یہ آخری پیغام ہے ÷ آپ خود تکلیف فرمائیں ضروری کام ہے
صبح سے محروم شاید گردشِ ایام ہے ÷ ظلمتوں کا ایک عالم شام سے تا شام ہے
ہے ہجومِ آرزو ہر آرزو ناکام ہے ÷ سینکڑوں آغاز لیکن ایک ہی انجام ہے
کیا مجھی پر ختم دورِ گردشِ ایام ہے ÷ دھوپ ہے ہر سو مرے گھر میں سوادِ شام ہے
جان دی آغازِ الفت ہی میں جن کو پا لیا ÷ کی دلوں سے ابتدا میں نے جہاں انجام ہے
تری پرستش کی کرامت تری پرستش بن گئی ÷ اب تو میں اچھا ہوا اب تو واقعی آرام ہے
دل پہ ہو جاتا ہے نازل بے گمان و بے خیال ÷ غم جسے کہتی ہے دنیا غم نہیں الہام ہے
دوستوں کا رخ ہوا کے ساتھ بدلا دیکھ کر ÷ سوچتا ہوں دل میں کیا دنیا اسی کا نام ہے
بھول کیوں کر کیا سناتے ہیں مجھے پیغامِ دوست ÷ میری ہستی خود سراپا دوست کا پیغام ہے

اثر میرا مبتدائے آرزو ہے بے خبر
ورنہ دنیا میں ہر اک آغاز کا انجام ہے

بمشاعرہ رامپور، ۲۳ ۹/۴۸

کھینچ کر لایا ہے ان تک جذبۂ کامل مجھے ÷ اب یہاں سے کام ہے دل کا سنبھالے دل مجھے
مجمعِ یاراں سلامت اہلِ ملت زندہ باد ÷ ہر قدم پر اک نہ اک مل جائے گا قاتل مجھے
کس قدر خوش ہوں کہ طوفاں سے سفینہ بچ گیا ÷ یہ بھی ممکن ہے ڈبو دے دامنِ ساحل مجھے
مطمئن بیٹھا ہوا ہوں یوں خیالِ عیش میں ÷ عیش جیسے ہو گیا فی الواقعی حاصل مجھے

بغضب کہ ما ہمراز لاشہ خود کشتہ ام گفتا ؛ بل گیا لیکن بدل کر رنگ بالاساں ہے

اکبر پھر کیا تھا فریب شوق منزل کے سوا
وہ جو آتی تھی نظر ہر گام پہ منزل مجھے

بمشاعرہ رامپور ۱۲ ۷/۸ھ

تری نور میں تو ہے جلوہ گر وہ نظر سے دور ہوا کرے
کبھی کوئی سجدہ شکر بھی دل نا صبور ہوا کرے

مری رندیوں پہ ہے طعنہ زن تجھے زاہد اس کی خبر نہیں
کوئی شے ہے عفو تمام بھی ہے اگر قصور ہوا کرے

جو ادا شناس تھے چل بسے کہو اب جمال سے حشر تک
کبھی برق طور ہوا کرے کبھی موج نور ہوا کرے

ترا لطف خاص مٹا نہ دے مرے دل سے لذت غم کہیں
نگہ عتاب کا واسطہ یہ کرم ضرور ہوا کرے

مجھے اکبر نازش فقر بھی کسی کج کلاہ سے کم نہیں
کسی کج کلاہ کو جاہ پر ہے اگر غرور ہوا کرے

بمشاعرہ بدایوں نمائش ۵ ۲/۹ھ

اس کی وسعت کو سمجھنا بھی ہے سمجھانا بھی ہے
زندگی اک راز بھی ہے ایک افسانہ بھی ہے

آج تجھ کو رہنما یہ راز سمجھانا بھی ہے
ایک منزل شوق میں منزل کے کھو جانا بھی ہے

کچھ نہیں۔ پھر دیکھنے کی چیز دیوانہ بھی ہے
شاملِ دُنیا بھی ہے دُنیا سے بیگانہ بھی ہے

جستجو جاری بھی رکھنی ہے اُنہیں پانا بھی ہے
ہے سرِ منزل پہنچنا بھی پلٹ آنا بھی ہے

آتشِ ذوقِ محبت دل میں بھڑکانا بھی ہے
اور پھر اپنی لگی میں آپ جل جانا بھی ہے

شمع کو اے سوزِ داغِ دل یہ سمجھانا بھی ہے
جب حرارت آگ بن جائے تو پروانا بھی ہے

شکوہ سنج، رنج و غم تجھ کو خبر شاید نہیں
زندگی خود جرمِ ہستی کی سزا پانا بھی ہے

اتنی دل سوزی سے مشقِ پند دیوانوں کے ساتھ
ناصحِ مشفق مرے نزدیک دیوانا بھی ہے

خیر مقدم کیوں نہ طوفانوں کا وہ ہنس کر کرے
جس سفینے کو ابھی ساحل سے ٹکرانا بھی ہے

باغباں یوں پھونک سکتی تھیں نشیمن بجلیاں
کیا اس افسانے کے پیچھے اور افسانا بھی ہے

کیوں مرے پیہم ہنسے جانے پہ ہو تم بدگماں
ایک منزل غم کی اس منزل تک آ جانا بھی ہے

پستیوں پر مطمئن ہو جانے والے سوچ لیں
پستیوں کو عرش کی رفعت سے ٹکرانا بھی ہے

پردۂ فانوسِ ظلمت سے نکالے کون اسے
شمع آزادی ہے روشن کوئی پروانا بھی ہے؟

بجلیوں سے آشیانوں کو بچانا ہی نہیں
بجلیوں کے آشیاں پر آگ برسانا بھی ہے

ہر مقام ہوش طے اب جلد کر لے بے خودی
اُن سے ہو کر باخبر اپنی خبر پانا بھی ہے

اور اب کیا چاہیئے فتنے اُٹھانے کے لئے
اہلِ مذہب بھی ہیں کعبہ بھی ہے بُت خانہ بھی ہے

جو بدل دے ہوشمندوں کا نظام خودسری
کوئی ایسا اِس بھری محفل میں دیوانا بھی ہے

یہ مری قسمت کہ مجھ تک دورِ جام آتا نہیں
اثر ہونے کو تو ساقی بھی ہے پیمانا بھی ہے

بمشاعرہ جمشید پور ۱۷/۶/۴۹

راز کچھ روشِ عمر کے پائے نہ گئے ÷ منزلیں ہوگئیں طے ہم کہیں آئے نہ گئے
فیصلہ کس سے ہو اِس بحث کا جز تیر نظر ÷ عمداً خود نہ بچے دل کو بچائے نہ گئے
در پہ سجدوں کا اثر کچھ نہ سہی اس پہ بھی ÷ نقش کچھ جم گئے ایسے کہ مٹائے نہ گئے
قابلِ دید ہے سنگِ درِ جاناں کی کشش ÷ وہ بھی سر رہ گئے جھک کر جو جھکائے نہ گئے

نغمہ یاس ہیں وہ اثر فسانے سے نہاں
جن کو دُنیا نے سُنا اور سنائے نہ گئے

مشاعرہ نمائش ایٹہ ۳۵ء ۲

تمہاری راہ میں ہم زندگی گزار آئے ÷ ہزار مرحلۂ جبر و اختیار آئے
یہ فخر کیا ہے کہ جلوؤں سے ہمکنار آئے ÷ کلیم! دولتِ ایمانِ دید ہار آئے
خجل ہے داغ جو حصے میں بے شمار آئے ÷ ہمارے دل کو تمنا بھی تھی بہار آئے
عجب مقام ہے اے کاش سازگار آئے ÷ ہر اک نوا ہے کہ جیسے صدائے یار آئے
کمال یہ کہ جو خود ہیں عدوئے قیدِ وطن ÷ زباں پہ نام وفا اُن کے بار بار آئے
نہ آج کنس نہ فرعون و راون و شداد ÷ کسی کو دورِ جہاں پر نہ اعتبار آئے
مرے دنوں کی سیاہی پہ چھیڑنے والو ÷ اگر زمانہ تمہیں بھی نہ سازگار آئے؟
چمن اداس، کلی خشک، پھول پژمردہ ÷ اسی بہار کو کہتے تھے ہم بہار آئے؟
کہیں وہ لطفِ مجسم کہیں عتابِ تمام ÷ شیاں نہ عشق پہ اب کس کو اعتبار آئے
کوئی ہو شغل کشش عشق کی مسلم ہے ÷ وہ زندگی میں نہ آئے سرِ مزار آئے
بہت غلط یہ دو رنگا نظامِ گلشن کا ÷ بھڑک اٹھیں کہیں شعلے کہیں بہار آئے
پتے بتا کے وہ کعبہ میں تھے نہ کاشی میں ÷ جہاں جہاں تمہیں متوقع ملا پکار آئے
کلی ہے دل کی یہ مرجھا کے پھر نہیں کھلتی ÷ چمن نہیں ہے جو رنگ اس پہ بار بار آئے
سزا پہ سایۂ رحمت جلو میں لطف تمام ÷ بجز مر حشر میں کیسے گناہگار آئے
عذاب بن گئی شعلہ فشانیاں اے دوست ÷ کہ جیسے آتشِ نمرود پر بہار آئے

جو آبرو پایا کسی کو کسی سے محی نیاز
وہ یاد آئے مجھے اور بار بار آئے

۲۵ ۴/۵۰

چمن میں ابھی خونِ گُل ہو رہا ہے شگفتہ بہت جلد لالے بھی ہوں گے
عداوت کی تاریکیوں سے گذر لو محبت کے اک دن اُجالے بھی ہوں گے
روش ہے یہ لیل و نہارِ جہاں کی اندھیرے بھی ہوں گے اُجالے بھی ہوں گے
زمانے ہی دُنیا میں سب کچھ نہیں ہیں ضرورت پڑے گی تو ملنے بھی ہوں گے
بہا خونِ ناحق جلا آشیانہ بدلنے ہی والے ہیں یہ بھی زمانے — !
بنیں گے ترے ظلم کے جب فسانے ہماری وفا کے حوالے بھی ہوں گے
خبر بھی ہے کیسی اس تباہی کی ہمدم کہ ہے قسمت مُلک میں درنج پیہم
اُتر جائے گا زہر گردوں کا جس دم تو ڈسنے کو تیار کالے بھی ہوں گے
یہ ہے نظمِ دُنیا تو کیا غم کا شکوہ اگر عشق ہے عاشق خود ہوگا پیدا — !
اگر عشق ہے سوزِ دل کیوں نہ ہوگا اگر سوزِ دل ہے تو چھالے بھی ہوں گے
بہاروں پہ ہے رنگ سرمایہ داری ابھی گل کھلائے گی بے روزگاری
ابھی ملک پیدا کرے گا بھکاری ابھی تیز فاقوں سے نالے بھی ہوں گے
تقدس کی ہستی تقدس کا منصب لباسِ تقدس میں پوشیدہ ہے کب
سمجھتی ہے دُنیا جنہیں رندِ مشرب بہت اِن میں اللہ والے بھی ہوں گے
وفاؤں کی ہم نے ہی کی تھیں خطائیں نہیں سنتے ہی تھیں مسلسل جفائیں
ہمیں چاہتے تھے کہ بدلیں ہوائیں ہمارے ہی جینے کے لالے بھی ہوں گے
بھرم تو نے کھویا ہے مرکز سے ہٹ کر شباب آ تو جائے تری محفلوں پر
ستم پر خجل آپ ہوں گے ستمگر ستم کے یقیناً ازالے بھی ہوں گے

۶/۵۰ ۱

کسے اپنا سمجھوں کوئی بھی نہیں ہے ÷ مری تو مری زندگی بھی نہیں ہے
خودی تو کجا بے خودی بھی نہیں ہے ÷ وہاں ہوں جہاں آگہی بھی نہیں ہے
ادا اب تو کر جا رسم عبادت ÷ تکا ہوں میں اب روشنی بھی نہیں ہے
مرے حسن کیوں زحمت رہنمائی ÷ مرے عشق میں گمرہی بھی نہیں ہے
نہ عفو بیتاب ہے اُن کی رحمت ÷ خطاؤں ابھی میں نے کی بھی نہیں ہے
سکوں خوب ہے جس کو مل جائے لیکن ÷ نیند انتہا آشفتگی بھی نہیں ہے
کروں آتش عشق کا کیا مداوا ÷ بظاہر کہیں یہ لگی بھی نہیں ہے
بچا لا بچا اس سے اے شیخ دامن ÷ محبت کوئی دل لگی بھی نہیں ہے
نظر میں ہے سو طرح جلوہ فرما ÷ نظر کے مقابل کوئی بھی نہیں ہے
جو سر اٹھ کے سجدے سے ان کو نہ دیکھے ÷ تو وہ بندگی بندگی بھی نہیں ہے
ابھی تک مجھے ناز ہے دوستی پر ÷ انہیں مجھ سے اب دشمنی بھی نہیں ہے
کسے درس انسانیت دے رہا ہے تو ÷ یہاں تو کوئی آدمی بھی نہیں ہے
محبت کے شام و سحر اللہ اللہ ÷ تجلی بھی کم تیرگی بھی نہیں ہے
کرے گا کسی پر شک اپنی بربادیوں کا ÷ کب ناز یہ تو ہنسی بھی نہیں ہے

محبت ہے اے آرزو ہیچ دو عالم
یہاں دل یہ نہیں زندگی بھی نہیں ہے

مشاعرہ گنور ۱۱

اک عالم حیرت ہے فلک تا بہ زمیں ہے ÷ اب میں ہوں وہاں تک جہاں کوئی نہیں ہے
عالم کے تغیر کا اثر مجھ پہ نہیں ہے ÷ تھا درد جگر جیسے جہاں اب بھی وہیں ہے

شکوہ ہے نہ احساس نہ شکایت نہ یقیں ہے ÷ لے آئیے تشریف کہ اب کوئی نہیں ہے
ہاں رحم کی تصویر ہو تم لطف کی تفسیر ÷ اس کا بھی یقیں ہے مجھے اس کا بھی یقیں ہے
دونوں کی روش دیکھ کے یہ سوچ رہا ہوں ÷ اب مائل بیداد فلک ہے کہ زمیں ہے؟
تسلیم مجھے تیز روی قافلہ والو ÷ لیکن یہ کرو غور کہ منزل بھی کہیں ہے
اس بزم حسیں کو تری جنت سے بدل لوں ÷ واعظ یہ مرے خواب کی تعبیر نہیں ہے
یہ نقش قدم سے ہے نمودار تجلی ÷ یا نقش قدم پر ترے تاروں کی جبیں ہے

با ایں ہمہ خوں ریزی و بربادی و تکلیف
اے ارض وطن اب بھی مجھے خلد بریں ہے

مشاعرہ اعظم گڑھ ۲۲/۵/۵۰

یاد ان کی آ کے خواب میں چونکا گئی مجھے ÷ پھر اس کے بعد نیند نہ آئی کبھی مجھے
سونپو نہ عمر بھر کے لئے بیکسی مجھے ÷ پھر کیا کرو گے یہ بھی جو راس آ گئی مجھے
اب اے خیال یار دکھا روشنی مجھے ÷ تنہا گذارنی ہے شب زندگی مجھے
کھائیں جو ٹھوکریں تو سمجھ آ گئی مجھے ÷ منزل پہ لا کے چھوڑ گئی گمرہی مجھے
جانا پڑا بلائے بغیر ان کی بزم میں ÷ محسوس ہو رہی تھی خود اپنی کمی مجھے
کہتا ہے کون ان کو نہیں ہے مرا خیال ÷ گم کر کے گام گام پہ آواز دی مجھے
نمناک ہو نہ میری تباہی پہ چشم دوست ÷ ڈر ہے ڈبو نہ دے تری دریا دلی مجھے
واعظ بجا کہ میں رہ عرفاں نہ پاؤں گا ÷ اور اپنے جہل سے جو ہوئی آگہی مجھے
ہوتا ہے غم بھی وجہ مسرت کبھی کبھی ÷ تڑپا دل اس طرح کہ ہنسی آ گئی مجھے
غربت گوارا کیوں نہ کروں انقلاب کو ÷ اہل وطن سمجھنے لگے اجنبی مجھے

مشاعرہ رامپور ۹/۵/۲۲

اپنے مرکز کی طرف کھنچ کر چلے ÷ جستجو کو نقشِ پا کی سر چلے
کاش پائیں دادِ جبرِ زندگی ÷ غم کے مارے جانبِ محشر چلے
ظلمتوں میں ہے جہانِ اعتبار ÷ کاروبارِ زندگی کیونکر چلے
اللہ اللہ جنبشِ تیغِ نگاہ ÷ یوں ہوا محسوس جیسے سر چلے
لب پہ پھر غنچوں کے رقصاں ہے ہنسی ÷ میرے دل کے زخم شاید بھر چلے
رُک گئیں ارض و سما کی گردشیں ÷ یوں بھی اِن کی بزم میں ساغر چلے
میں رہ دل پہ وہ راہ عقل پر
ساتھ میرے اب کیا رہبر چلے

مشاعرہ سہسپور (بجنور) ۱۱/۵/۴

بجا بجا کہ مسرت ہے آدمی کے لئے ÷ مگر وہ درد جو مخصوص ہے اسی کے لئے؟
نفس نفس ہے جنازہ اس آگہی کے لئے ÷ کہ زیست مرگِ مسلسل ہے آدمی کے لئے
بہار تھا لیکن آئی تھی دل لگی سے تیرے لئے ÷ ترستی رہ گئی ایک ایک کلی ہنسی کے لئے
تمہارے غم نے بڑے وقت دستگیری کی ÷ سہارا ڈھونڈ رہا تھا میں زندگی کے لئے
صلاحیت ہو کسی میں جو گر کے اٹھنے کی ÷ تو ٹھوکریں بھی ہیں اک چیز رہبری کے لئے
مآلِ جلوہ نہیں چشمِ شوق کو معلوم ÷ اُٹھی نقاب تو ترسے گی روشنی کے لئے
خدا کرے کہ خزاں بھی اِدھر نظر نہ کرے ÷ ابھی کلی نے ہلائے ہیں لب ہنسی کے لئے
فلک کے سترکانہ غم کرشمے سے رہ ہشیار ÷ یہ آدمی ہے بڑا فتنہ آدمی کے لئے
غم و خوشی کے محل خوب جانتا ہوں میں ÷ غموں میں ڈوب گیا ہوں تری خوشی کے لئے

سبو کو توڑ بھی دے جام الٹ بھی دے ساقی ÷ تری نگاہ ہی کافی ہے میکشی کے لئے
چمن کو چھوڑ دیں بیدل ہی گو بھی خوب ہے ہی ÷ ہمارا خون بہا ہے کلی کلی کے لئے

ضیا وہ چھین لیں لئے آ کہ قصر و ایواں سے
جو گھر ترستے ہیں مدت سے روشنی کے لئے

بمشاعرہ نمائش مین پوری ۱۹۵۱ء

راہ بھی گم ہر قدم پر اک نئی مشکل بھی ہے!
اور انہیں حالات میں جانا سرِ منزل بھی ہے

پھر کہیں تاریخ دہرائے نہ ماضی کے سبق
تجھ کو مستِ حال کوئی فکرِ مستقبل بھی ہے؟

"ناروا" کہہ کر اسے خوب آپ زحمت سے بچے
کھیل دل کا حضرتِ واعظ ذرا مشکل بھی ہے

اُف یہ بھولا پن۔ یہ شرم آگیں نظریں۔ یہ سادگی
دیکھ کر یہ کون کہہ دے گا کہ تو قاتل بھی ہے

لذتِ تکلیف کا انساں کو عرفاں ہی نہیں
ایک صورت دل کے بہلانے کی دردِ دل بھی ہے

رہنما! چلتا ہوں۔ فطرت ہے مگر دقت پسند
پوچھنا یہ ہے کہ کوئی راہ میں مشکل بھی ہے؟

اب تری ہمت کا سودا پار ہو یا ڈوب جا
بحرِ ہستی میں تلاطم ہی نہیں ساحل بھی ہے

کھُب رہے ہیں دل میں خود ہو ہو کے پیکانِ جمال
غیب سے تیر آرہے ہیں یا کوئی قاتل بھی ہے

موج و طوفاں کی سفینہ سے کہاں تک دل لگی
میں تو اس کو خود ہی ٹکرا دوں کہیں ساحل بھی ہے

درد اک نعمت ہے کیا یہ بات بھی سوچی کبھی
بیقراری جب بڑھے حد سے سکونِ دل بھی ہے

وسعتیں اپنی نہ پہنچا سکے تو اس کا کیا علاج
آدمی رہرو بھی ہے رہبر بھی ہے۔ منزل بھی ہے

خار طینت۔ تنگ دل۔ صیاد فطرت بے شمار
آہ گلشن میں کوئی راحت رسانِ دل بھی ہے

مشاعرہ مراد آباد ۲۸ ۵/۱

ضد ہے ناصح کی نہ سوزِ غم کو رسوا کیجئے ÷ ہر نفس دینے لگے شعلے تو پھر کیا کیجئے؟
یہ رفوئی کیسی دل کا چاک پیدا کیجئے ÷ آپ کے جلوے سے اپنی صورت ہویدا کیجئے
موت جھٹلواتی ہے دامانِ طلب کیا کیجئے ÷ خیر آپ اب آج سے میری تمنا کیجئے
درد ہو تو درد کا بیشک مداوا کیجئے ÷ زندگی خود درد بن جائے تو پھر کیا کیجئے؟
شرکتِ غم سے نکھر جاتا ہے چہرہ عیش کا ÷ ساتھ فتحوں کے شکستیں بھی گوارا کیجئے
رہبروں کی ہر ادا سے ہے نمایاں رہزنی ÷ اب کہاں کھو جائیے کس پر بھروسا کیجئے
دہر میں اٹھ کر رہیں سے آتشیں شمع نفاق ÷ اب بسے پھر زینتِ طاقِ کلیسا کیجئے
لطف کیا ہوگا یہ وہ جانے میسر ہو جسے ÷ ظلم ان کا اتنا دلکش ہے کہ دیکھا کیجئے
میری روداد تباہی ہے مسلم دہر میں ÷ آپ افسانہ سمجھتے ہیں تو سمجھا کیجئے

غنچے محوِ سماعت ہیں تو گل ہرگز نہیں ÷ سننے والے سینکڑوں آواز پیدا کیجئے
اُن کے جلووں کی یہی راہ نکلے گی کوئی ÷ کچھ دنوں اپنی تجلی کا تماشا کیجئے
صاحبِ ہمت پہ منزل کا تجسس فرض ہے ÷ اور اگر معدوم ہو منزل تو پیدا کیجئے
جبر کا مردانگی سے سامنا کرتے ہوئے ÷ ہر ستم پر شکر ہر زحمت پہ سجدہ کیجئے
آپکو پاتا ہے جو رسیدہ پر اب جذبِ نظر ÷ اور کہئے لن ترانی - اور پیدا کیجئے
ہوش جب تک دل میں ہے سہارا ساتھ جب تک دے نگاہ ÷ دید کے قابل ہے حسنِ دوست دیکھا کیجئے
اے اسیرو یوں تو حلقے اور ہو جاتے ہیں تنگ ÷ لیجئے دام اڑ جائیے لیکن نہ تڑپا کیجئے

دوست کے جلووں کو نظارہ کی خود ہو جستجو
آثرؔ اتنا تو مذاقِ عشق اونچا کیجئے

بمشاعرہ نمائش بلند شہر ۱۵/۳ ۶

مرے آنسو کہاں دامانِ قاتل دیکھنے والے ÷ مسافر اور ہی ہوتے ہیں منزل دیکھنے والے
نظر ہی جل گئی کچھ سمجھ دیکھا دیکھ کر ان کو ÷ بڑے اچھے رہے جلووں کا حاصل دیکھنے والے
ذرا ہشیار رہنا ہیں بہت دنیائے شاطر میں ÷ ترے رخ پر مری کیفیتِ دل دیکھنے والے
لٹا ساماں مٹی شکلیں سکوں دوری ہی لائی ÷ یہ کن راہوں سے گذرے خوابِ منزل دیکھنے والے؟
نزاکت وہ جراحت یہ وہ معصومی یہ جلادی ÷ الٰہی حیرت سے تکتے ہیں مرا دل دیکھنے والے
الٰہی دیکھئے موجوں پہ سفینے ڈوب جاتے ہیں ÷ مزاجِ بحر کیا سمجھیں گے ساحل دیکھنے والے
گماں ہے جیسے گرتی بجلیوں میں رہ گئے گھر کر ÷ نگاہوں کو نگاہوں سے مقابل دیکھنے والے
نہ ہونا بزم کر خود بنا کر مطمئن ساقی ÷ ابھی ہشیار ہیں کچھ رنگِ محفل دیکھنے والے
جہاں میں یاں گھومنے والے کو کوئی آ کر یہ سمجھا دے ÷ کہ تو ہے خود ہی منزل سوئے منزل دیکھنے والے

مشاعرہ رامپور ۱۰ سہ ۵۱

بیٹھا ہوں مطمئن انہیں دل میں اتار کے
یعنی بدل رہا ہوں چلن انتظار کے

دیکھے گھرے ہوئے جو اندھیرے بہار کے
لو دے گئے چراغ دل داغ دار کے

ان کے دلوں سے پوچھئے ارماں بہار کے
جو آئے ہوں قفس میں قفس سے گزار کے

درکار تازہ پھول نہیں لالہ زار کے
اب تک جگر میں داغ ہیں پچھلی بہار کے

پامالیوں کے راگ سناؤ گے تا بکے
رخ موڑ دو نہ گردش لیل و نہار کے

پھولوں کی سرخیوں میں جھلکتا ہے خون بھی
دامن ہیں داغدار عروس بہار کے

کس کے رخ حسیں پہ زلفیں بکھر گئیں
سب دور رک کے رہ گئے لیل و نہار کے

عریانیوں سے تنگ ہیں میرے وطن کے لوگ
دینا پڑے گا جامۂ ہستی اتار کے

زخم جگر گنیں کہ گلوں کا کریں شمار
مارے ہوئے ہیں ہم تو خود اپنی بہار کے

اے ابر یہ بھی سوچ تو اظہار حق کے بعد
رستے سجے ہوئے ہیں اسی حق سے دار کے

— مشاعرہ یوم برق دہلی ۳/۵۱ ۱۸

ابھی امید زندہ ہے۔ ابھی ارمان باقی ہے ÷ ابھی تو گرمیٔ دل کا بہت سامان باقی ہے
دمِ آخر بھی ان کی دید کا ارمان باقی ہے ÷ فسانہ خاتمہ پر آ چکا عنوان باقی ہے
مرے دل کو مٹائیں حادثاتِ دہر ناممکن ÷ تمہارا درد یعنی زیست کا سامان باقی ہے
مبارک ہے وہ ٹھوکر جو گرا کر کھول دے آنکھیں ÷ جو سنبھلوں تو سنبھلنے کا ابھی امکان باقی ہے
تڑپتی آدمیت کی دہائی پر توجہ دے ÷ بھری دنیا میں ایسا بھی کوئی انسان باقی ہے؟
چلے آؤ تو بچ سکتا ہے بیمارِ غمِ فرقت ÷ جھکی دیوار رکنے کا ابھی امکان باقی ہے
بہت مدت سے ہوں بے ہوش لیکن اپنے جلوؤں سے ÷ کمالِ بیخودی میں بھی خودی کی شان باقی ہے

محبت ہے تو پھر اے برقؔ غم بھی ہے مسرت بھی
جو یہ امکان باقی ہے تو ہر امکان باقی ہے

۳/۵۱ ۲۹

یہ واہمہ ہے یا مل رہے ہیں واماندگی میں غیبی سہارے
محسوس ایسا ہوتا ہے مجھ کو منزل سے کوئی جیسے پکارے

غم کی سیاہی کرنے کو ہلکی یہ کس نے کھینچے قسمت کے مارے
کچھ یوں بکھیرے دامن پہ آنسو جیسے زمیں پر شبنم ہوں تارے

زوروں تلاطم بڑھتا ہوا سا بھپرے ہوئے سے پُر شور دھارے
مدہوش و بیخود سب اہلِ کشتی ایسے میں کوئی کس کو پکارے

ہاں ہاں بجا ہے اے حسنِ دنیا جنت ہیں جنت تیرے نظارے
لیکن وہ تجھ پر کیا آنکھ ڈالیں جینا ہو جن کو غم کے سہارے

آہوں کے بادل چھائے امنڈ کر دھندلا چلے سب گردوں پہ تارے
اب رات باقی کیونکر کٹے گی قسمت سے ٹوٹے یہ بھی سہارے

میرے چمن کا ایک ایک تنکا آتش بداماں ہے شعلہ طلب ہے
غافل اگر ہو دم بھر کو بجلی خود آشیانے اُگلیں شرارے

تھا اپنا ہر دم اللہ بیلی بازی وفا کی جی بھر کے کھیلی
دادِ محبت دُنیا سے لے لی اس سے غرض کیا جیتے کہ ہارے

اکثر ہوئے ہیں برباد مسکن پیدا کئے ہیں تازہ نشیمن
اچھا رہیں خوش ارباب گلشن کرلیں گے ہم تو یوں بھی گزارے

ہے ناخدا خوش میرا سفینہ طوفاں سے بچ کر پہنچا ٹھکانے
اس کو نہیں ہے احساس شاید ممکن ہے یہ بھی ٹوٹیں کنارے

سمجھے نہ اب تک ارباب نخوت دورِ جہاں کی ہے آبرو عادت
چھوڑا اُسی کو اس نے مٹا کر جس نے نہ سمجھے اس کے اشارے

مشاعرہ بزم احسن رامپور ۲۲/۵/۱۵

مٹتے ہی اُمید چارہ گری غمخوار قضا ہو جاتی ہے
اُلفت میں کسی رُخ سے بھی سہی حاصل تو شفا ہو جاتی ہے

پھر کعبہ صفت بن جاتی ہے یا قبلہ نما ہو جاتی ہے
جب سر کے ترقی پیشانی نقش کف پا ہو جاتی ہے

اُس وقت وفا کا ذکر خطا، اظہار خطا، اعلان خطا
جب کبر و عداوت کی زد میں مشکوک وفا ہو جاتی ہے

احسان تسلی رہنے دے انجام تسلّی علم میں ہے :
اے دوست تڑپ دل کی یوں تو کچھ اور سوا ہو جاتی ہے

کھُل جاتا ہے آغوشِ کرم پیار آ جاتا ہے رحمت کو
انسان سے سرزد ایسی بھی معصوم خطا ہو جاتی ہے

پھر کون انہیں ظالم سمجھے پھر کون مجھے مظلوم کہے!
کمبخت فغاں بھی تو لب تک آتے ہی دُعا ہو جاتی ہے

افلاس و تباہی کے بادل جب چھائے ہوئے ہوں گلشن پر
گلچیں سے بغاوت اہلِ چمن اس وقت روا ہو جاتی ہے

اثر اس کا مقدّر کیا کہنا جس آہ کو وہ سُن لیتے ہیں
وہ تا بفلک جاتے جاتے رحمت کی گھٹا ہو جاتی ہے

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۱۴ ۵/۱

دوست ترکِ عشق کی تلقین فرمانے چلے
اُف یہ دیوانے جو دیوانے کو سمجھانے چلے

جستجو کیا جستجو کا بھی بھروسا کچھ نہیں
رہ گئے خود ہو کے گم جو آپ کو پانے چلے

فطرتِ دیوانگی بھی اِن سے شرمانے لگی
راہِ آزادی میں وہ چالیں بھی فرزانے چلے

وہ جو برہم ہیں تو برہم ہے نظامِ جسم و جاں
کاروبارِ زندگی کیوں کر خدا جانے چلے

اشکِ غم بہتے رہے ذکرِ وفا ہوتا رہا
مدتوں محفل میں ان کی میرے افسانے چلے

زندگی سی میکدہ میں آ گئی ساقی کے ساتھ
خم جھکے۔ انگڑائی لی مینا نے۔ پیمانے چلے

ہاں بجا۔ تاراج دیوانوں نے گلشن کر دیا
اور دیوانوں کی وہ چالیں جو فرزانے چلے؟

جام گردش میں۔ شبابِ حسنِ ساقی سامنے
ہاتھ لینا۔ ہاتھ سے رندوں کے پیمانے چلے

کب گل و گلشن جوابِ حسن ہو سکتے ہیں اثر
آپ بھی دل اپنا کس صحرا میں بہلانے چلے

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۱۶/۹/۵۱

کہیں ہے یہ نغمہ کہیں یہ فغاں ہے ÷ بشر عظمتِ سوز و سازِ جہاں ہے
ملال و خوشی بیخودی میں نہاں ہے ÷ وہاں ہیں کہاں ہوں زمانہ جہاں ہے
ابھی نیست و ہست کے درمیاں ہے ÷ بشر نا مکمل سی اک داستاں ہے
ہجومِ تکالیف و غم ہمعناں ہے ÷ مسافر خود اپنی جگہ کارواں ہے
ابھی میں زمانے کو جنت بنا دوں ÷ مگر میرے بس میں زمانہ کہاں ہے
گلستاں بجا۔ غم نہ کر آشیاں کا ÷ گلستاں بجائے خود اک آشیاں ہے
یہ انجام ہے سعیِ ضبطِ فغاں کا ÷ نفس بھی فغاں ہے نظر بھی فغاں ہے
گریں بجلیاں لاکھ گلشن نہ چھوٹا ÷ جہاں آشیاں تھا وہیں آشیاں ہے

اگر دائرے ہیں لئے اپنے قائم ✦ مکمل جہاں ہے جو ذرّہ جہاں ہے
یہ مانا ہزاروں مصائب ہیں اِس میں
مگر آشیاں اَبر بھر آشیاں ہے

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور $\frac{۱۲}{۵۱}$ ۹

جسے جو بھی چیز پسند ہو اُسے بس اُسی کی تلاش ہے
طلب شرف ہی ہے آدمی مجھے آدمی کی تلاش ہے

جو غمِ حیات کی ہو بدل بس اُسی خوشی کی تلاش ہے
تیری تیغِ ناز مدد کرے مجھے زندگی کی تلاش ہے

یہ نقاب لالہ و گُل غلط ۔ ذرا کھل کے سامنے آئیے
مری جستجو سے گریز کیوں مجھے آپ ہی کی تلاش ہے

یہ جنابِ شیخ، یہ برہمن کوئی ہے ملک کوئی دیوتا
کہیں اور چل مرے رہنما مجھے آدمی کی تلاش ہے

کہیں جانبین کی یہ طلب نئی طرح کعبہ نہ ڈال دے
مجھے اُن کے در کی ہے جستجو اُنہیں بندگی کی تلاش ہے

کوئی بادہ ریز نگاہ کیوں مجھے دے سرور کی دعوتیں
جو مٹے خودی سے نصیب ہو اُسی بیخودی کی تلاش ہے

[illegible] مرے رہنما جو قدم قدم یہ کریں دعا
[illegible] نہ ہمسفر مجھے گمرہی کی تلاش ہے

[illegible] مرے [illegible] تجھے ظلمتوں کی شکایتیں
[illegible] روشنی کی تلاش ہے

بس اسی طلب میں ہوں اب تک کہیں مجھ کو میرا پتہ ملے
نہ مجھے کسی کی تلاش تھی نہ مجھے کسی کی تلاش ہے

۱۵ $\frac{۲}{۵۲}$

لاکھ نشتر رگ جاں پر برسے ÷ تم نے دیکھا مجھے کس نظر سے
دل سے یا طور کی رہگذر سے ÷ تم نے مجھ کو پکارا کدھر سے
آ کے ساحل سے ٹکرا رہے ہیں ÷ بچ گئے جو سفینے بھنور سے
دل میں ایمن کی بھٹ آ بھی جاؤ ÷ طور کب تک تجلی کو ترسے
ہر خوشی ہے مری ٹھوکروں میں ÷ منسلک ہوں غم معتبر سے
بندگی میں کوئی لاگ کیوں ہو ÷ سر بچا کر گذر سنگ در سے
میرا لٹنا ہے امر یقینی ÷ راہزن مل گئے راہبر سے
انقلابات سے بھی نہ آ ملے ÷ گرنے والے تمہاری نظر سے
کوشش چارہ، کم ہمتی ہے ÷ درد کو کھینچ دے جگر سے
سرزمین دل ابتک ہے لرزاں ÷ کون گذرا تھا اس رہگذر سے
موت کو مجھ پہ رحم آ رہا تھا ÷ آ گئے بیچ میں تم کدھر سے
آبلہ پھر دیکھنا خواب منزل
پہلے گذرو رہ پر خطر سے

بمشاعرہ گنور $\frac{۳}{۵۴}$ ۲۴

مرا ہے اہل جہاں پہ شاید مری ... [illegible]
دل ... [illegible]

یہ پاسِ الفت یہ ضبطِ گریہ بتاؤ کیا معتبر نہیں ہے
بپا ہیں دل میں ہزار طوفاں مگر مری آنکھ تر نہیں ہے

یہ راز دیوانے جانتے ہیں کسی کو اِس کی خبر نہیں ہے
کہ تم نہ مقصودِ زندگی ہو تو زندگی معتبر نہیں ہے

یہ سوچ ہے میری منزلت میں تنزل نے کیسے دخل پایا؟
عروج تو اپنے گھر کی شے ہے عروج پیشِ نظر نہیں ہے

جہاں ہو یورش تجلیوں کی وہیں وہ ہوتے نہیں ہیں اکثر
نظر کے دھوکے میں آ نہ جانا نظر یہاں معتبر نہیں ہے

یہ عین ممکن ہے کچھ لٹیرے یہاں بھی موقع کے منتظر ہوں
پہنچ کے منزل پہ سونے والو قضا ابھی بے خطر نہیں ہے

چمن میں ہنس ہنس کے سننے والو دلوں میں شعلے بھڑک اُٹھیں
یہ میرے نالوں کا تذکرہ ہے حدیثِ برق و شرر نہیں ہے

غمِ سرور و ملال کیسا چل اُن سے اپنا بچا کے دامن
سرور بھی معتبر نہیں ہے. ملال بھی معتبر نہیں ہے

غموں کا نرغہ ہے مضطرب دل نظر میں ہے میری خار دُنیا
یہ حال یوں اُن سے کہہ رہا ہوں کہ جیسے اُن کو خبر نہیں ہے

حرم کے چکر لگانے والے ستم زدوں کے بھی دل تک آئیں
جہاں وہ رہتے ہیں جلوہ فرما وہیں کسی کی نظر نہیں ہے

وہ رُخ بدل کر تجلیوں کا جہاں سے چاہیں فریب دیدیں
جمال کی آبر کیا شکایت نظر بھی میری نظر نہیں ہے

مشاعرہ یوم برق دہلی ۳۰ ۳ ۵۲

جناں بر کف ہوائے گلستاں کچھ اور کہتی ہے
سنے کوئی تو کلیوں کی فغاں کچھ اور کہتی ہے

فلک والوں میں شور اہل زمیں کی آدمیت کا
زمیں والوں کی طرز آسماں کچھ اور کہتی ہے

زیاں اُن کا نہ پانا سود انہیں پانا سمجھتا ہوں
یہ دُنیا قصۂ سود و زیاں کچھ اور کہتی ہے

یہ سرکش رند برہم کر نہ دیں نظم میخانہ
فضائے میکدہ پیر مغاں کچھ اور کہتی ہے

فسانہ طور کا تو کہہ چکی میرے نشیمن سے
اب اس کے بعد بجلی برق تپاں کچھ اور کہتی ہے

ادھر یہ آشیاں بندی کا میری عزم مستحکم
اُدھر کمزور شاخ آشیاں کچھ اور کہتی ہے

یقین زیست مجھ کو چارہ گر پیہم دلاتے ہیں
نفس کی آنچ بھی اُنچی داستاں کچھ اور کہتی ہے

ابھی منزل کا پانا سخت مشکل کارواں والو
ابھی رفتار میر کارواں کچھ اور کہتی ہے

یہ میرے ذوق کی تکبیر ہے پہچانتا ہوں میں!
نمازی کچھ سمجھتا ہے اذاں کچھ اور کہتی ہے

میرے پیچھے بہاریں ہیں نہ گھبرانا چمن والو
یہی کہتی ہے یا فصلِ خزاں کچھ اور کہتی ہے
بنے گا آپ کا گلشن تو جنت بالیقیں لیکن
یہ صیادوں کی کثرت باغباں کچھ اور کہتی ہے

٭

بمشاعرہ نمائش مین پوری ۱۹۵۲ء

دل اپنی دھن میں ناداں اور ناداں ہوتا جاتا ہے
محبت کرتا جاتا ہے پشیماں ہوتا جاتا ہے
گلابی ابر اشک چشم گریاں ہوتا جاتا ہے
جگر کا زخم آنکھوں سے نمایاں ہوتا جاتا ہے
ہر اک داغِ جگر ایمن بداماں ہوتا جاتا ہے
محبت میں اندھیروں میں چراغاں ہوتا جاتا ہے
شکستیں پر شکستیں ہوتی جاتی ہیں سفینہ کو
مگر پھر بھی گریباں گیر طوفاں ہوتا جاتا ہے
نظر نیچی کیئے وہ سوچتا تھا جور تازہ کی
مجھے شک تھا جفاؤں پر پشیماں ہوتا جاتا ہے
گھٹاتے رہتے ہیں انفاسِ پیہم زحمتِ ہستی
یہ دردِ زندگی خود اپنا درماں ہوتا جاتا ہے
احاطہ کر رہی ہیں میرا دیواریں بگولوں کی!
جنوں میں غیب سے تعمیر زنداں ہوتا جاتا ہے

مجھے تم نوکِ مژگاں پر تڑپتا چھوڑ آئے تھے ؛
وہ قطرہ اب ترقی کر کے طوفاں ہوتا جاتا ہے
یہ احساسِ اسیری آبرؔ کس منزل میں لے آیا
کہ اپنا گھر بھی مجھ کو اب تو زنداں ہوتا جاتا ہے

مشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۷ ۹/۵۲

کبھی کرم یہ محبت کے ہم بھلا نہ سکے ؛ کہ خود بھی رہ گئے لٹ کر انہیں بھی پا نہ سکے
اگر مذاقِ تعشق دل میں دخل پا نہ سکے ؛ بشر خود اپنے ہی جلووں کی تاب لا نہ سکے
بڑی خوشی تھی وہ آئیں مگر وہ جب آئے ؛ کہاں کا حال سنانا نظر ملا نہ سکے
وہ طلب کی زمانے سے تھی جدا ترکیب ؛ جو تم کو ڈھونڈنے نکلے وہ خود کو پا نہ سکے
کلیم خام نظر تھے مجھے نہیں تسلیم ؛ یہ اتفاق کہ تابِ جمال لا نہ سکے
پھر اس کو صورِ قیامت بھی کیا اٹھائیگا ؛ تری نگاہ گرا کر جسے اٹھا نہ سکے
جھکا رہا ہوں سر اس حوصلے سے پیشِ جمال ؛ کہ انقلابِ زمانہ بھی پھر اٹھا نہ سکے
اگل رہا ہے ہر اک پھول مستقل شعلے ؛ غلط کہ دامنِ گلشن پہ آنچ آ نہ سکے
تمیزِ رہزن و رہبر نہ ہو سکے جن کو ؛ وہ قافلے کبھی منزل ہی اپنی پا نہ سکے
چمن میں غنچہ و تصویر تو نہیں تھے ہم ؛ جو گدگدایا بہاروں نے مسکرا نہ سکے
عجیب اپنی اسیری عجیب آزادی ؛ قفس سے چھوٹ گئے لیکن قفس سے جا نہ سکے

جگر کے زخم ہنسے گل ہنسے ہنسیں کلیاں
ہمیں اک آبرؔ بہاروں میں مسکرا نہ سکے

مشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۲۶ ۱۰/۵۲

آبرؔ جو داغ ہے دل نشیں ہے ؛ ان ستاروں میں گردش نہیں ہے

پاؤں پہ اُن کے میری جبیں ہے ÷ خواب ہے اور کتنا حسیں ہے
دل نہ توڑو میرا دل نہ توڑو ! ÷ یہ متاعِ وفا کا امیں ہے
پھر زمانے کو آواز کیا دوں ÷ میں جہاں ہوں زمانہ وہیں ہے
بات مرکر کھُلے گی یہ منعم ! ÷ تو زمیں کا کہ تیری زمیں ہے
باتوں باتوں ہی میں بڑھ گئی بات ÷ بات پوچھو تو کچھ بھی نہیں ہے
ہے مجرم تیرے وعدوں کا باقی ÷ یہ بھی میرا ہی حسنِ یقیں ہے
اپنے جلووں میں گم ہو رہا ہوں ÷ اُن کو دیکھوں یہ فرصت نہیں ہے
تیز گامی سے دُنیا میں ڈسنکے ÷ قافلہ جس جگہ تھا وہیں ہے
سر نہ بابِ وفا سے اُٹھے گا ÷ اپنا کعبہ ہے اپنی جبیں ہے
آج انساں کے قبضہ میں سب کچھ ÷ صرف انسانیت ہی نہیں ہے

جبر مجبور ہو کر رہے گا
صبر پر ابرؔ اپنے یقیں ہے

مشاعرہ بسواں ۱۸ ۶/۵۲

سبب مری نامرادیوں کا عیاں ہے سب پرنہاں نہیں ہے
خرد پہ جتنا یقیں ہے مجھ کو خدا پر اتنا گماں نہیں ہے
نہیں ہے ذرآت سے نمایاں کہ برگ گل سے عیاں نہیں ہے
اگر ہو دستِ طلب میں طاقت تمہارا دامن کہاں نہیں ہے
نہ آہ و نالہ نہ حرفِ شکوہ نگاہ بیکار ہوش رخصت
یہ وقت آخر ہے آبھی جاؤ کوئی بھی اب درمیاں نہیں ہے
نشانِ صیاد و برق و صرصر مٹانا ہی اب پڑے گا مجھ کو
سوال بھی آپڑا چمن کا فقط غمِ آشیاں نہیں ہے

سیاستِ وقت کا یہ جادو عجب تماشے دکھا رہا ہے
ہر ایک محفل میں ہم زباں ہے مگر کوئی ہم زباں نہیں ہے

ستم سے محفوظ رہ سکو تم نہیں یہ دشوار بات لیکن
یہ کام عزم و عمل سے ہوگا علاج اس کا فغاں نہیں ہے

بمشاعرہ برق گولڈن جوبلی دہلی ۲۷ $\frac{12}{52}$ ء

بجلیاں ہیں ضو افگن اس کے ہی بہانے سے
روشنی ہے گلشن میں میرے آشیانے سے

آج تک نہیں بیٹھے ہم کہیں ٹھکانے سے
کس گھڑی سے اٹھے تھے تیرے آستانے سے

وہ جمود ہے میرے تھک کے بیٹھ جانے سے
چھین لی گئیں جیسے گردشیں زمانے سے

وعدۂ وفا لب پر نیت دغا دل میں
آہ تم نے لوٹا ہے مجھ کو کس بہانے سے

غیر بجلیاں کب ہیں جب ہے گلستاں اپنا
ہم نہ باز آئیں گے آشیاں بنانے سے

سازِ عشق نے چھیڑا نغمہ زا ہوئی ہر شے
راگ سینکڑوں نکلے ایک اس ترانے سے

کچھ گلہ نہیں ہے یہ بات ہے زمانے کی
چھن گیا سکوں میرا آپ کے زمانے سے

آندھیوں سے کھیلوں گا برق سے قدم لوں گا !

پہلے سوچ رکھا ہے آشیاں بنانے سے

اہلِ جان کر شاید بخش دی گئیں مجھ کو

گردشیں زمانے کی چھین کر زمانے سے

پیار آ بھی جاتا ہے لغزشوں پہ رحمت کو

دل بھی جاتی ہے منزل پاؤں ڈگمگانے سے

آپ ناصحِ مشفق یہ رموز کیا جانیں

زندگی سنورتی ہے دل پہ چوٹ کھانے سے

کیوں مری پکار اُس کے کان تک نہیں جاتی

میں نکل گیا آگے غالباً زمانے سے

لاکھ برق دھمکائے لاکھ خلد لالچ دے

اب ہم نہ جائیں گے اپنے آشیانے سے

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ۲۹ ۱۲/۵۲

رحمتِ خاص کی پناہ میں ہے ÷ خلد پنہاں مرے گناہ میں ہے

ذوقِ دیدار کا ہر نگاہ میں ہے ÷ ایک ہی خار سب کی راہ میں ہے

قطرہ شبنم کا جو بھی راہ میں ہے ÷ گرمیِ مہر کی نگاہ میں ہے

تم تعلق شکن ہو گیا سمجھو ÷ موت کا سامنا نباہ میں ہے

مستقل جبر کو سہتا ہوں ÷ مصلحت لطف گاہ گاہ میں ہے

داغِ دل عکسِ رخ سے ہے تاباں ÷ مہر کی روشنی ہی ماہ میں ہے

حسنِ دہر اس میں بس چکا ہوتا ÷ وہ تو پہلے ہی سے نگاہ میں ہے

دل مٹے حادثوں سے نا ممکن ÷ دل ترے عشق کی پناہ میں ہے
غمِ جاناں ہے پھر غمِ جاناں ÷ غمِ دوراں تو میری آہ میں ہے
پیچھے ہٹتی ہی جاتی ہے منزل ÷ کون یہ پا شکستہ راہ میں ہے
کاش پہلے وہ ہو سکے محسوس ÷ جو خلش لذتِ گناہ میں ہے
نخوتِ اقتدار مجھ کو نہ چھیڑ ÷ ہر تماشا مری نگاہ میں ہے
لٹ رہا ہوں پہنچ کے منزل پر ÷ آہ وہ قافلہ جو راہ میں ہے
میں ملاتا نہیں کسی سے نگاہ ÷ بات یہ ہے کہ تو نگاہ میں ہے

کچھ نہیں اُن کی آرزو کے سوا
اب سب کچھ دلِ تباہ میں ہے

مشاعرہ امیر کالج شکوہ آباد ۳ ۱/۵۴

خستہ و مضطر و بسمل نظر آتا ہے مجھے ÷ اب تو دل آپ کے قابل نظر آتا ہے مجھے
جب کبھی آئینۂ دل نظر آتا ہے مجھے ÷ تو نگاہوں کے مقابل نظر آتا ہے مجھے
اس بلندی پہ غمِ دل نظر آتا ہے مجھے ÷ غمِ دنیا غمِ باطل نظر آتا ہے مجھے
ناخدا اب نہیں شکوہ جو ڈبو دے کشتی ÷ دو بدو دور سے ساحل نظر آتا ہے مجھے
وہی ہنگامۂ امکاں وہی جلوے تری تو ÷ اب تو دل ہی تری محفل نظر آتا ہے مجھے
یہ تو طوفان کی موجیں ہیں بشکلِ دیوار ÷ میں نے سمجھا تھا کہ ساحل نظر آتا ہے مجھے
حسن کی راہ میں کا جو سہارا نہ ملا ÷ عشق آوارۂ منزل نظر آتا ہے مجھے
ناؤ ساحل سے نہ ٹکرائے تو اک بات بھی ہے ÷ کیا خوشی اس کی کہ ساحل نظر آتا ہے مجھے!
سوچتا ہوں مری مانند نہ یہ بھی لٹ جائے ÷ جو مسافر سرِ منزل نظر آتا ہے مجھے
آدمیت کی ترقی کے یہ اندازِ لطیف ÷ ہر بشر خیر سے قاتل نظر آتا ہے مجھے

بدلِ عشق و وفا ہو یہ تجارت ہے کہ عشق ÷ عشق خود عشق کا حاصل نظر آتا ہے مجھے
خیرہ کر دی ہو نہ منزل کی تجلی نے نگاہ ÷ اک اندھیرا سرِ منزل نظر آتا ہے مجھے

اب یہ مرعوب کریں کیوں مجھے اہلِ رفعت
آسماں کاسۂ سائل نظر آتا ہے مجھے

بمشاعرہ بزمِ احسن رامپور ٢٠/١/٥٣

ملکِ حشر تک جس کا چرچا کریں گے ÷ انہیں ہم اک ایسا ہی سجدا کریں گے
ہم اپنی خودی کا تماشا کریں گے ÷ مقابل وہ آئے تو پردا کریں گے
مٹائیں گے پھر مجھ کو زندا کریں گے ÷ فسانے سے پیدا فسانا کریں گے
اگر بے نقاب آ گئے سامنے وہ ÷ تو پوچھو یہ دیوانے پھر کیا کریں گے
عمل کی دلیلوں میں بڑی روشنی ہے ÷ یہی ظلمتوں میں اجالا کریں گے

قطعہ

پرائے گلستاں کے گل بھی ہیں کانٹے ÷ اگر مل بھی جائیں تو ہم کیا کریں گے
جو اپنے چمن کی مزاج آشنا ہوں ÷ انہیں بجلیوں پر گزارا کریں گے
تم اس شرط پر رُخ سے پردا اٹھا دو ÷ نظر کام دے تو نظارا کریں گے
کلیسا کی دُھن میں اذانوں کی لے میں ÷ تمہیں حشر تک ہم پکارا کریں گے
جو ہنسنے پہ میرے ہنسے جا رہے ہیں ÷ یہ وہ ہیں جو غم کا مداوا کریں گے
مری بیکسی کی ہنسی اڑ رہی ہے ÷ سکوں اور کیا اہلِ دنیا کریں گے
غمِ عشق کا زور دیکھے ہوئے ہو ÷ ہر اک حادثے سامنا کیا کریں گے
تمہاری تمنا کا اک رُخ ہے یہ بھی ÷ کہ اب خود ہم اپنی تمنا کریں گے
تلاش ابرؔ کوشش سے کر راہِ منزل ÷ یہ بھٹکے ہوئے رہنما کیا کریں گے

مشاعرہ سہارنپور ۲۴ ۱/۵۳

عشق اگر اپنی تجلی کو نمایاں کر دے ÷ دل ہی کیا عالمِ امکاں کو درخشاں کر دے
دل پہ جو چاہے کرم جلوۂ جاناں کر دے ÷ کبھی آئینہ بنا دے کبھی حیراں کر دے
مر کے تسکین کا پیدا اثر ساماں کر دے ÷ ڈوب کر پھر ڈوبتے ساحل کو نمایاں کر دے
اب اسے ذوقِ اسیری کوئی سمجھے کہ جنوں ÷ بند کر لوں جو کوئی وا درِ زنداں کر دے
اہلِ تقویٰ کی ہے کوشش کہ فرشتے بن جائیں ÷ مجھ پہ یا رب یہ کرم کر مجھے انساں کر دے
دم عداوت کے اندھیروں سے گھٹا جاتا ہے ÷ تو محبت کے چراغاں کو فروزاں کر دے
کیا گل و دشت کی تخصیص جو الفت چاہے ÷ چار دیوارِ غمِ عمر ہی کو زنداں کر دے
رازِ دیدارِ جمال آ ہی چکا ہے لب پر ÷ اب ضرورت ہے یہی ہے کہ مجھے حیراں کر دے
یہ امانت ہے، امانت کی نمائش کیسی ؟ ÷ دل ہے کم ظرف اگر داغ نمایاں کر دے
نام لے کر جو کہوں گا تو شکایت ہوگی ÷ جس نے آزار دیا ہے وہی درماں کر دے

دولتِ درد پہ ہے اب بڑا ناز مجھے
اور اگر اس کا خفا ہو کے وہ درماں کر دے

مشاعرہ مہاویر جینتی دہلی ۲۸ ۳/۵۳

غم کو بھی حدِ خوشی میں کھینچ لانا چاہیے ÷ زخمِ دل جب خون روئیں مسکرانا چاہیے
اہلِ دنیا کے ستم کا قصر ڈھانا چاہیے ÷ یہ زمیں ہے آسماں سے کیوں ملانا چاہیے
عاصیو اشکِ ندامت ہی بہانا چاہیے ÷ ہے مثل مشہور رحمت کو بہانا چاہیے
اپنی جانبازی کا پیہم امتحاں دینے کے بعد ÷ وہ کہاں تک ہیں انہیں بھی آزمانا چاہیے
مجھ کو دیوانہ کسی کا مان کر ہنستے ہیں لوگ ÷ احتیاطاً آپ کو بھی مسکرانا چاہیے

وحشیانہ خو ہے ہے شیخ و برہمن کی آج تک ÷ آدمی بننے کو انساں کے زمانا چاہیئے
زندگی پر موت کا کب تک رہے گا اقتدار ÷ موت کو اب زندگی سے مات کھانا چاہیئے
بھاگ کر بیٹھا ہوں بن دیر و حرم الفت میں ÷ سوچتا ہوں کس پہ اب ایمان لانا چاہیئے
بندگی میں شانِ خودداری مجھے درکار ہے ÷ میں جھکاؤں سر تمہیں آ کر اٹھانا چاہیئے
امنِ عالم چاہتا ہوں یہ نہ ہو تو کم سے کم ÷ ایشیا کو جنگ کی زد سے بچانا چاہیئے
بھیڑیئے بن کر آدمی کب تک رہے گا دہر میں ÷ بھیڑیوں کا نام دنیا سے مٹانا چاہیئے
یہ تبسم گریۂ شبنم یہ غنچے غور کر ÷ تجھ کو رونا چاہیئے یا مسکرانا چاہیئے
آپ کے رخ پر نظر ٹھہرے نظر کی کیا مجال ÷ آپ کو تو سامنے بے پردہ آنا چاہیئے
اہلِ دل توڑا نہیں کرتے ہیں دشمن کا بھی دل ÷ ہو جدھر رخ بلبلوں کا آشیانا چاہیئے

ابر ساحل پر مسرت سے ابھرنا ہو جسے
اُس کو پہلے بحرِ غم میں ڈوب جانا چاہیئے

بمشاعرہ بزم احسن رامپور ۲۸ ۴/۵۳

اُن کا غم دے دیا ہے خدا نے ÷ ہیں مری ٹھوکروں میں زمانے
سازِ الفت غم آ گئیں ترانے ÷ جیسے عنوان ویسے فسانے
فصلِ گل آ گئی گل کھلانے ÷ طور بننے لگے آشیانے
آہ سے پیشتر گھٹ گیا دم ÷ ضبط کی لاج رکھ لی خدا نے
کس سے پوچھیں پتہ اُن کے در کا ÷ جتنے سر اتنے ہی آستانے
مٹ گیا میں بنامِ محبت ÷ ورنہ مرنے کو کتنے سو بہانے
برق کی آتشِ گل سے سازش ÷ اب جلے اب جلے آشیانے
موت کا ظلم دنیا میں رسوا ÷ زندگی کے ستم کون جانے

برق بہرے پہ صرصر نگہباں ÷ کتنے محفوظ ہیں آشیانے

اثر اشعار تیری غزل کے
ان کو نالے کہوں یا ترانے

بمشاعرہ گنور ۲۰ — ۶/۵۴

سوزِ الفت نے ہر اک دل میں جگہ پائی ہے ÷ آگ یہ آپ ہی بھڑکی ہے کہ بھڑکائی ہے
وادیٔ مرگ میں گم آپ کا سودائی ہے ÷ اب نہ رسوا ہے نہ اندیشۂ رسوائی ہے
حیرتِ عشق کہاں اب مجھے لے آئی ہے ÷ ہوں بھری بزم میں پھر عالمِ تنہائی ہے
کامرانی وہیں قدموں میں سمٹ آئی ہے ÷ زندگی بڑھ کے جہاں موت سے ٹکرائی ہے
زحمتِ آہ لبِ عشق نے فرمائی ہے ÷ غالباً دل کی کوئی چوٹ ابھر آئی ہے
اپنے سیلابِ ستم کی تو کوئی روک نہ تھام ÷ اور پیہم مجھے تلقینِ شکیبائی ہے
اس میں کیا ہے ترا حسن پہ ہے ناز تجھے ÷ یہ تو میری نگہِ شوق کی رعنائی ہے
اب بھی عالم میں اندھیرا ہو تو حیرت ہے مجھے ÷ ظلمتِ دہر مرے گھر میں سمٹ آئی ہے
آپ تو حال مرا دیکھ کے رو دیتے ہیں ÷ آپ سے اب مجھے اندیشۂ رسوائی ہے
مجھ میں تو عیب نہیں ہے تو یہ عالم کیسا ÷ دل جہاں دھڑکا ہے آواز مری آئی ہے
خوب ہے کلبۂ دہر کا استغنا بھی ÷ گھر مرا چھوڑ کے عالم میں بہار آئی ہے
عہدِ حاضر کی تباہی سے پریشاں کیوں ہو ÷ ارے نادان یہ اک وقت کی انگڑائی ہے

برق کو اثر عداوت نہیں ہرگز مجھ سے
بہر تفریح نشیمن میں اتر آئی ہے

بمشاعرہ گنور ۱ — ۹/۵۴

یہ واقعہ ہے وہ آمادہ تھے عطا کے لئے ÷ کھلی زباں نہ مری عرضِ مدعا کے لئے

چمن کا شیفتہ ہاں باغباں بہاروں میں ÷ ہے آئینہ ترے آئین خوشنما کے لئے
کرم کے بھیس میں پائے ہیں لاکھ ستم ÷ کرم کا نام بدل دیجئے خدا کے لئے
سمجھ رہے ہیں حقیقت ہم اپنے ایماں کی ÷ تجمل کے واسطے دل میں زباں خدا کے لئے
تو اُترا مجھے حکم سجود ملتا رہا ÷ جبیں ترستی رہی اُن کے نقش پا کے لئے
فریب کھاؤں گا یہ بھی پئے تسلی دل ÷ ضرور ہاتھ اُٹھاؤں گا میں دعا کے لئے
ہر ایک آہ پہ داغوں کی لو بھڑکتی ہے ÷ چراغ دل نے جلائے ہیں یہ ہوا کے لئے
کچھ اس طرح ہوئی تخلیق ازل میں عصمت کی ÷ ہر ایک روح مچلنے لگی خطا کے لئے

بہار آتے ہی توبہ کو میں نے توڑ دیا
یہ ابر تحفہ تھا مخصوص کچھ گھٹا کے لئے

بمشاعرہ بزم احسن گنور ۱۸ ۱۲/۵۴

وہ رند ہوں میرا ساقی جو نام آ جائے ÷ جہاں بھی ہو وہیں گردش میں جام آ جائے
تسلی غم دوراں سے دل ہے چکر میں ÷ نگاہ ناز کا گردش میں جام آ جائے
زمانہ لکھے گا تاریخ ظالم و مظلوم ÷ کہیں نہ میرا تمہارا بھی نام آ جائے
نئی سحر سے اندھیروں میں گھٹ رہے ہیں ہم ÷ کوئی قدیم زمانے کی شام آ جائے
مزاج بادہ و میخانہ تو جو پہچانے ÷ تڑپ کے خود ترے ہاتھوں میں جام آ جائے
جنوں سمجھ کہ اسے انتہائے شوق سمجھ ÷ کوئی ہو ذکر ترا لب پہ نام آ جائے
وہ حیات میں پستی بھی ہے بلندی بھی ÷ کسے ہے علم کہاں کیا مقام آ جائے
شکست توبہ یقیناً گناہ ہے واعظ ÷ مگر جب اُن کے ہی ہاتھوں سے جام آ جائے

خلش ہے برق کو مجھ سے چمن سے آ کہ نہیں
وہیں گرے گی جہاں میرا نام آ جائے

بمشاعرہ بزمِ منیر شکوہ آباد ۱۲ ۱۴/۵۲

اسی سے رخ بدل لیتا ہے جس کو سازگار آئے
مزاجِ گردشِ دوراں پہ کس کو اعتبار آئے

کبھی محشر میں جا پہنچے کبھی زیرِ مزار آئے
جہاں تم نے بلایا ہم وہیں بے اختیار آئے

زمانے میں تو یوں بھی گردشِ لیل و نہار آئے
کہ غنچے ناشگفتہ ہی رہیں لیکن بہار آئے

بہار آئی مراد اپنی یہی تو تھی بہار آئے
اب اس سے بحث کیا جیتے میں پھول آئے کہ خار آئے

بہت سے تھے ان میں روحِ کعبہ بھی جانِ کلیسا بھی
جو سجدے نقشِ پائے ماسوا پہ ہم گزار آئے

مری صبحِ الم بدلی نہ شامِ غم فزا بدلی
مجھے پھر گردشِ دوراں پہ کیونکر اعتبار آئے

چمن کی بندشیں خوش فہمیوں پر اُن کی ہنستی ہیں
رہا ہو کر جو یہ سمجھے قفس کے دن گزار آئے

ہوئی بیکار ثابت یہ ادائے پردہ داری بھی
خود اپنا نام لے لے کر بھی ہم اُن کو پکار آئے

وہ بزمِ بے خودی ہو اپنی یا آغوشِ تربت ہو
وہاں جانے کا ارماں ہے جہاں دل کو قرار آئے

بمشاعرہ علی گڑھ، ۱۱ ۱۲/۵۳

اندھیروں میں یُوں کب سے رات ڈھلنے کی ضرورت ہے
افق پہ عزم سے کے صبح . نکلنے کی ضرورت ہے

تغافل پر وہ اپنے کچھ خجل سے ہیں سرِ بالیں
یہیں اے زندگی! پہلو بدلنے کی ضرورت ہے

قدم جمتے نہیں اُن کے مقابل اُن کی محفل میں
سنبھلنے کا نہیں امکاں سنبھلنے کی ضرورت ہے

یہ فرقِ بیش و کم قانونِ میخانہ نہ بن جائے
یہیں بادہ گسارو! جام اچھلنے کی ضرورت ہے

یہاں ہلکا ہوا ہے مستقل ہر رند کم مایہ!
نظامِ میکدہ ساقی! بدلنے کی ضرورت ہے

رہِ اُلفت بہت سنگیں ہے تنہا طے نہیں ہوگی
مرے شانہ بشانہ تم کو چلنے کی ضرورت ہے

زمانہ تجھ کو بدلے جا رہا ہے اور چپ ہے تو
ارے ناداں زمانے کو بدلنے کی ضرورت ہے

وہاں ہنستے ہوئے گذرے چلے جاتے ہیں دیوانے
جہاں اسبابِ دانش کو بدلنے کی ضرورت ہے

بمشاعرہ گنور ۱۶ ۱/۵۴

بزُودِ حُسن نے تو سونپ دی اِن کو پریشانی
محبت خود کرے اہلِ محبت کی نگہبانی

نگاہیں پھر گئیں یا ہے نفاست کی فراوانی
جو اپنے ہیں اُنہیں نے میری صورت تک نہ پہچانی
تماشا رہ گئی ہے بن کے میری چاک دامانی
یہ دُنیا ساتھ میرے کیوں بنی جاتی ہے دیوانی
تمہاری سرشت کے راز سمجھے بھی تو کیا سمجھے
حدودِ علت و معلول تک ہے عقلِ انسانی
یہیں اب نا خدا دل چاہتا ہے ڈوب جانے کو
جدھر دیکھو اُدھر ہے دوست کے جلووں کی طغیانی
غنا و سروری کی رشوتیں مجھ کو نہ دے دینا
گدائے عشق ہوں ہے ٹھوکروں میں تاجِ سلطانی
وہ آئے حال دیکھا رو دیئے میری تباہی پر
پھر اس کے بعد میرے سر سے اونچا ہو گیا پانی
اندھیرے غم کے جتنے چھائے اتنے داغِ دل چمکے
کہاں جاتی محبت کے نصیبوں کی درخشانی
کشش بھی کوئی شے ہے۔ راہبر فکرِ تجسس کیا
جب آئے گا در اُن کا آپ جھک جائے گی پیشانی
جہاں جینا تھا نا ممکن وہاں جینا پڑا مجھ کو
دکھانی تھی تری بیداد کو اپنی گراں جانی
ترا غم لے کے ہر غم سے کنارا کر لیا میں نے!
یہ دانائی تھی میری کوئی سمجھے اس کو نادانی

وہ پہنچے سیر کو جب پڑ گئی آبرؔ اوس گلشن پر
ندامت سے لہو پھر ان کا ہو کر رہ گیا پانی

مشاعرہ یوم برق دہلی ۱۴ ۳/۵۴

رسن و دار ابھی انعام وفا ہے تو سہی ÷ شکل کوئی ہو محبت کا صلا ہے تو سہی
راہ ہستی میں ابھی رسم دعا ہے تو سہی ÷ کاروان رہزن کے لئے راہنما ہے تو سہی
توڑنا ظلم سہی تم کو روا ہے لیکن ÷ توڑنے کے لئے پیمان وفا ہے تو سہی
گر اس کو میں تنہا ہوں کہیں آنا جانا ÷ غم ہستی غم جاناں کے سوا ہے تو سہی
کوئی شے ہے تو ملے گی یہی یقیناً ایک دن ÷ وہ تنہا ہوں کہ سے ہم پوشیدہ تو کیا ہے تو سہی
وہ نشیمن ہو کہ ہو پہل گل چیں کا غبار ÷ کم سے کم مکدر سی گلستاں کی فضا ہے تو سہی
اب خفا کیوں ہو میں ہوں تمہارے قدموں میں یعنی ÷ شمع سے روشنی شمع جدا ہے تو سہی
بس گئے مجھ سے وہ کار بھی کیا ہے دوست ÷ خود محبت ہی محبت کا صلا ہے تو سہی
میرے نزدیک تو انسان کی معراج ہے یہ ÷ اور اگر کوئی کہے عشق خطا ہے تو سہی
میں کہاں کا فرِ نعمت ہوں جو گلشن چھوڑوں ÷ "چند پھولوں پہ ابھی بوئے وفا ہے تو سہی"
شعلۂ عشق سر بزم بنا بیٹھا ہوں ÷ میرے دم سے تری محفل میں ضیا ہے تو سہی
ڈھونڈ ہی لوں گا تجھے اپنا سہارا لیکر ÷ میری ہستی جو الفقش کف پا ہے تو سہی

میری ان بھی ٹوٹی سانسوں پہ پشیماں ہیں وہ
آبرؔ اکھڑی ہوئی نکہت کی ہوا ہے تو سہی

مشاعرہ چندوسی ۲۵ ۱۲/۵۴

کرم تھے عام جبینوں پہ آستانے کے ÷ ہمیں کو آئے نہ آداب سر جھکانے کے

تمام شعلے سمٹ آئے ہیں زمانے کے ÷ چمک اُٹھے ہیں نصیب آج آشیانے کے
نہیں مریض سے ملتے نظر چُرانے کے ÷ ورق اُلٹنے ہی والے ہیں اب فسانے کے
سفرِ حیات کا طے ہو رہا ہے گھر بیٹھے ÷ یہ راہرو کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
ستم گر اس پہ کسی روز غور فرما لیں ÷ اگر بدل گئے حالات بھی زمانے کے؟
مری نگاہ میں گلزار کی حفاظت ہے ÷ تری نگاہ میں تنکے ہیں آشیانے کے
ہر ایک پھول پہ دھوکا ہے زخمِ دل کا مجھے ÷ وہی ہنسی وہی انداز مسکرانے کے

اُسی کا بحر یہ قبضہ اُسی کا ساحل آبرؔ
جسے بھی آتے ہوں انداز ڈوب جانے کے

۳۱ ۱/۵۵

مرے چمن میں وہ پہلی سی بات ہی نہ رہی ÷ یہ کیا کہ گل ہیں گلوں میں شگفتگی نہ رہی
نقاب رُخ سے جو اُلٹی کسی نے محفل میں ÷ چراغ کیسے ستاروں میں روشنی نہ رہی
تری نظر جو اُٹھی سر جہاں کے جھک ہی گئے ÷ بڑے بڑوں کی یہاں آ کے سرکشی نہ رہی
ہمارے بعد اندھیرا تھا بزمِ عالم میں ÷ وفا کے نام کی دنیا میں روشنی نہ رہی
قدم جو بیچ میں آئے تری محبت کے ÷ دل و دماغ میں دو دن بھی دوستی نہ رہی
شبِ الم کے اندھیروں کو کاٹ بیٹھے ہیں ÷ کبھی یہ رہ نہ سکیں گے جو روشنی نہ رہی
تمہاری راہ میں ہم مٹ کے کیوں نہ ہوں مشہور ÷ وفا کا نام رہا زندگی رہی نہ رہی
کسی کے آتے ہی مُرجھا گئے جگر کے داغ ÷ طلوعِ مہر سے تاروں میں روشنی نہ رہی

مثل ہے دولہا کے دم سے برات ہوتی ہے
جو آبرؔ دل نہ رہا کوئی دل لگی نہ رہی

بمشاعرہ پاسباں چنڈی گڑھ

غمِ دل کو سوز بخش کے دامن کشاں چلے ÷ گھر میں خدا کے آگ لگا کر کہاں چلے

پھر کارواں بہ رہبر و رہزن کہاں چلے ÷ اپنی ہی رہبری میں اگر کارواں چلے

کج رو یہ راستی کا بھلا بس کہاں چلے ÷ اس راہ پر چلا ہے نہ یہ آسماں چلے

یوں خوش ہیں پا کے بزمِ ازل میں دلِ تباہ ÷ ہم لے کے جیسے دولتِ کون و مکاں چلے

لایا ہے جبرِ عشق وہاں کھینچ کر جہاں ÷ دیں التجائیں کام نہ زورِ فغاں چلے

دیکھا تمام نخوت و نفرت سے بھر گئی ÷ اللہ اب نظامِ محبت کہاں چلے

آنکھوں میں ہیں عوام کی آنسو بھرے ہوئے ÷ ایسے میں دورِ جام نہ پیرِ مغاں چلے

دامن نصیب ان کا ہے ایسے کہاں نصیب ÷ کس کی تلاش میں مرے اشکِ رواں چلے

کچھ بجلیوں نے گر کے نشیمن جلا دیئے ÷ کچھ بجلیوں کی سمت بھی خود آشیاں چلے

اے دوست ہمنواؤں کی تعریف پہ نہ جا ÷ پوچھ ان سے بزم سے جو تری بدگماں چلے

گمراہیٔ خرد کی مثالیں نظر میں تھیں ÷ دل ہی کے مشورے پہ چلے ہم جہاں چلے

اٹھیں صفیں دلوں کی جو اٹھی نگاہِ دوست ÷ کیا بات ایسے تیر کی جو بے کماں چلے

میں ہو چکا ہوں عظمتِ سجدہ سے آشنا ÷ اب مصلحت ہے سر کی طرف آستاں چلے

بلوا کے ہم کو بزم میں اس نے اٹھا دیا ÷ برسوں ہمارے ضبط کے یوں امتحاں چلے

ناصح بجا ہے دل کی حفاظت کا مشورہ ÷ تیرِ نگاہ دل پہ اگر ناگہاں چلے

برقرار کا سحرِ بیاں آپ کیوں نہ ہو

جس مملکت میں سکۂ اردو زباں چلے

۲ = ۳/۵۵

ترا ہستی کی بات ہوئی ÷ پھولوں کی برسات ہوئی

اشکوں کی برسات ہوئی ÷ اُن سے بس یوں بات ہوئی
اُن سے کرم کی بات ہوئی ÷ عشق کو پہلی مات ہوئی
زلفوں سے اُس رُخ کی جوت ÷ دن نکلا یا رات ہوئی
اُس نے جفا کی میں نے فغاں ÷ بات سے پیدا بات ہوئی
جتنے دیئے اُٹھے اُٹھ کے جلائے ÷ اور بجھا تک رات ہوئی
میرے شکوے تم خاموش ÷ آخر یہ کیا بات ہوئی؟
میری تمنا ہی پر وہ خجل ÷ اور مجھے اِک مات ہوئی
رفتہ رفتہ ساعتِ ہجر ÷ رات بنی ظلمات ہوئی
اُن سے بات نہ کی برسوں ÷ اس رُخ سے بھی بات ہوئی
اُن کا دامن میرے اشک ÷ موقعے سے برسات ہوئی

رنگ جوانی اُترا ابر
ختم اندھیری رات ہوئی

۲۶ $\frac{۳}{۵۵}$

آنکھ اُن کی مرے غم میں تر ہوگئی ÷ زندگی اور بھی دردِ سر ہوگئی
جب پشیماں کسی کی نظر ہوگئی ÷ نمک افریں گئی نیشتر ہوگئی
زندگی ظلمتوں میں بسر ہوگئی ÷ میں ہوں وہ رات جس کی سحر ہوگئی
غم کی دنیا دلی معتبر ہوگئی ÷ ضبط ہی ضبط میں آنکھ تر ہوگئی
ذکر الفت زباں تک بھی آیا نہیں ÷ اور سارے جہاں کو خبر ہوگئی
اُن کو نیند آ گئی ہچکی سے موت کی ÷ داستان الم مختصر ہوگئی
لوگ سامان عشرت میں الجھے رہے ÷ میری غم کے سہارے بسر ہوگئی

آنکھ بیمار اُن کی مرا دل اُداس ÷ کیا خبر کس کو کس کی نظر ہو گئی
اے خوشی خیر میں تجھ کو اپنا تو لوں ÷ اور اگر ان سے غم کو خبر ہو گئی؟
آپ بیٹھے ہوئے مسکراتے رہے ÷ اور دنیا اِدھر کی اُدھر ہو گئی
ٹھوکریں اتنی کھائیں کہ ہوش آ گیا ÷ گمرہی بڑھ کے خود راہبر ہو گئی
آ گئی اُن کی نظروں میں جب برہمی
کائنات آپ زیر و زبر ہو گئی

بمشاعرہ یوم برق دہلی ۲۷ ۵۵

محبت ہے تو ربطِ جسم و جاں باقی نہ رہ جائے
یہ پردہ میرے اُن کے درمیاں باقی نہ رہ جائے
دلِ سوزاں میں احساسِ فغاں باقی نہ رہ جائے
اس انگارے میں پوشیدہ دھواں باقی نہ رہ جائے
محبت لے کے اُڑ جائے بشر کو عرشِ اعظم تک
اگر اندیشۂ سود و زیاں باقی نہ رہ جائے
گلِ اِن دو کلیوں کے ہر کسی کو ہار پہنا دو
چمن میں کوئی شاخِ آشیاں باقی نہ رہ جائے
مٹا کے مجھ کو پھر زندہ کیا ہے بہرِ رسوائی
کہ وہ کوئی امتحاں باقی نہ رہ جائے
[illegible] مطلب ہے شاید کی سوچ ستمگار
[illegible] کہانی داستاں باقی نہ رہ جائے

بڑھاتا ہے زمیں کو آسماں سے۔ اور یہ جب ہو
زمیں والوں میں خوئے آسماں باقی نہ رہ جائے
دکھاؤ اب جمالِ رُخ جلالِ طور کے قرباں
کسی رُخ سے نظر کا امتحاں باقی نہ ہو جائے
نمایاں تھی ترے کوچہ کی سب پہ کفر سامانی
جو اِس پہ میرے سجدوں کا نشاں باقی نہ رہ جائے۔
یہ شرکِ حکمتِ آگیں ہے ہوا۔ اُس در سے جو یا سکو
بغیر سجدہ کوئی آستاں باقی نہ رہ جائے
زیاں کیسا محبت سُود ہے لیکن بطرزِ غم
محبت میں غمِ سُود و زیاں باقی نہ رہ جائے
وہیں نغموں کے طوفاں آئیں۔ یہ پیہم اُٹھائے گی
جہاں چاہیں گے وُہ اردو زباں باقی نہ رہ جائے

مشاعرہ مُراد آباد ۶/۵۵ء

مٹائی حد یہ کیوں اُن کے زندگی میں نے ؛ خجل ہیں وُہ کہ وفا اِس سے کیوں شکی میں نے
اُلجھ اُلجھ گیا دم آہ تکنے کی میں نے ؛ ہوا جہاں محبت میں باندھ دی میں نے
وُہ میرا سجدۂ اول وہ اُن کا نقشِ قدم ؛ جہاں میں ڈالدی بنیادِ بندگی میں نے
مجھے بہارِ گلستاں پہ اعتبار نہیں ؛ گلوں کی آڑ میں دیکھی ہے برق بھی میں نے
خودی تو خیر مجھے اپنا بھی پتا نہ ملا ؛ خودی سے ہٹ کے جو چاہی تھی آگہی میں نے
کہاں سے تیرا ٹھکانا نہ ہو جو دل میرا ؛ غمِ جہاں تری قسمت سنوار دی میں نے
بطرزِ جوش ہوا ہے کبھی جنوں کیوں بھی ؛ جنوں کی اپنے اڑائی ہے خود ہنسی میں نے

میری بہارِ گذشتہ کا باغباں کیا ذکر ÷ بغور دیکھ لی تیری بہار بھی میں نے
یہی تو ہے کہیں معراجِ خود فراموشی ÷ بھلا دیا ہے انہیں بھی کبھی کبھی میں نے
وطن کے لعل کو ظلمت کدہ جو سمجھا ہے ÷ تو چھین لی ہے ستاروں سے روشنی میں نے

غرورِ ناز و خودیٔ نیاز کیا کہئے !
کبھی گریز کیا دوست نے کبھی میں نے

بمشاعرہ بزم احسن گنور ۱۱ ۶/۵۵

دعا تم پہ دعاؤں پہ داد دی میں نے ÷ بڑے مزے سے نباہی ہے دوستی میں نے
جنوں میں یہ بھی کیا ہے کبھی کبھی میں نے ÷ تمہیں پکار کے خود کو صدا بھی دی میں نے
مرے نیاز سے ٹکرا نہ اے غرور وقار ÷ لباسِ فقر میں کی ہے شہنشہی میں نے
چمن پہ میرے نشیمن کا یوں بھی ہے احسان ÷ اسے جلا کے مٹائی ہے تیرگی میں نے
اب اس کے بعد قفس تا بہ زندگی منظور ÷ بہار اپنے چمن کی تو دیکھ لی میں نے
ملا تھا جامِ محبت انہیں کی آنکھوں سے ÷ پھر اس کے بعد کبھی آج تک نہ پی میں نے
کسی کو دوست سمجھ کر نہ کوئی کھائے فریب ÷ بدلتے وقت کی دیکھی ہے دوستی میں نے
چمن پہ میرا نہیں حق تو پھر کسی کا نہیں ÷ بھری ہے خون سے کلیوں میں دلکشی میں نے
خیال ہی میں اقامت خیال ہی میں سجود ÷ وہ در چھٹا بھی تو چھوڑی نہ بندگی میں نے
ہنسو کسی پہ تو دو دو جہاں سے ڈر کے ہنسو ÷ گلوں کے لب پہ بھی دیکھی تھی کل ہنسی میں نے

گلوں نے دادِ وفا اکبر جب نہ دی مجھ کو
تو پھر گزار دی کانٹوں میں زندگی میں نے

*

بمشاعرہ یوم برق دہلی ۲۰ ۵/۵۶

فغاں کے ضبط سے تر آنکھ ہی نہیں ہوتی ÷ گھٹا بھی امنڈی ہے برسا بھی نہیں ہوتی
ضیا سے داغوں کی کم تیرگی نہیں ہوتی ÷ چراغ لاکھ جلیں روشنی نہیں ہوتی
خلش بھی ہوتی ہے فریاد بھی نہیں ہوتی ÷ جگر کی چوٹ کوئی دل لگی نہیں ہوتی
گلوں کا خندہ حقیقت میں سینہ چاکی ہے ÷ اسے ہنسی نہ سمجھ یہ ہنسی نہیں ہوتی
غرور ضبط کو توڑا سکون دل ٹوٹا ÷ نظر کی چال کبھی سرسری نہیں ہوتی
کمال ہوش پہ دھوکا جنوں کا ہوتا ہے ÷ محبت اصل میں دیوانگی نہیں ہوتی
وہاں ہوں اب کہ کسی اور کا تو ذکر ہی کیا ÷ ترے کرم سے بھی آسودگی نہیں ہوتی
جہاں چراغ محبت جہاں میں بجھتا ہے ÷ پھر اس کے بعد کبھی روشنی نہیں ہوتی
رہ طلب میں سہارے نہ ڈھونڈ دیوانے ÷ کہ اس سفر میں کہیں رہبری نہیں ہوتی
وہاں ہیں اب مری تنہائیاں کہ میرے قریب ÷ کبھی کبھی تو تری یاد بھی نہیں ہوتی
یہ بڑھ کے زخم دل کا ثبات بنتی ہے ÷ جگر کی چوٹ جگر تک کبھی نہیں ہوتی
گناہ ناز مرے دل کو گدگدا کے نہ دیکھ ÷ لبوں پہ خشک کلی کے ہنسی نہیں ہوتی
تری نگاہ سلامت یہ کون کہتا ہے ÷ بغیر جام و سبو مے کشی نہیں ہوتی
خود اپنے حال پہ ہنستا کہ اپنی قسمت پر ÷ مرے لبوں پہ پرائی ہنسی نہیں ہوتی

رہ طلب میں جو دم توڑتا ہے دیوانہ
تو اسیر گردش افلاک بھی نہیں ہوتی

بمشاعرہ انبالہ کینٹ ۲۹ ۹/۵۶

لاکھ طوفان شب غم تھے جو سحر تک پہنچے ÷ موت کی گود میں بیمار سحر تک پہنچے

دونہ موقع کہ فغاں بابِ اثر تک پہنچے
بات اک گھر کی ہے کیوں دوسرے گھر تک پہنچے

اس پہ کیا فخر کہ مریخ و قمر تک پہنچے
حوصلہ ہو تو کوئی آپ کے در تک پہنچے

خشک کلیوں کا گلستاں میں کرے کون علاج
سب کی بھر بھر کے نظر جب گُلِ تر تک پہنچے

دردِ سر ہوں نہ کیوں ٹھیک کہا ناصح نے
اور اگر درد ہی بڑھ کر مرے سر تک پہنچے

برق بن جائے ابھی آپ کی ہر ایک نگاہ
میرے نظارے کی گرمی جو نظر تک پہنچے

کس قدر خوش ہیں کہ آسودۂ منزل ہیں ہم
یہ وہی ہیں جو فقط راہ گزر تک پہنچے

ہونے والا ہے جہاں جیسے ابھی غرقِ شراب
یوں بھی پیغام نظر میری نظر تک پہنچے

کرتے ہیں ساحل و طوفاں اسے جھک جھک کے سلام
چیر کر بحر کا سینہ جو بھنور تک پہنچے!

ان سے مل کر مری نظروں نے دیئے زخم مجھے
تیر اپنی ہی کمانوں کے جگر تک پہنچے

"ہم مقدر ہیں ستاروں کے مریضانِ وفا
آ گئی نیند جو ہنگامِ سحر تک پہنچے!

رہ گیا اپنی ہی موجوں کے تھپیڑے کھا کر
لاکھ طوفان نے چاہا مرے سر تک پہنچے

ہم نے جب مصلحتاً اپنی جھکا لیں نظریں
جلوے گھبرائے ہوئے خود ہی نظر تک پہنچے

۱۳/۵۷

شدتِ غم سے دل مستقل چور ہے ÷ زخم جب حد سے بڑھ جائے ناسور ہے
گرمیٔ عشق سینہ میں مستور ہے ÷ اب مرا ہر نفس شعلۂ طور ہے
عشق خود دار ہے حسن مغرور ہے ÷ میں بھی مجبور ہوں وہ بھی مجبور ہے
برق سے جگمگاتی ہے دنیا مگر ÷ اک گھٹا سا اندھیرا بدستور ہے
ہو نہ حاصل محبت کا مرہم اگر ÷ زندگی ایک رستا سا ناسور ہے
دے خبر کون رہبر ہے خود راہزن ÷ میری آواز سے قافلہ دور ہے
پھول اہلِ سیاست کو کانٹے مجھے ÷ کیا بہاروں کو اتنا ہی مقدور ہے
شر سے ڈر اس کے جس پر کیا ہو کرم ÷ دوست ایسا ہی دنیا کا دستور ہے
آشیانوں کو اب کوئی خطرہ نہیں ÷ ہر طرف برق پہرہ پہ مامور ہے
آدمی جا چکا آسماں تک مگر ÷ آدمیت کی منزل بہت دور ہے
خود بلاتے ہیں وہ دار کی راہ سے ÷ اب بڑھا لے قدم کون منصور ہے
ہر کلی خشک ہر گل پریشان مگر ÷ حسنِ گلشن زمانے میں مشہور ہے
آپ ہنس ہنس کے اس کو نہ برملیے ÷ اپنی چوٹوں سے دل آپ ہی چور ہے
رو دی شبنم تو گل کو ہنسی آ گئی ÷ ہر کوئی اپنی فطرت سے مجبور ہے

زندگی اس کی ظلمت میں کیوں ہو بسر
آدمی اب خود پیکرِ نور ہے

مشاعرہ نمائش مظفر نگر ۱۲ء

بھلائی کی امیدیں - اور پھر دُنیا ہے پُرفن سے
یہاں جو دوست کرتے ہیں وہ نا ممکن ہے دشمن سے

چمن زادہ ہے یہ نسبت تو ہی رکھتا ہے گلشن سے
کہیں بجلی گرے شعلے نکلتے ہیں نشیمن سے

نظامِ روز و شب چلتا رہے گا روزِ محشر تک
مری ظلمت نصیبی سے تمہارے روئے روشن سے

مری راہوں میں زورِ اتحاد باہمی دیکھو
یہاں ہر موڑ پر رہبر ملے رہتے ہیں رہزن سے

جو غرقابی یہ میری منتظر رہتے ہیں ان سے کہتا ہوں
کبھی طوفاں اٹھا کرتے ہیں ساحل کے بھی دامن سے

یہیں اے باغباں جو کھل کے مُرجھانے تک آپہنچے
بھلا وہ پھول جائیں بھی کہاں اب اُٹھ کے گلشن سے

مری قسمت کے دانے کس لئے مجھ تک نہیں آتے
زمانہ فیض حاصل کر رہا ہے میرے خرمن سے

مرے ظلمت کدہ کو چھوڑ کر سارے زمانے میں
اُجالا ہی اُجالا ہے چراغِ روئے روشن سے

مرے نالوں کا کیوں چرچا؟ کہ میں تو ایک انساں تھا
پڑیں چوٹیں تو اُڑتے ہیں شرارے سنگ و آہن سے

تقاضا دید کا بھی کر رہا ہوں یہ بھی کھٹکا ہے
کہاں ہوگی نظر جس دم نکل آئے وہ چلمن سے

محبت کا زمانہ کس قدر مصروف ہوتا ہے
گریباں پھاڑتا ہوں وقت جب ملتا ہے شیون سے

محبت کامیابی کی حدوں تک آ ہی جاتی ہے
ترے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوں دل کی دھڑکن سے

گلستاں ہے تو ایک اک شاخ پر سو سو نشیمن ہیں
گلستاں کی حفاظت کر گذر فکرِ نشیمن سے

کئی دن سے نہیں ہے ہاتھ دیوانے کا قابو میں
ذرا ہشیار رہنا احتیاطاً تم بھی دامن سے

مٹا دو آج۔ لیکن میں تمہاری وہ ضرورت ہوں
بہانے حشر کے تم کل ہی اٹھواؤ گے مدفن سے

کریں بھی رشک کیا اے ابر تجھ پر گوہر و انجم
وہی تو اشک ہوں محروم ہے جو اُن کے دامن سے

مشاعرہ کڑپہ ۹ ۲/۵۷

بہتے ہوئے وہ بادہ کے دھارے کہاں گئے ÷ ساقی تری نظر کے اشارے کہاں گئے
وہ ظلمتِ الم کے سہارے کہاں گئے ÷ اے صبحِ ہجر رات کے تارے کہاں گئے
بازارِ عشق سرد ہے بیمارِ غم کے بعد ÷ اُڑتے ہوئے فغاں کے شرارے کہاں گئے
ملتا تھا جن میں درس وفا و خلوص کا ÷ اللہ! آج کل وہ ادارے کہاں گئے

پروانہ طرح کر گئی آہ و فغاں کے ساتھ ÷ ایام ہجر ہم سے گنوائے کہاں گئے
محفل سے اُن کی اٹھ کے ہر اک سے ہے یہ سوال ÷ وہ جنت نگاہ نظارے کہاں گئے
چنگیز کے مزار سے پوچھو ذرا کوئی ÷ جبر و ستم کے اب وہ اجارے کہاں گئے
یہ امتحانِ دار کو حاضر ہیں آج بھی ÷ اربابِ حق کے نام پکارے کہاں گئے
ساحل پہ بیٹھنے والو تلاطم اگر بڑھا ÷ تم ڈھونڈتے پھرو گے کنارے کہاں گئے
بدلی ہوا تو ابر یہ کیا حشر ہو گیا ÷ وہ آشنا وہ دوست ہمارے کہاں گئے

مشاعرہ یوم برق ۔ دہلی ۳/۵۷ ۹

ہم تری دید کے قابل نہیں ہونے پاتے ÷ ذرے سورج کے مقابل نہیں ہونے پاتے
حادثے مدِ مقابل نہیں ہونے پاتے ÷ کارِ ہمت کبھی مشکل نہیں ہونے پاتے
دل محبت کے جو حامل نہیں ہونے پاتے ÷ کچھ بھی ہو جائیں مگر دل نہیں ہونے پاتے
فائدے ترکِ محبت کے ہیں معلوم مگر ÷ دل ہی اس کفر پہ مائل نہیں ہونے پاتے
ڈال دو سامنے عشاق کے ابتر ہی سپر ÷ جب شکستوں کے یہ قائل نہیں ہونے پاتے
کند پڑ سکتی ہے شمشیرِ ستم تو لیکن ÷ جمع اک راہ پہ بسمل نہیں ہونے پاتے
جو سفینوں کو بچا لیتے ہیں طوفانوں سے ÷ وہی لذت کشِ ساحل نہیں ہونے پاتے
ہم نے کیا بزم سجائی تھی اسی دن کے لئے ÷ کہ ہمیں شاملِ محفل نہیں ہونے پاتے
غمِ ہستی پہ توجہ کی کہاں ہے فرصت ÷ ہم تری یاد سے غافل نہیں ہونے پاتے
میری آہیں ڈرائے وہ کسی دن کھینچ کر ÷ یہ کھلونے کبھی مہمل نہیں ہونے پاتے
اپنی اس تیز روی پہ ہے جہاں کو حیرت ÷ پھر بھی آسودۂ منزل نہیں ہونے پاتے
ڈال دی جاتی ہے چھینٹوں کی قفس پر چادر ÷ کبھی مغموم عنادل نہیں ہونے پاتے

تم نہ چھوڑو گے ستم آہ نہ چھوڑے گا وفا
یہ وہ دعوے ہیں جو باطل نہیں ہونے پاتے

ضروری باتیں

اس دیوان میں انتخاب کی زحمت عزیزی جناب رمز گنوری نے کی ہے۔ اور شیرازہ غزلیات کو مرتب و مدون کرنے کا کام عزیزی جناب شرف گنوری نے اپنا بہت قیمتی وقت صرف کر کے کیا ہے۔ میں ان دونوں عزیزان کے حق میں دعاگو ہوں

کتابت کی تصحیح برادر عزیز پنڈت رگھبیر داس صاحب ساحر سیالکوٹی نے کی۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

اس دیوان کی طباعت میں مالی امداد کئی کئی جلدوں کی پیشگی خریداری کی صورت میں حسب ذیل احباب نے کی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو یہ مجموعہ بھی ملک کے ہزاروں فنکاروں کے کلام کی طرح دکانوں پر تمباکو باندھنے کی ضرورت پر استعمال ہوتا۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔

(۱) سائل صاحب بنگلوری
(۲) معراج صاحب انبالوی
(۳) سفر صاحب گلاوٹھی
(۴) چاند صاحب انبالوی۔
(۵) کوثر اعظمی صاحب
(۶) عنوان چشتی صاحب منگلوری
(۷) منزل صاحب لوہ بھڑوی
(۸) طارق سنطاری۔
(۹) نیاز صاحب رامپوری
(۱۰) فروغ صاحب بانکوٹی
(۱۱) پروانہ صاحب کنتراس گڑھی
(۱۲) خرد صاحب غوث پوری کلکتوی
(۱۳) اعجاز صاحب سنبھلی
(۱۴) نشتر صاحب [illegible]
(۱۵) اختر صاحب مدھو پوری
(۱۶) کیلاش چند صاحب [illegible]

(۱۷) کلیم صاحب سیدپوری
(۱۸) عفاتؔ صاحب بنگلوری
(۱۹) صابرؔ ہمدانی صاحب
(۲۰) جگدیش مترن صاحب بجزؔ رامپوری
(۲۱) ڈاکٹر ناقؔ صاحب سیلوی
(۲۲) ساجدؔ صاحب مدھوپوری
(۲۳) ناظم انصاری صاحب کلکتوی
(۲۴) رحمت صاحب کلکتوی -
(۲۵) مقصود طرب صاحب کیسروی
(۲۶) صوفی صاحب بانکوٹی
(۲۷) خیراتی لال سوزؔ امرتسری
(۲۸) امرسنگھ صاحب عارضؔ سیدپوری
(۲۹) حکیم فرید صاحب رامپوری
(۳۰) مولوی انعام صاحب منگلوری
(۳۱) شمیم صاحب جلیسری
(۳۲) کمالؔ صاحب مدراسی
(۳۳) طارق شطاری صاحب سورتی
(۳۴) عیش ناصری صاحب کلکتوی
(۳۵) ظہیرؔ صاحب غازی پوری
(۳۶) پنڈت جوالا پرشاد صاحب شاہیؔ انبالوی
(۳۷) سردار بہادر صاحب توحؔ رامپوری
(۳۸) پرکاش ناتھ پرویزؔ صاحب
(۳۹) پروفیسر نوگندر پال صاحب عابرؔ

اس دیوان کی طباعت کیلئے ۵۱۰/- روپے اب سے اڈھائی سال پہلے اپنے شاگرد عظمت علی خاں رہبرؔ الماسی رامپوری کاتب کو دیئے تھے۔ وہ ان روپوں کو اپنے خرچ میں لے آئے اور دو سال تک مختلف دھوکے دیتے رہے۔ مجبوراً اس کا انتظام میری دینی بہن سوشترا دیوی انبالوی کے لائق شوہر لالہ گنپت رائے اور ان کے عزیز بھائی کرشن دیو نے اپنے ہاتھوں میں لے کر طبع کرایا۔ اگر یہ ایسا نہ کرتے تو دیوان شائع نہ ہوتا -

کتابت کی تصحیح کا کام برادر عزیز پنڈت رگھبیر داس صاحب ساحرؔ سیالکوٹی ثم جالندھری نے انجام دیا - اگر ایسا نہ ہوتا تو جالندھر کے کاتب سے گفت و شنید کرنا مجھے بہت دشوار ہو جاتا ۔ ”اثرؔ احسنی“

اغلاط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۹	پذیرہ	پزیرہ	۸۲	آخری	اب آئے ہیں	اب آئے ہم
۳۰	۱	شجاعت بھی	شجاعت ہی	۸۴	۱۲	پھر کبھی ن کی	پھر کبھی دن کی
۳۰	۲	دفائت	دنائت	۸۷	۵	یہ ظاہر ہے	یہ ظاہر ہیں
۳۷	۷	جدرہم	صدوہم	۸۷	۱۱	ترشے ہوئے بت	ٹوٹے ہوئے بت
۳۹	۲	گریہ ہے	اگر یہ ہے	۹۰	۱۲	قائل سجدہ	قابل سجدہ ہائے
۴۰	۴	......	داغ دل میں بھی تھی	۹۳	۳	ارش کارواں	روش کارواں
۴۴	۸	تجھانا	بنایا	۹۶	۲	خود بنا	خود نما
۵۵	۱۳	اترومی	اتر دل	۱۰۲	۲	بیٹھا تھا	بیٹھا ہوں
۵۵	۱۸	تمہیں ہے قبل	نہیں ہے قیس	۱۰۳	۱۸	آپکی	آپ کو
۵۸	۵	میرے ساکنی	میرے ساقی	۱۰۴	۹	نیز موجیں	تیز موجیں
۵۸	۲	وہ گناہ کرم	وہ نگاہ کر	۱۰۶	۵	بشاعرہ بلدری	بمشاعرہ بلاری
۵۸	۱۶	تکبیر کا اب	تکبر کا رب	۱۰۶	۶	بہ زینت	بہ زینت
۶۳	۲	قہقہوں کا	قہقہوں کا	۱۰۷	۵	پرا مید ہب	پر امید ہیں
۶۳	۹	کھرا کھرا	بکھرا بکھرا	۱۲۰	۱۴	مجھے پہ	مجھ پہ
۶۷	۸	اہل رہی ہے	اُبل رہی ہے	۱۲۰	۱۴	دشمنو پہ	دشمنوں پہ
۷۰	۹	یا مدعان	یا مدعا ہاں	۱۲۰	۱۴	سیوس	ہوس
۷۱	۱۸	لیکاریں	پکاریں	۱۲۱	۱۶	رکھتے ہوئے	رکتے ہوئے
۷۵	۱۵	اب تو رکھتا	اب تو رکھنا	۱۲۲	۱۰	پہنچاے	پہنچا دے

[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۶	۶	شگفتِ گل	گل	۱۸۰	۱۷	اپنا درمال	اپنا درماں
۱۲۷	۷	حالتِ نیم جبر	داستانِ جبر	۱۸۱	۱۵	غنچۂ تصویر	غنچۂ تصویر
۱۲۸	۱	ز عارضہ	ز خلاصہ	۱۸۴	۱۷	[illegible]	[illegible]
۱۲۹	۶	دعا مجھے	دُعا مجھے	۱۸۶	۶	چراغاں	چراغوں
۱۳۱	۶	ہاں نہیں ہوگی	ہاں نہیں ہوگی	۱۸۸	۶	شیم	شبنم
۱۳۲	۱۴	قافے	قافلے	۱۸۹	۱۴	آوازہ میری	آوازہ تیری
۱۳۹	۱۵	خلست	خلوے	۱۹۰	۱۴	سحرسے	سحرے
۱۴۶	۱۸	مر کہتا ہوں	رحم کہتا ہوں	۱۹۲	۹	بادہ گسارو	اے مے گسارو
۱۵۶	۱۲	کرتی ہے	کرنی ہے	۱۹۲	۱۵	کو بدلنے	کو سنبھلنے
۱۶۲	۱۶	راز کچھ روش	راز کچھ بھی روش	۱۹۴	۲	لہو بھیرُن کا	لہو پھولیں گا
۱۶۳	۳	پنار آسئے	ہم کنار آسئے	۱۹۶	۲۰	تیری ہستی	تیری ہنسی
۱۶۹	۱۳	آکے جلوے	اُن کے جلوے	۱۹۸	۱۶	مٹا کے	مٹا کر
۱۷۱	۸	مدکار	درکار	۱۹۹	۴	نہ ہو جاے	نہ رہ جائے
۱۷۳	۳	شعلہ طلب ہے	شعلوں کا رب ہے	۲۰۰	۱۰	کر اس سفر	اسی سفر
۱۷۹	۱۳	کا میری	کا میرا	۲۰۱	۱۳	گناہ نا ز	نگاہِ ناز

ہر جگہ گزر۔ گزارش۔ سرگزشت وغیرہ کو ذ سے لکھا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ گ اور ذ کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ ہر جگہ گ۔ ز سے املا ہونا چاہئے۔ اسی طرح پزیرائی کو پذیرائی یعنی ذ سے لکھا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ ممکن ہے اور بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں۔ یہ جلدی میں گرفت کی ہیں۔ اہلِ نظر خود تصحیح کر لیں۔ جو میرے امکان میں تھا کیا۔

ابرِ احسنی 24.6.63